فضائل و مناقب

امام حسین رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر فیض احمد چشتی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

کتاب یا رسالے کا نام:

فضائل و مناقب امام حسین رضی اللہ عنہ

مصنف، مؤلف:	ڈاکٹر فیض احمد چشتی
موضوع:	فضائل و مناقب
ناشر:	SABIYA VIRTUAL PUBLICATION
ڈیزائننگ اور کمپوزنگ:	PURE SUNNI GRAPHICS
سنہ اشاعت:	SEPTEMBER 2022
صفحات:	303

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

CONTENTS

اہم پیغام

صابیا ورچوئل پبلیکیشن مختلف ذرائع سے موصول شدہ مواد کی اشاعت کر رہی ہے۔ کئی لکھنے والے اپنا سرمایہ ہمیں شائع کرنے کے لیے ارسال فرمارہے ہیں۔ ہم ایک اہم وضاحت بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری شائع کردہ کتابوں اور رسالوں کے مندرجات کی ذمہ داری ہم اس حد تک لیتے ہیں کہ یہ سب اہل سنت و جماعت سے ہے اور یہ بالکل ظاہر بھی ہے کہ ہر لکھاری کا تعلق اہل سنت سے ہے اور پھر علماے اہل سنت کی کتابوں کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جارہا ہے جن کے بارے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے اور پھر بات آتی ہے لفظی اور املائی وغیرہ غلطیوں کی تو جو اشاعت خاص ہماری جانب سے ہوتی ہے یعنی وہ کتابیں اور رسالے جو "**ٹیم عبد مصطفی افیشل**" کی پیشکش ہوتی ہے ان کی ذمہ داری ہم لیتے ہیں اور جو ہمیں دوسرے ذریعوں سے موصول ہوتا ہے ان میں اس طرح کی غلطیوں کے حوالے سے ہم بری ہیں کہ وہاں ہم ہر ہر لفظ کی چھان پھٹک نہیں کرتے۔

ٹیم عبد مصطفیٰ آفیشل کی علمی تحقیقی اور اصلاحی کتابیں اور رسالے کئی مراحل سے گزرنے کے بعد شائع ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں بھی ایسی غلطیوں کا پایا جانا ممکن ہے لہٰذا اگر آپ انھیں پائیں تو ہمیں اطلاع فرمائیں۔

عبد مصطفیٰ آفیشل

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی فَضَّلَ بَنِی آدَمَ بِالعِلمِ وَ العَمَلِ عَلٰی جَمِیعِ العَالَمِ ۔ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ العَرَبِ وَالعَجَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ یَنَابِیعُ العُلُومِ وَالحِکَمَ ۔

مقدمہ:

یہ فقیر کے وہ مضامین ہیں جو سوشل میڈیا پر فقیر نے مختلف اوقات میں لکھے۔اور احباب کی فرمائش پر ترتیب دے کر یکجا کر دیا ہے۔اللہ پاک اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔اور صدقہ اہلبیت اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہم سب مسلمانوں پر رحم فرمائے آمین ثم آمین۔۔۔

محترم قارئینِ کرام: اللہ تعالی نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعہ ہمیں دولت ایمان و نعمت اسلام سے مالا مال و سرفراز فرمایا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں اسلام کے احکام بتلائے قرآنی آیات سنائیں دین کی تمام تر تفصیلات بتلادیں لیکن آپ نے احکام کی تبلیغ پر کوئی بدلہ و عوض نہ چاہا البتہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت کا حکم فرمایا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

ترجمہ: تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت۔

(سورہ شوریٰ آیت نمبر 23)

یعنی اے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ فرمادیں کہ اے لوگو، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، (جیسے دوسرے کسی نبی نے تبلیغِ دین پر کوئی معاوضہ نہیں مانگا) اس کے بعد جداگانہ طور پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کفار کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ظلم و ستم کرنے سے باز رکھنے کے لیے فرمایا کہ تمہیں کم از کم میرے

ساتھ اپنی قرابتداری یعنی رشتے داری کا خیال کرنا چاہیے، یعنی چونکہ نبی کریم ﷺ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور کفارِ مکہ بھی اپنی مختلف شاخوں کے اعتبار سے قریش سے تعلق رکھتے تھے تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم ایمان قبول نہیں بھی کرتے تو کم از کم رشتے داری کا لحاظ کرتے ہوئے ایذاء رسانی سے تو باز رہو۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ وہ قرابت دار کون ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : "قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى" قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ هَؤُلاءِ الَّذِينَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ ؟ قَالَ : عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا ـ

علی فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے (رضی اللہ عنہم)۔(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر 2575)

اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے کا مطالبہ بظاہر تبلیغ اسلام کا بدلہ معلوم ہوتا ہے لیکن بات ایسی نہیں ہے بلکہ ایمان کے حصول کے بعد اس کی حفاظت کا انتظام انتہائی ضروری ہوتا ہے شیطان ہر وقت ایمان کو تاراج کرنے کے مواقع ڈھونڈتا ہے حفاظت ایمان کی خاطر اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت ومودت کا حکم دیا گیا، ان پاکباز ہستیوں سے تعلق ووابستگی باعث نجات اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

جنتی جوانوں کے سردار، جگر گوشۂ بتول، نواسۂ رسول، سید الشہداء، امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فضائل وکمالات متعدّد احادیث شریفہ سے ظاہر ہیں، آپ نبی کریم ﷺ کے محبوب نواسہ ولخت جگر اور نبی کریم ﷺ کی چہیتی صاحبزادی، سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے پارہ دل ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے آپ کی دائمی نسبت اور کمال قربت کو ظاہر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ۔

ترجمہ: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما جلد 2 صفحہ 218 حدیث نمبر 4144)

ولادت باسعادت کی بشارت

نبی کریم ﷺ کی چچی جان صاحبہ نے ایک فکر انگیز خواب دیکھا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیں تو نبی کریم ﷺ نے اس کی فرحت آفریں تعبیر بیان فرمائی اور امام عالی مقام کی ولادت کی بشارت دی جیسا کہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں مذکور ہے:

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ، إِنِّيْ رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اَللَّيْلَةَ . قَالَ : وَمَا هُوَ ؟ قَالَتْ : إِنَّهُ شَدِيْدٌ . قَالَ : وَمَا هُوَ ؟ قَالَتْ : رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَأَيْتِ خَيْرًا ، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللهُ غُلَامًا فَيَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكِ . فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِيْ حِجْرِهِ ، ثُمَّ حَانَتْ مِنِّيْ اِلْتِفَاتَةٌ ، فَإِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ . قَالَتْ : فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ ، بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ ، مَا لَكَ ؟ قَالَ : أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ أُمَّتِيْ سَتَقْتُلُ اِبْنِيْ هٰذَا ، فَقُلْتُ : هٰذَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، وَأَتَانِيْ بِتُرْبَةٍ

مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاء رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ۔

ترجمہ: حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیں یارسول اللہ ﷺ میں نے آج رات ایک خوف ناک خواب دیکھا ہے، سرکار نے ارشاد فرمایا آپ نے کیا خواب دیکھا؟ عرض کرنے لگیں وہ بہت ہی فکر کا باعث ہے، آپ نے ارشاد فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کرنے لگیں: میں نے دیکھا گویا آپ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، ان شاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صاحبزادے تولد ہونگے اور وہ آپ کی گود میں آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور وہ میری گود میں آئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بشارت دی تھی، پھر ایک روز میں نبی کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا پھر اسکے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے چشمان اقدس اشکبار ہیں، یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان اشکباری کا سبب کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس بیٹے کو شہید کرینگے۔ میں نے عرض کیا سرکار کیا وہ اس شہزادے کو شہید کرینگے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اس مقام کی سرخ مٹی میری خدمت میں پیش کی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، حدیث نمبر: 2805،)

(مشکوۃ المصابیح، ج1ص 572، زجاجۃ المصابیح ج5ص 227/228: باب مناقب اہل بیت النبی رضی اللہ عنہم)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی حدیث پاک میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک کی بھی بشارت ہے اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی غیب دانی کی شان بھی آشکار ہے کہ آپ اللہ کی عطا سے ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے جانتے ہیں،

سورۂ لقمان کی اخیر آیت:

''وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ''۔

(سورۃ لقمان:34)

میں جو ذکر ہے اس سے مراد ذاتی علم ہے وہ صرف اللہ علیم و خبیر کی صفت ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے عطائے خداوندی سے نہ صرف ولادت مبارک کی بشارت دی بلکہ جنس کا تعین بھی فرما دیا ارشاد فرمایا غلاماً لڑکا تولد ہوگا و نیز یہ بھی فرمادیا کہ وہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئیں گے

ولادت مبارک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے پچاس دن بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شکم مادر مہربان میں جلوہ گر ہوئے آپ کی ولادت باسعادت روز سہ شنبہ 5 شعبان المعظم 4 ھجری مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ ولد لخمس لیال خلون من شعبان سنۃ اربع من الھجرۃ۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبھانی باب الحاء من اسمہ حسن)

القاباتِ مبارکہ

امام عالی مقام سید الشھداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور القاب مبارکہ، ریحانۂ رسول ﷺ، سیدَ شباب اہل الجنۃ، الرشید، الطیب، الزکی، السید، المبارک، ہیں۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے آپ کے کان میں اذان کہی جیسا کہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، أَنّ النّبِيّ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ : " أَذّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حِينَ وُلِدَا ۔

(مجمع کبیر طبرانی حدیث نمبر 2515، چشتی)

معجم کبیر طبرانی میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ , أَنَّهُ سَمّٰى ابْنَهُ الأَكْبَرَ حَمْزَةَ ، وَسَمّٰى حُسَيْنًا جَعْفَرًا بِاسْمِ عَمِّهِ ، فَسَمَّاهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔

(معجم کبیر طبرانی حدیث نمبر 2713)

حسن وحسین جنتی نام

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور قبل اسلام عرب نے یہ دونوں نام نہ رکھے۔ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقۃ صفحہ 115 میں روایت درج کی ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ : " اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ " اِسْمَانِ مِنْ أَسْمَاءِ أَہْلِ الْجَنَّةِ ، مَا سَمَّتِ الْعَرَبُ بِهِمَا فِي الْجَاہِلِيَّةِ ۔

(الصواعق المحرقہ، صفحہ 115، چشتی)(تاریخ الخلفاء جلد 1 صفحہ 149)

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح

فرمایا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقۃ صفحہ 392 حدیث نمبر 2843، چشتی)(سنن نسائی کتاب العقیقۃ حدیث نمبر 4230)
(سنن بیہقی حدیث نمبر 1900)

امام طبرانی کی معجم اوسط اور کنزالعمال میں روایت ہے: ل

لَمَّا اسْتَقَرَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ أَلَيْسَ وَعَدتَّنِي أَنْ تُزَيِّنَنِي بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ؟ قَالَ: أَلَمْ أُزَيِّنْكِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ؟ فَمَاسَتِ الْجَنَّةُ مَيْسًا كَمَا يَمِيْسَ الْعَرُوْسُ۔

ترجمہ: جب جنتی حضرات جنت میں سکونت پذیر ہونگے تو جنت معروضہ کریگی پروردگار! ازراہ کرم کیا تونے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو، دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائے گا؟ تورب العزت ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخرو ناز کرنے لگے گی۔

(معجم اوسط طبرانی، حدیث نمبر 343)(جامع الاحادیث للسیوطی، حدیث نمبر-1331، چشتی)(الجامع الکبیر للسیوطی، حدیث نمبر-1342)(مجمع الزوائدو منبع الفوائد، حدیث نمبر-15096 کنزالعمال، ج13ص106، حدیث نمبر 34290)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث شریف میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے متعلق ارشاد فرمایا:

فَقَالَ هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! توان دونوں سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع ترمذی، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر 4138)

حدیث شریف میں ہے:

أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام جلد 2 صفحہ 218 حدیث نمبر 4144)

نبی کریم ﷺ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور آپ کے لبوں کو بوسہ دے کر دعاء فرمائی:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا ۔

ترجمہ: الٰہی میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام جلد 2 صفحہ 218 حدیث نمبر 4138)

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم : مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي ۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(سنن ابن ماجہ شریف، باب فضل الحسن والحسین ابنی علی رضی اللہ عنہم حدیث نمبر 148، چشتی)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر نبی کریم ﷺ نے سجدہ کو دراز فرمادیا: سنن نسائی، مسند امام أحمد، مصنف ابن أبي شيبة، مستدرک علی الصحیحین، معجم کبیر طبرانی، مجمع الزوائد، سنن الکبری للبیهقی، سنن کبری

للنسائی، المطالب العالیۃ، مسند أبي یعلی اور کنزالعمال وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِیہِ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی إِحْدَی صَلَاتَیْ الْعِشَاءِ وَہُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَیْنًا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَہُ ثُمَّ کَبَّرَ لِلصَّلَاۃِ فَصَلَّی فَسَجَدَ بَیْنَ ظَہْرَانَیْ صَلَاتِہِ سَجْدَۃً أَطَالَہَا قَالَ أَبِی فَرَفَعْتُ رَأْسِی وَإِذَا الصَّبِیُّ عَلَی ظَہْرِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَہُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلَی سُجُودِی فَلَمَّا قَضَی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلَاۃَ قَالَ النَّاسُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ إِنَّکَ سَجَدْتَ بَیْنَ ظَہْرَانَیْ صَلَاتِکَ سَجْدَۃً أَطَلْتَہَا حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّہُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّہُ یُوحَی إِلَیْکَ قَالَ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ وَلٰکِنَّ ابْنِی ارْتَحَلَنِی فَکَرِہْتُ أَنْ أُعَجِّلَہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہُ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز کے لیے ہمارے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ آپ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے، پھر نبی کریم ﷺ آگے تشریف لے گئے اور انہیں بٹھا دیا، پھر آپ نے نماز کے لیے تکبیر فرمائی اور نماز ادا فرمانے لگے، اثناء نماز آپ نے طویل سجدہ فرمایا، میرے والد کہتے ہیں: میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ میں ہیں اور شہزادے رضی اللہ عنہ آپ کی پشت انور پر ہیں، تو میں پھر سجدہ میں چلا گیا، جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے

نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی واقعہ پیش تو نہیں آیا، یا آپ پر وحی الٰہی کا نزول ہو رہا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی سوائے یہ کہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا، اور جب تک وہ اپنی خواہش سے نہ اترتے مجھے عجلت کرنا ناپسند ہوا۔

(سنن نسائی، حدیث نمبر-1129)(مسند امام أحمد، حدیث نمبر-15456)(مصنف ابن أبي شيبة جلد 7 صفحہ 514، چشتی)(مستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر-6707/4759)(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر-6963)(مجمع الزوائد، ج9، ص-181)(سنن الکبری للبیہقی، حدیث نمبر-3558)(سنن کبری للنسائی، ج1، ص243، حدیث نمبر-727)(المطالب العالیۃ، حدیث نمبر-4069)((مسند أبي یعلی، حدیث نمبر-3334)(کنز العمال، حدیث نمبر(37706/37705/34380)

نبی کریم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر خطبہ کو موقوف فرما دیا جیسا کہ جامع ترمذی شریف سنن ابوداؤد شریف، سنن نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي: بُرَيْدَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللَّهُ ‏(إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلاَدُكُمْ فِتْنَةٌ)‏ فَنَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا نبی کریم ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کئے لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے تو نبی کریم ﷺ منبر

شریف سے نیچے تشریف لائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھا لیا پھر (منبر مقدس پر رونق افروز ہوکر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آرہے تھے لڑکھڑا رہے تھے مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کر کے انہیں اٹھالیا ہے۔

(جامع ترمذی شریف جلد 2 ابواب المناقب صفحہ 218 حدیث نمبر 3707، چشتی)(سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ حدیث نمبر 935)(سنن نسائی کتاب الجمعۃ حدیث نمبر:1396 زجاجۃ المصابیح جلد 5 صفحہ 333)

اس حدیث مبارک سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شہزادوں کی قدر و منزلت اور ان سے اپنے کامل قلبی تعلق کو واشگاف کر دیا کہ بچپن میں شہزادوں کے زمین پر گر جانے کا محض احتمال بھی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے ناگوار خاطر مبارک ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کرم نوازی کی انتہاء فرما دی کہ شہزادوں کی خاطر خطبہ کو موقوف فرما دیا منبر شریف سے نیچے تشریف لاکر انہیں اٹھالیا، اپنے اس عمل مبارک کے ذریعہ روزِ روشن کی طرح آشکار کر دیا کہ ان کا وجود باجود سراسر دین و شریعت ہے، کیونکہ دنیوی امر کے لیے خطبہ موقوف نہیں کیا جا سکتا، پھر منبر شریف پر قیام فرما ہو کر ان کے چلنے کی حسین اداؤں کا ذکر مبارک کرتے ہوئے یہ امر بھی واضح فرما دیا کہ ان کی ہر ہر اداء دین و شریعت ہے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کمال قربت کی یہ شان کہ گہوارہ میں آپ کے رونے سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکلیف ہوتی:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ زِيَادَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلَى بَيْتِ فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِيْ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ بُكَائَهُ يُؤْذِيْنِيْ ۔

ترجمہ: سیدنا زید بن ابی زیادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ام

المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ کی رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی کیا آپ کو معلوم نہیں ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

(نورالابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار صفحہ 139،)

بچپن میں امام حسین رضی للہ عنہ کا رونا نبی کریم ﷺ کی اذیت کا باعث ہے تو غور کرنا چاہیے کہ جن ظالموں نے معرکہ کربلا میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر مظالم کی انتہا کر دی، دیگر اہل بیت کرام و جاں نثاران امام رضی اللہ عنہم کو بے پناہ تکالیف پہنچا کر انہیں شہید کیا ان بدبختوں کے ظالمانہ و بہیمانہ حرکات اور اندوہناک واقعات سے نبی کریم ﷺ کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی، کیا یہ ایذاء رسانی خالی جائے گی؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔

ترجمہ: بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ الاحزاب:57)

کچھ لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا تشریف لے جانا اور آپ کی شہادت عظمی نعوذ باللہ سیاسی اور حصول اقتدار کے لیے لڑی جانے والی جنگ ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے امت کے افراد کو معرکہ کربلا کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تائید و نصرت کرنے کے لیے حکم فرمایا، کیا کوئی صاحب ایمان یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حب منصب اور دنیا طلبی میں کسی کی مدد کرنے کے لیے فرمایا ہو؟ العیاذ باللہ۔

کنزالعمال شریف میں حدیث پاک ہے:

إِنَّ اِبْنِیْ ہٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِأَرْضٍ مِنْ أَرْضِ الْعِرَاقِ یُقَالُ لَهَا کَرْبَلَاء ، فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِکَ مِنْهُمْ فَلْیَنْصُرْهُ۔ (البغوی وابن السکن والباوردی وابن منده وابن عساکر عن أنس بن الحارث بن منبه۔

ترجمہ: یقینا میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا، تو افرادِ امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہیے کہ ان کی نصرت وحمایت میں کھڑا ہو جائے۔

(کنزالعمال حدیث نمبر34314،)

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کس طرح دنیا کے ناپائیدار اقتدار کی طلب ہو سکتی ہے، جبکہ آپ ہی کے گھرانہ سے ساری خلقت کو زہد وورع، تقوی و پرہیز گاری اور قناعت کی دولت ملی ہے۔ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس دنیائے فانی کی کس طرح حرص وطمع ہو سکتی ہے جبکہ آپ کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا۔

ترجمہ: ایک کوڑا برابر جنت کی جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری شریف باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ حدیث نمبر3250)

جس جنت میں ایک چابک برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، آپ رضی اللہ عنہ تو اسی جنت میں رہنے والے جوانوں کے سردار ہیں جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام حدیث نمبر4136)

معجم کبیر طبرانی، جامع الاحادیث اور کنزالعمال میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنتِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : أَنَّھَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ إِلَی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی شَکْوَاہُ الَّذِی تُوُفِّیَ فِیہِ ، فَقَالَتْ : یَا رَسُولَ اللّٰہِ ! ہَذَانِ ابْنَاکَ فَوَرِّثْھُمَا شَیْئًا، فَقَالَ:أَمَّا الْحَسَنُ فَلَہُ ہَیْبَتِی وَسُؤْدُدِی، وَأَمَّا حُسَیْنٌ فَلَہُ جُرْأَتِی وَجُودِی۔

ترجمہ: حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے مرضِ وصال کے دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا: یارسول للہ ﷺ! یہ آپ کے شہزادے ہیں، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں !تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن 'میرے جاہ و جلال اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرات و سخاوت کا۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر-18474 (جامع الاحادیث للسیوطی مسانید النساء، مسند فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث نمبر:-43493)(کنز العمال، باب فضل الحسنین رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر37712)

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمی، بروز عاشورہ، دس(10) محرم الحرام سنہ اکسٹھ(61) ہجری میں ہوئی، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ میں نقل فرمایا ہے: قال الزبیر بن بکار: قتل الحسین یوم عاشوراء سنۃ إحدی وستین وکذا قال الجمھور۔

اولاد امجاد

آپ کو جملہ نو اولاد امجاد ہوئیں چھ شہزادے اور تین شہزادیاں

(1) حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ (2) حضرت علی اوسط (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ)(3) حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ (4) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (5) حضرت محمد رضی اللہ

عنہ (6) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ (1) حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (2) حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا (3) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صفحہ 52 للعلامہ شبلنجی مولود 1250ھ)۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد 8 لکھتے ہیں:

بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ بطُرُقِ عدیدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

وهذا لفظ مؤلّف منها دخل حديث بعضهم فی بعض

(آئندہ الفاظ ان متعدّد روایات کا مجموعہ ہیں، بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ ت)

قال خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فجلس بفناء بیت فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنها فقال اُدعی الحسن بن علی فحبسته شیئا فظننت انها تلبسه سخابا او تغسله فجاء یشتد وفی عنقه السخاب فقال النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم بیده هکذا فقال الحسن بیده هکذا حتی اعتنق کل منهما صاحبه فقال صلی اللہ علیه و آله وسلم اللهم اِنیّ اُحبُّه. فَاَحِبَّه. وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّه۔ (الصحیح للمسلم باب فضل الحسن والحسین مطبوعہ راولپنڈی ۲/ ۲۸۲)

یعنی ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، حضرتِ زہرا نے بھیجنے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے، گلے میں ہار پڑا تھا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے حضور کو دیکھ کر امام حسن نے

بھی ہاتھ پھیلائے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے، حضور نے گلے لگا کر دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی حِبّہٖ وبارک وسلم۔

صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

كان النبی صلی الله علیه و آله وسلم یا خُذ بیدی فیُقعدنی علی فخِذِہٖ ویقعد الحسین علٰی فخِذِہٖ الاُخرٰی ویَضُمُّناَ ثم یقول رب انی ارحمهما فارحمهما ۔ (الصحیح البخاری باب وضع الصبی فی الحجر مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی ۲/ ۸۸۸، چشتی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری ران پر امام حسین کو، اور ہمیں لپٹا لیتے پھر دعا فرماتے: الٰہی! میں ان پر رحم کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

ضَمَّنِی النبی صلی الله علیه و آله وسلم الٰی صدره ۔ فقال اللهم علمه الحكمة ۔ (الصیح البخاری مناقب ابن عباس مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی ۵۳۱/۱)

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سینے سے لپٹایا پھر دُعا فرمائی: الٰہی! اسے حکمت سکھا دے۔

امام احمد اپنی مُسْنَد میں یعلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان حسناً وحُسینا رضی الله تعالٰی عنهما یستبقا الٰی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فضمّهما الیه ۔ (مسند احمد

بن حنبل مناقب ابن عباس مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/
۱۷۲،)

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو لپٹا لیا۔

جامع ترمذی میں انس رضی للہ تعالٰی عنہ سے حدیث ہے:

سُئِلَ رسول للہ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم ای اھل بیتک احبّ الیک قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ ادعی لی ابنی فیشمھما ویضمھما ۔ (جامع ترمذی مناقب الحسن والحسین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۴۰ ۔ ۵۳۹،)

سید عالم صلی للہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسن اور حسین ۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے بلوا کر سینے سے لگا لیتے اور ان کی خوشبو سُونگھتے۔

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ امام محمد (الباقر) بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بیعت فرمایا اس حال کہ وہ صِغر سنی میں (یعنی عمر میں چھوٹے) تھے اور ابھی باریش نہیں ہوئے تھے اور نہ سن بلوغ کو پہنچے تھے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ہمیں ہی چھوٹی عمر میں بیعت فرمایا تھا۔(طبقات الکبریٰ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت

رسول اللہ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی جاتیں، سو یہ شخص کھجوریں لاتا اور وہ شخص کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا پس حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں کے ساتھ کھیل رہے تھے، تو ان میں ایک نے کھجور اپنے منہ میں ڈال لی۔ پس رسول اللہ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور آپ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی اور ارشاد فرمایا:

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ ''

''کیا تم کو معلوم نہیں کہ (سیدنا) محمد صلی للہ علیہ و آلہ وسلم کی آل صدقہ نہیں کھاتی''۔(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، چشتی)

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کی زندگی بسر کر رہے تھے، اگر کھجور تناول بھی فرما لیتے تو کوئی ذی شعور اس بات پہ اعتراض نہ کرتا، کیونکہ بچپن کا عالم تھا لیکن قربان جائیں، حضور خاتم الانبیاء صلی للہ علیہ و آلہ وسلم کے اندازِ تربیت پہ کہ آپ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم نے اس عمر میں ان کے حلقومِ مبارکہ سے خلاف شرع چیز داخل ہونے کو ناپسند فرمایا۔ اس سے ہر صاحبِ اولاد اپنے بچوں کی تربیت کے حوالے سے کئی اسباق اخذ کر سکتا ہے۔

اِنصاف کی بات یہ ہے کہ جن کے والدِ ماجد ''شہرِ علم کا دروازہ'' اور ''امام المتّقین'' ہوں اُن کا علم و تقویٰ اپنی رفعت و بلندی اور وسعت و جلالت میں ہمارے فہم و ادراک سے ماوریٰ ہے، مگر صرف بنیادی سی معلومات کیلئے چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی للہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے علی بن حسین، آپ رضی اللہ عنہ کی شہزادی فاطمہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے زید بن حسن اور شعیب بن خالد، طلحہ بن عبید اللہ العقیلی، یوسف الصباغ، عبید بن حنین، ھمام بن غالب

الفرزدق اور ابوہشام رضی اللہ عنہم نے روایات نقل کیں
(تاریخ دمشق لابن عساکر، باب: الحسین بن علی بن أبی طالب، چشتی)

جنگ کے دوران حالانکہ ایک ایک فرد قیمتی ہوتا ہے اور کئی لوگ جنگ میں سب تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ اس نازک موقع پہ بھی نہ صرف شریعت کا معاشی و معاشرتی اصول قائم رکھا بلکہ حقوق العباد کا بھی خاص خیال رکھا۔ جیسا کہ روایت میں ہے: حضرت ابو جحاف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ مجھ پر قرض ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لَایُقَاتِلْ مَعِیَ مَنْ عَلَیْہِ دَیْنٌ۔ وہ شخص میرے ساتھ شریکِ جنگ نہ ہو جس پر قرض ہو۔ (الطبقات الکبریٰ کتاب الحسین بن علی)

وَ قَالَ مُصْعَبٌ الزُّبَیْرِيُّ : حَجَّ الحُسَیْنُ خَمْساً وَ عِشْرِیْنَ حَجَّةً ماشِیًا۔

حضرت مصعب الزبیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل ادا فرمائے۔
(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال الحسین بن عَلِی بن الحسین بْن علی بْن أَبِي طَالِب، چشتی)

صوفیاء کرام ہمیشہ استقامت کو کرامت پہ ترجیح دیتے ہیں بلا شبہ میدان استقامت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ اپنی مثال آپ ہیں اور جہاں تک کرامت کا تعلق ہے آپ رضی اللہ عنہ کی پوری حیات مبارکہ کرامت ہے۔ ہم صرف دو کرامات کو زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ایک کا تعلق بچپن سے ہے (اِسے امام طبرانی نے روایت فرمایا) اور دوسری کا تعلق جوانی کی عمر مبارک سے ہے جسے علامہ ابن سعد (رحمۃ اللہ علیہ) نے طبقات الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین رضی

اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کی : مَیں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس جانا چاہتا ہوں ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں ان کے ساتھ چلا جاؤں ؟

''فجاءت برقة من السماء فمشى في ضوئها حتى بلغ''

''پس (اسی اثناء میں) آسمان سے ایک نور آیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی روشنی میں چلتے رہے ، یہاں تک کہ (اپنی والدہ ماجدہ کے پاس) پہنچ گئے ۔ (المعجم الکبیر طبرانی باب الحاء، چشتی)

حضرت ابوعون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے جارہے تھے اور راستے میں ابن مطیع کے پاس سے گزرے جو اس وقت کنواں کھودرہے تھے ۔ اور اس دن کنویں سے کوئی پانی نہ نکلا انہوں نے عرض کی (میرے والدین آپ پہ قربان) اگر آپ دعا فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کا پانی لے آؤ ، تو میں پانی لے آیا ،

''فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ مَضْمَضَ ثُمَّ رَدَّهُ فِي الْبِئْرِ فَأَعْذَبَ وَأَمْهَى''

''آپ رضی اللہ عنہ نے پانی نوش فرمایا ، پھر کلی فرمائی اور اس کا پانی کنویں میں ڈال دیا تو وہ کنواں میٹھا بھی ہوگیا اور اس کا پانی بھی بڑھ گیا'

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد (المتوفی:230، باب: عَبْدُ حوالہ: اللہ بْنُ مُطِيعٍ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اس حال میں کہ امامِ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پہ کھیل رہے تھے ، تو مَیں نے عرض کی یارسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم

'' أَتُحِبُّهُمَا ؟ قَالَ : كَيْفَ لَا أُحِبُّهُمَا وَهُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا ''

''کیا آپ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے محبت کرتے ہیں ؟ تو آپ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: میں ان سے محبت کیسے نہ کروں، یہ دونوں دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ،الحُسَيْنُ الشَّهِيْدُ أَبُو عَبْدِ اللهِ بنُ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ،چشتی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبّ هَذَيْنِ ''

جو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے وہ ان دونوں (شہزادوں سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرے۔

(مسند أبي يعلى باب مسند عبد الله بن مسعود)

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ، قَالَ : مَرَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَهُوَ حَامِلُهُمَا عَلَى مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ نِعْمَتِ الْمَطِيَّةُ قَالَ: «وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ ''

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی مجلس سے گزرے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں شہزادوں کو (اپنے کندھوں پہ) اٹھائے ہوئے تھے، تو لوگوں نے عرض کی: کتنی اتنی اچھی سواری ہے! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دونوں سوار بھی کتنے اچھے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، باب: مَا جَاءَ فِي الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)

حضرت یعلیٰ عامری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں شرکت کے لیے نکلے راستے میں حضرت امام حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی لوگوں سے آگے تشریف لے گئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ

کبھی اِدھر بھاگ جاتے کبھی اُدھر اور حضور نبی کریم صلی للہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو رہے تھے یہاں تک حضور نبی کریم صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ مبارک آپ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا گردن پہ رکھا پھر آپ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکا کر اپنا دہن مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دہن پہ رکھا اور انہیں بوسہ دیا اور پھر آپ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ، أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ '

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں یااللہ تواُس سے محبت فرما جو حسین سے محبت کرے، حسین (میرے) نواسوں میں ایک نواسہ ہے۔

(مسند أبي يعلى باب مسند عبداللہ بن مسعود)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَايَ، مَنْ أَحَبَّهُمَا أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَحَبَّهُ اللهُ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا أَبْغَضَنِي، وَمَنْ أَبْغَضَنِي أَبْغَضَهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُ اللهُ أَدْخَلَهُ النَّارَ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ''

(حضرت) حسن وحسین رضی اللہ عنہما میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اللہ اس سے محبت فرمائے گا اور جس سے اللہ فرمائے گا اس کو جنت میں داخل کرے گا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اللہ اس سے ناراض ہو گا اور جس سے اللہ ناراض

ہوگا اسے جہنم میں داخل کرے گا۔(المستدرک حاکم ،وَمِنْ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ابْنَي بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم)۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کو پکڑا اور ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

”جس نے مجھ سے، ان دونوں سے، ان دونوں کے والد سے اور ان کی والدہ (محترمہ) سے محبت کی تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، چشتی)

حضرت مدرک بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: کیا آپ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی سواری کی لگامیں تھامے ہوئے ہیں حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ ان سے بڑے ہیں ؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان ھذین ابنا رسول اللہ صلی للہ علیہ وآلہ وسلم أو لیس من سعادتي أن آخذ بر کا بھما“ بے شک یہ دونوں رسول اللہ صلی للہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسے ہیں تو کیا یہ میرے لیے سعادت نہیں کہ میں ان کے سواری کی لگام کو تھاموں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر باب الحسین بن علی بن أبي طالب)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ھذا أحب أھل الأرض إلی أھل السماء الیوم“ یہ ہستی آج مجھے زمین و آسمان میں سب سے زیادہ محبوب

ہے۔(تہذیب التہذیب للعسقلانیؒ، باب:الحاء، چشتی)

حضرت ابوالمہزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے کنارے سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدمین شریفین سے مٹی جھاڑ رہے تھے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے ابوھریرہ! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعني فواللہ لو یعلم الناس منک ما اعلم لحملوک علی رقابھم" مجھے چھوڑ دو، اللہ کی قسم! اگر لوگوں کو تمہارے بارے میں وہ علم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو وہ تم کو اپنے کندھوں پہ اٹھالیں۔ (الطبقات الکبریٰ کتاب الحسین بن علی)۔

تخلیق کائنات سے لیکر آج تک کی تاریخ کو اگر بغور دیکھا جائے تو بہت سے واقعات سامنے آتے ہیں ،لیکن جس طرح سرزمین کربلا میں امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اپنے جان نثاروں کے ساتھ ہوئی ہے اس طرح کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے واقعات کو پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن کے حالات کو دیکھتے ہیں:

عن ابی رافع رضی الله عنه ان النبی صلّی الله علیه و آله وسلم اَذَّنَ فی اذن الحسن والحسین علیهم السلام حین ولدا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان دونوں کے کانوں میں آذان دی۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلّی الله علیه و آله وسلم عق عن الحسن و الحسین کبشا کبشا۔

(سنن ابو داؤد شریف)
ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود امام حسن اور امام حسین کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

عن المفضل قال ان الله تعالیٰ حجب اسم الحسن و الحسین حتیٰ سمی بهما النبی صلّی الله علیه و آله وسلم ابنیه الحسن و الحسین ۔ (البدایه والنهایه ابن کثیر)
ترجمہ: حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

عن یحییٰ بن ابی کثیر ان النبی صلّی الله علیه و آله وسلم سمع بکاء الحسن و الحسین فقام زعما فقال ان الولد لفتنة لقد قمت الیهما وما اعقل۔ (ابن ابی کثیر البدایه والنهایه، چشتی)
ترجمہ: حضرت یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا رونا سنا تو آپ پریشان ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا بیشک اولاد آزمائش ہے میں بغیر غور کرنے کے کھڑا ہو گیا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہو گئے تو لوگوں نے ان کو منع کیا تو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کو چھوڑ دو، ان پر میرے ماں باپ قربان

ہیں۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی۔
(سنن ابن ماجہ)

حضرت ابي ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور فرمایا جس نے تم سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

شہادت سے قبل شہادت کی خبریں

مذکورہ روایت کی طرح اور بھی کئی روایات موجود ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کس طرح امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے، کس طرح امام حسین کو اپنے کندھوں پر سوار کرتے تھے، کس طرح امام حسین کا رونا آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تکلیف دیتا تھا۔ کس طرح امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے جنت سے کپڑے آتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہیدِ کربلا امام عالی مقام میرے محبوب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محبوب نواسے تھے اور آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس معرکہ عظیم کے دن کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خود تربیت بھی فرماتے تھے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں صراحۃً فرماتے تھے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت کے اوباش حاکم شہید کریں گے۔ اور کبھی فرماتے تھے کہ

"یا ام سلمة اذا تحولت ھٰذہ التربة دما فاعلمی ان ابنی قد قتل۔ (معجم الکبیر عربی، چشتی)

ترجمہ: اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہوجائے تو یقین کرلینا کہ میرا

لخت جگر شہید کیا گیا۔ میرے محبوب نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کی جگہ بھی بیان فرمادی تھی کہ "انہ تقتل بکربلائ" یہ میرا نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلاء کی زمین میں شہید کیا جائے گا۔

ایسے دور میں جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ رونما ہونے والا تھا تو اس دور کے لیے آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

تعوذوا باالله من سنة سنين و امارة الصبيان۔

(البدایه والنهایه جلد نمبر ۸،)

ترجمہ: یعنی ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگو۔ اس مذکورہ حدیث کو سامنے رکھ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تھے کہ "اللّٰھم انی اعوذبک من رأس الستین وامارۃ الصبیان" اے اللہ میں ساٹھ ہجری اور لڑکوں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان ہلاک امتی او فساد امتی رؤس امراء اغیلمۃ سمہاء من قریش" بیشک میری امت کی ہلاکت یا فساد قریشوں کے بیوقوف اور اوباش حکمرانوں کے ہاتھوں ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل)

مذکورہ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ سے میرے آقا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے محبت اور پیار کیا تھا اس کا مثال ملنا محال ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اپنے محبوب نواسے کو یہ سب کچھ سمجھا دیا کہ تیری شہادت کب، کہاں اور کیوں ہوگی۔ اب ہم اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے آپ نے کس طرح اپنے آقا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت و سنت کو اپنی جان سے عزیز تر سمجھا تھا کہ کبھی پوری رات نماز میں ہوتے تھے، کبھی تلاوت

میں، کبھی مخلوق کی خدمت میں، کبھی سخاوت میں، ہر وقت اوامر و نواہی پر عمل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

جب حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ظاہری زندگی سے آپ کو محبوب حقیقی کی طرف سے وصال کا پیغام آیا اور آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم برقعہ پوش ہو گئے تو اس وقت عالمِ اسلام کے لیے قیامت کا منظر تھا۔ لیکن اس کے بعد گلشن توحید کی آبیاری کے لیے خلفائے راشدین اس گلشن کو اپنے محبوب قائد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے بڑھاتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ ساٹھ ہجری کا وقت آگیا جس کے متعلق حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "یہ میری امت کو قریش کے اوباش حکمران تباہ کریں گے۔

اب ایک ظالم و جابر حکمران سامنے آتا ہے اور شریعت کی حدود کو کچلنے کی کوشش کرتا ہے۔ شراب پینا شروع کر دیا، زنا عام ہوگئی، قتل و غارت عام ہوگئی، ظلم بڑھنے لگا۔ اب یہ وقت تھا جب شہیدِ کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے محبوب آقا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہر طرف نظر آنے لگا کہ میری امت کو اوباش حکمران ہلاک کریں گے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ جب عربستان کی سرزمین پر معصوم بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، بت پرستی عام تھی، ویاج خوری عام تھی، زنا کو زندگی کا اہم حصہ سمجھا جاتا ہے، جہالت و ظلم کی انتہا تھی۔ ایسے پرفتن دور میں میرے محبوب آقا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کس طرح توحید کا اعلان کیا تھا، میرے محبوب آقا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اعلان کے بعد کس طرح ابولہب نے ناشائستہ کلمات کہے تھے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ لہب نازل فرمائی تھی۔ میرے محبوب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو طائف کے میدان میں کس طرح لہولہان کر دیا گیا تھا۔ میرے محبوب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پہلی غلام عورت حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کو کس طرح ظالموں نے سرِعام شہید کر دیا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کس درخت کے ساتھ باندھ کر اور تیروں سے آپ کے جسم کو خون میں نہلایا گیا تھا۔ میرے محبوب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کس طرح اپنے صحابہ کے ساتھ شعب ابی طالب

میں محصور کیا گیا تھا۔ اور ان تین سالوں میں کتنے معصوم بچے اسلام کی آبیاری کے لیے بھوکے پیاسے شہید ہو گئے تھے، کتنی معصوم بچیاں پانی کے ایک گھونٹ کے لیے چلاتی چلاتی تڑپتی ہوئی حالت میں دم توڑ چلی تھیں۔ میرے محبوب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کس طرح جنگ احد میں اپنے رب کریم کی توحید کی بلندی کے لیے اپنے دانت مبارک شہید کروا دیے تھے۔

یہ وہ منظر تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات کے سامنے ہر وقت طواف کر رہا تھا، اب جب ایک ظالم نے اس گلشنِ اسلام کی ویرانی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی تو حضرت امام حسین کی روح تڑپ اٹھی، آنکھوں کے سامنے محبوب آقا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان مبارک تھا کہ عنقریب قریش کے اوباش حکمران میری امت کو ہلاک کر دیں گے۔

اس دینِ محمد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بچانے کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تن من دھن، اپنا وطن، اولاد، مال، دولت ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ جب تاریخ عالم نے دیکھا کہ ایک طرف ہزاروں لوگ جو بظاہر مسلمان تھے اپنے محبوب نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محبوب نواسے کو بھوکا اور پیاسا دیکھتے خوشی محسوس کر رہے تھے۔ لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور ان کے جان نثاروں کو پانی کا ایک گھونٹ پلانا ان کی نظر میں بڑا جرم تھا۔ در حقیقت یہ مقام رضا تھا جہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ بھی ڈگمگاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا فیصلہ ہے کہ انسان کو بھوک، خوف، مال، ثمرات وغیرہ کی کمی سے آزمایا جاتا ہے کہ دیکھا جائے کہ انسان اپنے مالک حقیقی کی رضا پر راضی رہتا ہے یا نہیں۔ لیکن تاریخ عالم نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر بھی رضا کا دامن نہیں چھوڑا اور جابر و ظالم کے سامنے اپنی گردن نہ جھکائی۔ اب وہ آخری مرحلہ مقام رضا بھی آ پہنچا جب حضرت امام عالی مقام کے سامنے آپ کے جان نثاروں کو ایک ایک کر کے شہید کیا گیا۔

اور آخر وہ گھڑی بھی آ گئی جب معصوم علی اصغر کی شہادت واقع ہوئی۔ لیکن اس صبر کے پہاڑ نے

اپنے نانا محمد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کو مضبوطی کے ساتھ سنبھال کر رکھا۔ اور پھر یہ مرد مجاہد مرد غازی جس نے 72 نفوسِ قدسیہ کے ساتھ بالآخر خود بھی شہادت کا جام پی لیا۔ اور اپنے نانا کے دین کے ساتھ ایسا رشتہ جوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملا جس کا مثال تاریخ عالم میں ملنا محال ہے۔

حضرت امام عالی مقام کی شہادت کا پہلا پیغام عملی جدوجہد کا پیغام ہے۔ محبت حسین رضی اللہ عنہ کو فقط رسمی نہ رہنے دیا جائے بلکہ اسے اپنے عمل و حال و قال میں شامل کر لیا جائے اور اپنی زندگی کا مقصد بنایا جائے، یعنی معلوم کیا جائے کہ یزیدی کردار کیا ہے اور حسینی کردار کیا ہے۔

یزید نے کھلم کھلا اسلام کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی بتوں کی پوجا کی تھی، مسجدیں بھی مسمار نہیں کی تھیں۔ وہ اسلام کا نام بھی لیتا تھا، وہ یہ بھی کہتا تھا کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں، میں مسلمان بھی ہوں، میں موحد بھی ہوں، میں حکمران بھی ہوں، میں آپ کا خیر خواہ بھی ہوں۔ اسلام کا انکار یہ تو ابوجہلی ہے، ابولہبی ہے۔ یزیدی کردار یہ ہے کہ مسلمان بھی ہو اور اسلام سے دھوکہ بھی کیا جائے، امانت کی دعویٰ بھی ہو اور خیانت بھی کی جائے، نام اسلام کا لیا جائے اور آمریت بھی مسلط کی جائے۔ اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو کچلا جائے۔ اسلام سے دھوکہ فریب یزیدیت کا نام ہے۔ بیتُ المال میں خیانت کرنا، دولت کو اپنی عیش پرستی پر خرچ کرنا یزیدیت کا نام ہے۔ معصوم بچوں اور بچیوں کے مال کو ہڑپ کرنا یزیدیت کا نام ہے۔ مخالف کو کچلنا اور جبراً بیعت اور ووٹ لینا یزیدیت کا نام ہے۔

آج روحِ حسین رضی اللہ عنہ ہم سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ "میری محبت کا دم بھرنے والوں میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری محبت رسمی ہے یا پھر آج تم کوئی معرکہ کربلا برپا کرتے ہو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری محبت میں پھر تم آج کے وقت یزیدیوں کو للکارتے ہو یا نہیں۔ روح حسین رضی اللہ عنہ آج پھر دریائے فرات کو رنگین دیکھنا چاہتی ہے، آج تمہارے صبر و استقامت کا امتحان لینا چاہتی ہے۔ کہ کون اسلام کا جھنڈا سربلند کرتے ہوئے تن من دھن کی بازی لگاتا ہے، کون ہے جو مجھ سے حقیقی پیار کرتا ہے

حسینیت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں جہاں تمہیں یزیدیت کے کردار کا نام و نشان نظر آئے حسینی لشکر کے غلام و فرد بن کر یزیدیت کے بتوں کو پاش پاش کر دو۔ اس کے لیے اگر تمہیں مال، جان، اور اپنی اولاد ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔

پہلے حسینی کردار کی تجلی اپنے اندر پیدا کرو، سیرت حسین کو اپنے سینے پہ سجالو، پھر اس قوت حسینی سے یزیدی کردار کی مخالفت کرو اور اس کا مقابلہ کرو۔ کاش ہمیں وہ دل نصیب ہو جائے جس میں عمل و محبت حسین رضی اللہ عنہ ہو۔ کیوں کہ یہ دنیا تو ہر کسی کو چھوڑنی ہے، جس نے اقتدار کے نشے میں اگر لوگوں کا قتلِ عام کیا، معصوموں کا خون بہایا، ظلم کے پہاڑ گرائے وہ بھی مر گیا، جس نے اپنے سینے پر تیروں کو جگہ دی، شریعت کی پیروی کی، مخلوق کی خدمت کی وہ بھی چلا گیا۔ لیکن یزیدیت تباہی و بربادی کا نام ہے، اور حسینیت محبت و اخوت و بہادری کا نام ہے۔ جو ظالم ہو کر مرتا ہے وہ خالق و مخلوق کی نظر میں مردود ہے۔ جو عادل ہو کر اپنی جان رب کریم کے حوالے کرتا ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے۔ یہی شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا فلسفہ تھا۔ یہی آپ کا جذبہ تھا کہ حسینیت کبھی کسی ظالم و جابر کے سامنے سر خم نہیں کرتی اور کبھی مصیبت میں نہیں گھبراتی۔ وہ مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہے تو خوشی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیغام و مقصد کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نواسے ہیں اس عظیم ہستی کے جن کے امتی ہونے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام دعائیں کرتے رہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے واسطہ سے ہمیں ایمان و نعمت اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں فرمان الٰہی سنایا اور اسلام کے احکامات بتلانے کے لیے طائف کی ستم ظریفیاں اور شعب ابی طالب کی مصیبتیں و سختیاں برداشت کیں۔ ہر درد دینے والے کو دعا دی پر کوئی عوض نہ چاہا سوائے اس کے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔

ترجمہ: میں (محمد رسول اللہ) تم سے اس (تبلیغ اسلام) پر کوئی اجر نہیں چاہتا ہوں بجز قرابت داروں کی محبت کے۔

جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یارَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَمَنْ قَرَابَتُکَ ہٰؤُلاءِ الَّذِینَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُھُمْ ؟ قَالَ : عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَابْنَاہُمَا ۔

اے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن سے آپ نے محبت کرنیکا فرمایا ہے ان سے کون سی وہ اعلیٰ شخصیات مراد ہیں جن سے محبت کرنے پر خود رب کائنات نے بھی ارشاد فرمادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے رضی اللہ عنہم ۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر: 2575)

ایک اور مقام پر ان سے محبت کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہدایت کی اساس قرار دیتے ہوئے فرمایا حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایا:

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقْلَیْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا ۔

ترجمہ: لوگو میں تم میں دو بھاری (نہایت اہمیت والی) چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، اگر تم نے اِن دونوں کو تھامے رکھا (ہر عمل ان کی ہدایات کے مطابق کیا) تو ہر گز گمراہ نہ ہوں گے: کتاب اللہ اور میری اہل بیت ۔ دیکھنا! میرے بعد تم اِن دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔

(جامع ترمذی، ج5، ص662، حدیث نمبر3788/3786، چشتی)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ۔

ترجمہ: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام ج2 ص218 حدیث نمبر4144)

آپ کی ولادت کی خبر پیدائش سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی گئی تھی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی ام فضل بنت حارثہ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک دن انہوں نے ایک خواب دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رات میں نے ایک ڈرا دینے والا خواب دیکھا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے چچی جان! آپ نے ایسا کیا دیکھا ہے خواب میں؟ عرض کرنے لگی بہت ہی فکر کا باعث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ہے کیا؟ عرض کرنے لگی کہ میں نے دیکھا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ سننے کے بعد مسکراتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے کہ تم نے تو کتنا شاندار خواب دیکھا ہے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو صاحبزادے تولد ہونگے اور وہ تمہاری گود میں پرورش پائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان فرمائی ہوئی بشارت کے عین مطابق ہی بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور وہ میری گود میں آئے۔ (مشکوۃ المصابیح، ج ا، ص 572،)

آپ رضی اللہ عنہ جہاں نواسہ ختم الرسل ہیں وہاں ان خوش نصیبوں میں سے بھی ہیں جن کے نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تجویز فرمائے۔ معجم کبیر طبرانی میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ , أَنَّهُ سَمّٰى ابْنَهُ الأَكْبَرَ حَمْزَةَ ،

وَسَمَّى حُسَيْنًا جَعْفَرًا بِاسْمِ عَمِّهِ ، فَسَمَّاهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت حسن کا نام مبارک حمزہ اور چھوٹے بیٹے کا نام مبارک آپ کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔

(معجم کبیر طبرانی حدیث نمبر 2713،)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ دونوں نام رکھنے کی وجہ بھی بیان فرمادی۔ حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء ہیں اور اسلام سے پہلے عرب میں یہ دونوں نام نہیں رکھے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (صواعق محرقہ صفحہ 118)

اس لیے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبیر و شبر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنٰی ایک ہی ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی نے الصواعق المحرقہ میں صفحہ 115 پر یہ روایت درج فرمائی ہے۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور القاب مبارکہ ریحانہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، سید شباب اهل الجنة ، الرشید ، الطیب ، الزکی ، السید اور المبارك ہیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے کانوں میں آذان کہی گئی اور وہ آذان کی متبرک آواز حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی۔ جیسا کہ روایت میں آتا ہے

عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، أَنّ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حِينَ وُلِدَا ۔

ترجمہ : حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حسن اور حسین پیدا ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے کانوں میں آذان کہی ۔(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر2515)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی ولادت پر عقیقہ کیا اور اس کے لئے ایک ایک دنبہ کو ذبح فرمایا جیسا کہ ابوداود شریف کی روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ صفحہ 392 حدیث نمبر 2843،)سنن نسائی کتاب العقیقۃ حدیث نمبر4230)(سنن بیہقی حدیث نمبر1900)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا:

يَمُتَصُّ لُعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمُتَصُّ الرَّجُلُ التَّمَرَةَ ۔

وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن مبارک (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔(نور الابصار صفحہ 114)

کیا محبت کا عالم ہو گا۔اتنی محبت جہاں میں کسی نے بھی اپنے نواسوں سے نہیں کی ہو گی پر نواسوں نے بھی محبت کا حق ادا کیا، خاندان لوٹا دیے، گردنیں کٹوادیں پر نانا کے دین پر حرف نہ آنے دیا۔ایک مرتبہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھایا اور آپ کے لبوں کو

بوسہ دے کر ان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح فرمایا اور ساتھ ساتھ جو ان سے محبت کرے ان کو بھی دعا دی فرمایا:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔

ترجمہ: اے اللہ! میں ان (حسن وحسین) سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام جلد 2 صفحہ 218)

ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن وحسین کی شان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ تو ان دونوں سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اسکو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع ترمذی باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام حدیث نمبر 4138)

کیا کمال شخصیت ہیں خود تو اللہ کو محبوب ہیں جو ان سے محبت کرے وہ بھی اللہ کے محبوبوں میں شامل ہو جاتا ہے۔کیونکہ ایسے انسان کے لیے جو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہے خود رسول خدا دعا فرمارہے ہیں:

اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام جلد 2 صفحہ 218 حدیث نمبر 4144)

ایک لحاظ سے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو جو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ان سے محبت کرے کو ایک نسخہ

بتادیا کہ ہر وقت امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے قصیدے پڑھیں، ان کی شان کو بیان کریں کیونکہ ان کی شان کو بیان کرنا سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور سنت بھی ایسی کہ جو نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ پسند تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے عالم کا اندازہ تو کریں کہ نہ صرف اس کے لیے دعا فرمائی جو ان سے محبت کرتا ہے بلکہ جو ان سے بغض رکھتا ہے اس کے لیے وعید بھی بیان فرما دی اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے کفار کے ظلم پر بھی بارگاہِ خداوندی میں یہ کہا کہ اے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما یہ نہیں پہچانتے مجھ کو کہ جو حسنین کریمین سے بغض رکھتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتا ہے جیسا کہ فرمان ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے محبت کی، اس نے در حقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(سنن ابن ماجہ شریف باب فضل الحسن والحسین ابنی علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہم حدیث نمبر 148)

یہ شہزادے تو وہ ہیں جن کا رونا بھی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزرتا ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ زِيَادَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلَى بَيْتِ فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِيْ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ بُكَائَهُ يُؤْذِيْنِيْ۔

ترجمہ: سیدنا زید بن ابی زیادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا، امام حسین رضی اللہ عنہ کی رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی کیا آپ کو معلوم نہیں ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

(نورالابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار ص 139)

کیوں نہ ایسی حالت ہوتی جن کے بارے میں میرے پیارے مصطفی کا یہ فرمان ہو: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنُ هُمَا رُیُحَانِیْ مِنَ الدُّنْیَا

حسن اور حسین ضی اللہ عنہما دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

ایک بار تو ایسا ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خاطر منبر سے خطبہ فرماتے وقت خطبہ کو موقوف کر دیا، منبر سے نیچے تشریف لائے اور ان کو اپنی گود میں لے لیا جیسا کہ جامع ترمذی شریف سنن ابوداؤد شریف، سنن نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي : بُرَيْدَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه و آله وسلم يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللَّهُ (إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلاَدُكُمْ فِتْنَةٌ) فَنَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا ۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے

حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کیے لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھالیا پھر (منبر مقدس پر رونق افروز ہوکر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آرہے تھے لڑکھڑا رہے تھے مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کرکے انہیں اٹھالیا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی فرمادیا تھا:

إِنَّ اِبْنِیْ ہٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِأَرْضٍ مِنْ أَرْضِ الْعِرَاقِ یُقَالُ لَهَا کَرْبَلَاء ۔ فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِکَ مِنْهُمْ فَلْیَنْصُرْهُ

(البغوی وابن السکن والباوردی وابن منده وابن عساکر عن أنس بن الحارث بن منبه۔

ترجمہ: یقینا میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا، تو افراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہیے کہ ان کی نصرت وحمایت میں کھڑا ہوجائے۔

(کنزالعمال حدیث نمبر 34314)

جبکہ شہید کرنے اور مخالفت کرنے والوں نے اس ارشاد کو بھلا دیا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَہْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام حدیث نمبر 4136)

اور سردار اپنی شاہی میں اپنے فرمانبرداروں کو ہی ساتھ رکھتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں اور منبروں پر سمجھاتے ہیں کہ وہ سیاست کے لیے وہاں گئے تھے وہ خود اندازہ کرلیں کہ کس منہ سے وہاں حاضر ہوں گے۔

اس کو بھی وہ بھول گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے جاہ و جلال، سرداری اور جرات و سخاوت کا وارث بنایا تھا:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنتِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰہِ ! هٰذَانِ ابْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا شَيْئًا، فَقَالَ:أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُؤْدُدِي، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي۔

ترجمہ: خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال کے دوران حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا: یارسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کے شہزادے ہیں، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں ! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن ؑمیرے جاہ وجلال اور سرداری کا وارث ہے اور حسین ؑمیری جرات و سخاوت کا۔

(معجم کبیر طبرانی حدیث نمبر 18474)(جامع الاحادیث للسیوطی مسانید النساء مسند فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث نمبر 43493)(کنز العمال باب فضل الحسنین رضی اللہ عنہما حدیث نمبر 37712)

آپ کی شہادت عظمیٰ روز عاشورہ دس (10) محرم الحرام سنہ اکسٹھ (61) ہجری میں ہوئی، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ میں نقل فرمایا ہے: قال الزبیر بن بکار: قتل الحسین یوم عاشوراء سنۃ إحدی وستین وکذا قال الجمہور۔

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی شہرت بھی عام ہوگئی تھی۔ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا اور دیگر صحابہ کبار و اہلِ بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔ جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔ جیسا کہ روایت میں مذکور ہے:
حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی حضرت اُم الفضل کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (امام حسین اس وقت گودِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹّی بھی لائے۔ (مشکوٰۃ صفحہ 572)

اور ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اِبْنِیَ اَلْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِ بِاَرْضِ الطَّفِ میرا بیٹا میرے بعد ارضِ طِف میں قتل کیا جائے گا۔ اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی

خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 118)

طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔ فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھا دوں۔ پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 118)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دے دی تھی اور آپ کی شہادت پر صدمہ ہوا اور بوقت شہادت کربلا میں موجود تھے سابقہ مضامین میں مختصراً عرض کیا گیا تھا مکمل و مفصّل حوالہ جات درج ذیل ہیں:

اہلحدیث حضرات کے محقق علماء لکھتے ہیں: شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دے دی تھی اور بوقت شہادت امام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کربلا میں موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدمہ ہوا۔

(فضائل صحابہ صفحہ 104 تحقیق حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اہلحدیث وہابی)

عن ام سلمۃ قالت قال رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يقتل حسين بن علي علي رأس سيتن من المهاجري۔
(مجمع، 9 : 190)۔(بحواله طبراني في الاوسط)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین بن علی کو ساٹھ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔

غیب کی خبریں بتانے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی نشاندہی کر دی کہ یہ عراق کا میدان کربلا ہو گا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ یہ عظیم سانحہ 61 ہجری کے اختتام پر رونما ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر دعا فرمایا کرتے:

اللهم انی اعوذبک من رائس الستين و امارة الصبيان۔

ترجمہ: اے اللہ میں ساٹھ ہجری کی ابتدا اور (گنوار) لڑکوں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(الصواعق الحرقه: 221)

60 ہجری کی ابتدا میں ملوکیت کی طرف قدم بڑھایا جا چکا تھا اور یہی ملوکیت وجہ نزاع بنی۔ اور اصولوں کی پاسداری اور اسلامی امارت کے شہریوں کے بنیادی حقوق کی خاطر نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں حق کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی اور اپنے جان نثاروں کی جانوں کی قربانی دینا پڑی۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اہل حق کٹ تو سکتے ہیں کسی یزید کے دست پلید پر بیعت کر کے باطل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ نیزے کی انی پر چڑھ کر بھی قرآن سناتے ہیں۔ ان کے بے گور و کفن لاشوں پر گھوڑے تو دوڑائے جا سکتے ہیں لیکن انہیں باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا، یہی لوگ تاریخ کے چہرے کی تابندگی کہلاتے ہیں اور محکوم و مظلوم

اقوام کی جدوجہد آزادی انہی نابغان عصر کے عظیم کارناموں کی روشنی میں جاری رکھتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 60 ہجری کی ابتدا سے پناہ مانگتے تھے کہ خلفائے راشدین کے نقش قدم سے انحراف کی راہ نکالی جارہی تھی، لڑکوں کے ہاتھ میں عنان اقتدار دے کر اسلامی ریاست کو تماشا بنایا جارہا تھا۔ کہ اب سنجیدگی کی جگہ لاابالی پن نے لے لی تھی۔

حضرت یحیٰ حضرمی کا ارشاد ہے کہ سفر صفین میں مجھے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ جب ہم نینوا کے قریب پہنچے تو داماد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو عبداللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے عرض کیا "یہ کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے:

ان الحسين يقتل بشط الفرات و اراني قبضة من تربته۔

ترجمہ: حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے قتل ہوگا اور مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی۔ (الخصائص الکبریٰ 12:2، چشتی)

حضرمی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی شیر خدا رک کر اس زمین کو دیکھنے لگے تو اچانک بلند آواز میں گویا ہوئے۔ ابو عبداللہ! حسین رضی اللہ عنہ بر کرنا۔ ہم سہم گئے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے، آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میدان کربلا میں میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگا۔

حضرت اصبغ بن بنانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اتينا مع علي موضع قبر الحسين فقال ههنا مناخ ركابهم و موضع رحالهم و مهراق دمائهم فئة من ال محمد صلي الله عليه وآله وسلم يقتلون بهذه العرصة تبكى عليهم

السماء والارض۔

ترجمہ: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبر حسین رضی اللہ عنہ کی جگہ پر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور یہ ان کے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون بہنے کا مقام ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گروہ اس میدان میں شہید ہو گا جس پر زمین و آسمان روئیں گے۔ (الخصائص الکبری، 126:2، چشتی) (سرالشہادتین: 13)

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کا پورا نقشہ کھینچ دیا کہ یہاں پر وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گا اور یہاں خاندان رسول ہاشمی کا خون بہے گا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین کو عراق میں قتل کر دیا جائے۔ اور یہ کہ جبرئیل نے کربلا کی مٹی لاکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا ام سلمه اذا تحولت هذه الترته دما فاعلمي ان ابني قد قتل فجعلتها ام سلمة في قارورة ثم جعلت تنظر اليها كل يوم و تقول ان يوما تحولين دما ليوم عظيم۔

ترجمہ: اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ میرا یہ بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں اے مٹی! جس دن تو خون ہو جائے گی وہ دن عظیم ہو گا۔

(الخصائص الکبری، 125:2، چشتی)۔ (سرالشہادتین، 28)۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، 108:3)

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سے رونے کا سبب پوچھا اور کہا: کس شے نے آپ کو گریہ و زاری میں مبتلا کر دیا ہے؟ آپ نے کہا: میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور اور ریش مبارک گرد آلود تھی۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیسی حالت بنی ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ابھی ابھی حُسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ حدیث ان کتب میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں۔

(جامع ترمذی صفحہ نمبر 1028 حدیث نمبر 3771 باب مناقب حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) طبع الاولیٰ 1426ھ، دار الکتب العربی بیروت، چشتی)۔ (مستدرک امام حاکم تلخیص: علامہ ذہبی جلد 4 صفحہ 387 حدیث نمبر 6895 باب ذکر ام المومنین ام سلمہ // طبع قدیمی کتب خانہ پاکستان، جز: 5، چشتی) (تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی جلد 2 صفحہ 356 طبع الاولی ھند) (البدایہ والنھایہ ابن کثیر محقق: عبد المحسن ترکی جلد 11 صفحہ 574 طبع الاولیٰ 1418ھ، جز: 21 الھجر بیروت)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غبار آلود دوپہر کے وقت خون سے بھری ہوئی ایک شیشی لیے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ فداک ابی وامی، یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ حسین (رضی اللہ عنہما) اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے اکٹھا کر رہا ہوں۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو ٹھیک وہی دن شہادت امام حسینؑ کا روز تھا۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہیں۔ (البدایۃ والنھایۃ)

ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن محمد بن ہانی ابو عبد الرحمن نحوی سے، انہوں نے مہدی بن سلیمان سے اور انہوں نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سو کر اٹھے تو "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہا اور کہنے لگے اللہ کی قسم امام حسین شہید کر دیے گئے ہیں۔ ان کے اصحاب نے پوچھا کہ اے ابن عباس! کیوں کر؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خون کی ایک شیشی لیے ہوئے خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن عباس! کیا تم جانتے ہو کہ میرے بعد میری امت کے اشقیاء نے کیا کیا؟ انہوں نے امام حسینؑ نے شہید کر دیا ہے۔ اور یہ اس کا اور اس کے اصحاب کا

خون ہے جسے میں اللہ تعالی کے حضور پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ دن اور گھڑی لکھ لی گئی۔ اس کے بعد چوبیس دن بعد مدینہ شریف میں یہ خبر آئی کہ امام حسین کو اسی دن اور اسی وقت میں شہید کیا گیا۔ حمزہ بن زیارت نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ دونوں پیغمبر امام حسینؑ کے روضہ پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ ابو نصر نے بالاسناد حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر انور پر ستر ہزار فرشتے اترے اور قیامت تک آپ کے کے لیے اشکباری کرتے رہیں گے۔ (البدایۃ والنھایۃ، چشتی)

عن ام سلمه قالت قال رسول الله ﷺ أخبرني جبرئيل ان ابني الحسين يقتل بأرض العراق فقلت لجبرئيل ارني تربة الارض التي يقتل فيها، فجاء فهذه تربتها ۔ (البدايه والنهايه، 8 : 196 200)۔(كنز العمال، 12 : 126، ح : 34313)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی للہ عنھا روایت کرتی ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرئیل امین نے (عالم بیداری میں) بتایا کہ میرا یہ بیٹا حسین عراق کی سرزمین میں قتل کر دیا جائیگا میں نے کہا جبرئیل مجھے اس زمین کی مٹی لاکر دکھادو جہاں حسین کو قتل کر دیا جائے گا پس جبرئیل گئے اور مٹی لاکر دکھادی کہ یہ اس کے مقتل کی مٹی ہے۔

عن عائشة عنه انه قال أخبرنى جبرئيل ان ابني الحسين يقتل بعدي بأرض الطف ۔

ترجمہ : ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر دی کہ میرا یہ بیٹا حسین میرے بعد مقام طف میں قتل کر دیا جائے گا۔ (المعجم الکبیر، 3: 107، حدیث نمبر 2814)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی روایت بھی کم و بیش وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے، یہ بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع ہے۔ یہ روح فرسا اطلاع پا کر قلب اطہر پر کیا گزری ہوگی اس کا تصور بھی روح کے در و بام کو ہلا دیتا ہے، پلکوں پر آنسوؤں کی کناری سجنے لگتی ہے اور گلشن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تباہی کا دلخراش منظر دیکھ کر چشم تصور بھی اپنی پلکیں جھکا لیتی ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمان مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کیا بات ہے چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ:

ان امتک ستقتل هذا بأرض يقال لها كربلاء۔

ترجمہ: آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے حسین کو اس سر زمین پر قتل کر دے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، 3: 109، ح: 2819)۔

اہل بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نواسہ رسول سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی عظیم شخصیات صرف اہل اسلام کے عوام و خواص ہی نہیں، غیر مسلموں کے نزدیک بھی چنداں محتاجِ تعارف نہیں۔ انہیں یہ عظمت و رفعت اور چہار دانگ عالم میں شہرت محض وہبی فضائل و مناقب (مثلاً اہل بیت رسول میں پیدا ہونا، براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہونا، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حد درجہ محبت و شفقت کا ملنا، سیدۃ النساء اہل الجنۃ سیدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا لخت جگر اور حیدر کرار سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نورِ نظر ہونا، شکل و شباہت اور چال ڈھال

میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہونا، قریش اور سادات میں سے ہونا، مدینہ منورہ میں پیدا ہونا وغیرہ) کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے کسی کمالات مثلاً اخلاقی پاکیزگی، مکارم اخلاق، خدمت اسلام اور راہِ خدا میں اپنی اور اپنے اہل خانہ کی شہادت اور منفرد ایثار و قربانی وغیرہ کی بدولت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ملا کر انہیں گھٹی ڈالی اور خود زبان نبوت سے ان کے کان میں اذان (اللہ اکبر، اللہ اکبر) کہی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں جس طرح اس اذان اور لعاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوش کرنے اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی لاج رکھی اور اس موقع پر راہ عزیمت اختیار کرتے ہوئے جس جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا، جس انداز میں اسلامی نظام خلافت کے احیاء کی خاطر قربانی دینے اور جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی مثال قائم کی اور شدید مصائب برداشت کیے، اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ میدان کربلا میں آپ کی، آپ کے اہل خانہ کی اور آپ کے جملہ اعوان و انصار کی اسی غیر معمولی ثابت قدمی، جوان مردی، وفا شعاری، شدائد و مصائب اور انتہائی مظلومیت کی شہادت نے مورخین، تذکرہ نگاروں اور سوانح نگاروں کی زیادہ تر توجہ کو آپ کی مظلومانہ شہادت اور کربلا میں پیش آنے والے افسوس ناک بلکہ الم ناک واقعات اور مصائب کی طرف مبذول کیے رکھا۔ اسی پس منظر میں زبان نبوت سے بیان ہونے والی آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت، شفقت و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہبی کمالات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی مگر آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اخلاقی امور، معاشرتی پہلو اور دیگر معاملات کو بہت کم اُجاگر کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کبار مؤرخین مثلاً صاحب اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، صاحب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب، صاحب الاصابہ فی تمیز الصحابہ اور ابن کثیر وغیرہ کے ہاں بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کے علمی، اخلاقی و معاشرتی پہلو پر بہت کم مواد ملتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ گوشہ تشنہ سا لگتا ہے۔ مشہور مورخ شاہ معین الدین احمد ندوی نے اس کمی کا شکوہ یوں کیا ہے: تمام ارباب سیر آپ رضی اللہ عنہ کے کمالاتِ علمی کے معترف ہیں۔ علامہ ابن عبد البر، امام نووی، علامہ ابن اثیر اور دیگر ارباب سیّر اس بات پر متفق ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ

بڑے فاضل تھے لیکن افسوس اس اجمالی سند کے علاوہ واقعات کی صورت میں ان کمالات کو کسی سیرت نگار نے قلم بند نہیں کیا۔ (سیر الصحابہ طبع دوم 1951ء243/6، چشتی)

بالکل یہی حال ان کی اخلاقی عظمت و پاکیزگی اور حسن اخلاق کا ہے۔ سیرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ پہلو جس تفصیل و تشریح کا متقاضی تھا وہ عام تذکروں میں نہیں پائی جاتی جبکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شہادت کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً چھپن سال کی ہو چکی تھی۔ چھپن سال کا یہ عرصہ آپ نے خیر القرون میں اسلامی بلکہ انسانی تاریخ کے سب سے بہترین معاشرے میں گزارا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت بھی صاحبِ خلق عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خود فرمائی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس عظیم ماں کی گود میں پرورش پائی اس کی پاک دامنی اور طہارت پر قرآن و حدیث گواہ ہیں، نانا جان علیہ التحیۃ والسلام کے وصال کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت اس باپ نے فرمائی جو علم و عمل کا مجمع البحرین تھے اور جس کے علمی و عملی کمالات اور فضائل و محاسن پر قرآن و حدیث کے علاوہ تاریخ اسلام کی گواہی ثبت ہے۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی تعلیم و تربیت کے درج بالا خدائی انتظامات اور خود قرآن و سنت پر عبور حاصل ہونے کے بعد کیسے ممکن تھا کہ آپ ایک عظیم اور اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرتی اخلاق و آداب کی حامل شخصیت کا درجہ نہ پاتے۔ چنانچہ آپ کی اخلاقی عظمت و رفعت کے حوالے سے بعض ایمان افروز چیزیں، شروح حدیث، تذکرہ، تاریخ اور سوانح وغیرہ کی کتابوں میں جستہ جستہ مل جاتی ہیں۔ اس لیے آئندہ سطور میں ہم آپ کے عمومی فضائل و مناقب، ذوق عبادت، علمی فضائل و کمال، سوانح حیات، الم ناک شہادت اور واقعات کربلا (جن پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے) کی بجائے آپ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی عظمت کی چند ایمان افروز جھلکیاں پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی عملی اور معاشرتی زندگی میں جن مکارم اخلاق یا جس بلند اخلاقی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا اس میں جہاں ان کی خاندانی شرافت و نجابت، حسب و نسب، پاکیزہ گھریلو ماحول، خانوادہ نبوت کی تعلیم و تربیت، صحبت صحابہ اور مدینہ منورہ کے عمومی پاکیزہ ماحول کا عمل

دخل تھا وہاں ان کی اخلاقی پاکیزگی میں خصوصی دعاء نبوی بھی کارفرما تھی۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلْمَةَ رَبِيْبِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ہَذِہِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم {إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا} [الأحزاب، 33:33] فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا فَاطِمَةَ، وَحَسَنًا، وَحُسَيْنًا، فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ، هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ۔ (أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: تفسیر القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: ومن سورة الأحزاب، 351/5، الرقم: 3205، چشتی)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت ''اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا مَیل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔'' نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین سلام اللہ علیہم کو بلایا اور انہیں ایک کملی میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی ص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف کر دے۔

مذکورہ بالا روایت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ بیت اطہار سے جس ''الرجس'' (پلیدی) دور کیے جانے کی بطور خاص دعا فرمائی تو اس لفظ کے معنی پر ایک نظر ڈال لینا بے جانہ ہوگا تاکہ اس کی وسعت کا کچھ اندازہ ہوجائے۔ الفاظ قرآن مجید کے لغوی معانی کے لیے مستند ترین ماخذ ''المفردات فی غریب القرآن'' میں علامہ راغب اصفہانی نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

الرجس الشئی القذر۔۔۔ والرجس یکون علی اربعة اوجه اما من حیث الطبع واما من جهة العقل واما من جهة الشرع واما من کل ذالک کالمیتة ۔ (راغب اصفهانی، المفردات فی غریب القرآن صفحه 187)

ترجمہ: رجس گندی، پلید، میلی اور قابل نفرت چیز کو کہتے ہیں۔۔۔ اب کسی چیز کا گندہ یا پلید ہونا چار وجہ سے ہوسکتا ہے یا تو طبعی اعتبار سے وہ چیز گندی ہوگی یا عقل کی جہت سے یا شرعی اعتبار سے یا اس کا گندا ہونا ان ساری وجوہ کی بنیاد پر ہوگا جیسے مردار کا گندا اور قابل نفرت ہونا۔

جبکہ مشہور شارح حدیث علامہ نووی نے لفظ ''الرجس'' کا معنی یہ بتایا ہے کہ:

الرجس قیل هو الشک وقیل العذاب وقیل الاثم قال الازهری الرجس اسم لکل مستقذر من عمل ۔ (نووی، شرف الدین یحییٰ، شرح صحیح مسلم مع الصحیح، کتاب و باب مذکور، 2/283، چشتی)

ترجمہ: رجس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شک ہے اس کا معنی عذاب اور گناہ بھی کیا گیا ہے اور علامہ ازہری کہتے ہیں کہ رجس کا اطلاق ہر گندے اور ناپاک عمل پر ہوتا ہے۔

اور ملا علی قاری نے ''الرجس'' کا معنی الاثم وکل ما مستقذر مرواہ بتایا ہے۔

(ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب مناقب اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 370/11)

یعنی ہر ظاہری و باطنی گناہ اور ہر وہ عمل جو انسانی مروت کے خلاف ہو۔

اس دعائے نبوی کا فیض تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اخلاقی عظمت کے اعتبار سے اسی بلند درجہ پر فائز تھے جو آپ کے شایان شان تھا۔ چنانچہ نامور تذکرہ نگار ابن الاثیر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عمومی اخلاق و عادات اور خصائل کی طرف اجمالی طور پر یوں اشارہ کیا ہے:

و کان الحسین رضی اللہ عنہ فاضلا کثیر الصوم والصلوۃ والحج والصدقۃ و افعال الخیر جمیعاً۔

(ابن الاثیر اسد الغابہ جلد 2 ژفحہ 23، چشتی)

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بڑی فضیلت کے مالک، کثرت سے روزہ، نماز، حج ادا کرنے والے، صدقہ دینے والے اور تمام افعال خیر سرانجام دینے والے تھے۔

اب ذیل میں ان کے معاشرتی اخلاق و آداب اور حسن اخلاق کے حوالے سے درج بالا اجمال کی ایمان افروز تفصیل ملاحظہ ہو:

بڑے بھائی کا ادب و احترام

اسلامی اخلاق و آداب کی رو سے چھوٹے بھائیوں پر اپنے بڑے بھائی کا ادب و احترام اسی طرح لازم ہے جس طرح والد محترم کا احترام لازم ہوتا ہے۔ چھوٹے بھائیوں کے سامنے بڑے بھائی کا مرتبہ و مقام شرعی نقطہ نظر سے والد کے برابر ہے چنانچہ اس چیز کی وضاحت اور تعلیم امت کی خاطر معلم اخلاق اور صاحب خلق عظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن العاص سے مروی ایک حدیث میں فرمایا: حق کبیر الاخوۃ علی صغیر ھم حق الوالد علی ولدہ۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الآداب باب البر والصلۃ، ص: 421)

تمام بھائیوں میں بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائیوں پر اُس حق کے برابر ہے جو والد کو اپنی اولاد پر حاصل ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان علیہ التحیۃ والسلام کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کس طرح اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دل کی گہرائیوں سے احترام کیا، اس کا نمونہ ملاحظہ ہو:

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے سامنے بنفس نفیس موجود ہو تو حیاء کا تقاضا ہوتا ہے کہ چھوٹا بڑے کا احترام کرے جبکہ سامنے موجود نہ ہونے کی صوت میں عموماً اس چیز کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی جان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ادب و احترام کو غائبانہ طور پر بھی ملحوظ رکھا۔ چنانچہ مشہور مورخ ابن قتیبہ نے یہ ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس آکر سوال کیا (بھیک مانگی) تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: دیکھو بھیک مانگنا جائز نہیں سوائے بہت زیادہ مقروض یا محتاج بنا دینے والے فقر یا بہت زیادہ تاوان کی شکل میں، تو اس آدمی نے عرض کیا: میں اسی قسم کا ایک مسئلہ درپیش ہونے کی صورت میں آپ کے پاس آیا ہوں۔

اس پر آپ نے اسے سو دینار دینے کا حکم فرمایا۔ پھر وہ آدمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے بھی سوال کیا۔ آپ نے بھی بھیک کے معاملے میں اس سے وہی بات فرمائی جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ اس نے وہی جواب دیا جو وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دے چکا تھا تو آپ نے پوچھا: انہوں نے تجھے کتنی رقم دی؟ اس نے بتایا سو دینار۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دینار کم کرتے ہوئے (ننانوے) دینار اسے دے دیے اور اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ بڑے بھائی کے ساتھ اس معاملے میں برابری کریں۔ پھر اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر سوال کیا۔ انہوں نے بغیر کچھ پوچھے اسے سات دینار دے دیے۔ اس پر اُس نے کہا: میں حضرت امام حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تھا اور ان سے پیش آنے والا سارا مذکورہ

واقعہ بیان کیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ویحک وانی تجعلنی مثلھما انھما غراء العلم غرا المال۔(ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، 126/7، چشتی)

ترجمہ: تیرے اوپر تعجب ہے تو مجھے اُن کی مثل کیسے بنا رہا ہے۔ بے شک وہ دونوں بھائی علم اور مال کا دریا ہیں۔

کسی بھلائی کے عمل اور کار خیر میں باہمی مسابقت اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا شریعت میں ایک پسندیدہ اور مطلوب امر ہے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کے احترام میں یہ بات بھی پسند نہ تھی۔ چنانچہ مشور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ:

لا یحل المسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال والسابق السابق الی الجنۃ۔

ترجمہ: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ تین راتوں سے زیادہ اپنے بھائی سے ملاقات اور بات چیت چھوڑے رکھے اور اس معاملے (گفتگو اور ملاقات) میں پہل کرنے والا جنت میں پہلے جانے والا ہوگا)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائیوں کے درمیان باہمی کوئی جھگڑا اور بات چیت بند ہے تو میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ تم دونوں بھائیوں کو اپنا مقتدا سمجھتے ہیں اور تم آپس میں قطعی تعلق کرکے بیٹھے ہو لہذا آپ اٹھیے اور اپنے بھائی کے پاس جاکر ان سے بات چیت کیجیے کیونکہ آپ ان سے عمر میں چھوٹے ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ السابق السابق الی الجنۃ (بول چال میں سبقت کرنے والا جنت میں بھی سبقت لینے والا ہوگا) تو میں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا مگر میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میں ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے یہ مخلصانہ جذبات سن کر میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں مذکورہ بات چیت سے آگاہ کیا تو انہوں نے فرمایا: صدق اخی (میرے بھائی نے سچ کہا) اس کے بعد کھڑے ہو گئے اور اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ان سے گفتگو کی اور یوں دونوں بھائیوں کے درمیان صلح ہو گئی۔

(محب الدین الطبری، ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی باب ذکر ماجاء مختصاً بالحسن علیہ السلام، چشتی)

کسی بھی قسم کی مذہبی، نسلی، علاقائی اور لسانی تمیز و تفریق کے بغیر تمام خلقِ خدا اور انسانیت کی خدمت، ان کی حاجات و ضروریات کو پورا کرنے اور ان کے کام آنے کا اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی رو سے کیا مرتبہ ہے؟ اسلام نے اس سلسلے میں اپنے ماننے والوں کو کتنی تاکید کی ہے؟ پھر اس حوالے سے خود پیغمبرِ اسلام کی رحمۃ للعالمین اور روف رحیم ذات اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت دیگر اکابر صحابہ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ (جن کی تفصیل ایک الگ مستقل مضمون کی متقاضی ہے) یہ سب چیزیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے تھیں۔ علاوہ ازیں فیاضی و سخاوت اور ایثار جیسی خوبیاں آپ کو ورثے میں ملی تھیں۔ اس لیے کمال فیاضی اور ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلقِ خدا کی حاجات کو پورا کرنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام معمول تھا۔

چنانچہ حافظ ابن عساکر نے ابوہشام القناد البصری کی زبانی یہ چشم دید گواہی نقل کی ہے کہ میں (ابو ہشام) حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے پاس بصرہ سے سامان (متاع) فروخت کے لیے لایا کرتا تھا۔ آپ اس میں جھگڑ کر مجھ سے قیمت کم کراتے پھر میرے وہاں سے اٹھنے سے پہلے پہلے اس سامان کا زیادہ تر حصہ لوگوں کو عنایت فرمایا کرتے۔ میں نے عرض کیا اے رسول اللہ کے بیٹے! میں آپ کے پاس بصرہ سے سامان لاتا ہوں آپ باقاعدہ اصرار کر کے اور جھگڑا کر کے اس میں قیمت کم کراتے ہیں اور پھر میرے اٹھنے سے پہلے پہلے اس کا زیادہ تر حصہ لوگوں میں تقسیم بھی کر دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے والد گرامی نے مجھے یہ مرفوع حدیث سنائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا:

المخبون لا محمود ولا مأجور ۔ (ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، 115/7، چشتی)

جو آدمی سودے یا لین دین میں دھوکا کھا جائے وہ قابلِ ستائش ہے نہ قابل اجر۔

اب ذیل میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس انتہائی عمدہ وصف اور انتہائی خوبی کی چند ایمان افروز اور سبق آموز جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومتے ہوئے آپ کے دروازے پر پہنچا۔ دستک دی اور اپنی حاجت کا درج ذیل اشعار کی صورت میں یوں اظہار کیا:

لم یخب الیوم من رجاك ومن
حرك من خلف بابك الحلقه
وانت جود وانت معدنة
ابوك ما کان قاتل الفسقه

ترجمہ: آج آدمی نامراد واپس نہیں جائے گا جو آپ کے پاس امید لے کر آیا ہے اور جس نے آپ کے دروازے کا حلقہ کھٹکھٹایا ہے آپ سراپا بخشش اور جود و کرم کی کان ہیں۔ آپ کا باپ وہ عظیم شخص تھا جس نے فاسقوں سے جنگ فرمائی تھی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس وقت نماز میں مصروف تھے دروازے کی دستک اور سائل کی حاجت انہوں نے نماز میں سن لی۔ نماز میں تخفیف کی اور باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ سائل کے چہرہ پر واقعی فقر و فاقہ کے آثار ہیں۔ آپ نے واپس آکر اپنے غلام کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے نفقہ میں سے تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ دو سو درہم ہیں۔ جن کے متعلق آپ کی ہدایت ہے کہ انہیں آپ کے اہل خانہ پر خرچ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: وہ سب درہم لاؤ کیونکہ ان سے زیادہ حق دار آدمی آگیا

ہے۔ پھر ان دراہم کو پکڑ کر باہر نکلے اور انہیں اس اعرابی (سائل) کو دیتے ہوئے فی البدیہہ یہ اشعار کہے :

خذها فانی الیك معتذر
واعلم بانی علیك ذوشفقه
لو کان فی سیرنا عصاتمه اذا
کانت سمانا علیك منه فقه
لکن ریب المنون ذونکد
والکف منا قلیلة النفقه

(ابن سطور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر)

خلق خدا کی حاجت براری سے متعلق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک اور ایمان افروز اور انتہائی ایثار و ہمدردی پر مبنی واقعہ نامور صوفی حضور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب میں یوں نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے رسول خدا عزو جل کے فرزند! میں ایک درویش اور بال بچے دار آدمی ہوں۔ اس لیے آج رات آپ سے کھانے اور مدد کا طلب گار ہوں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، ہمارا وظیفہ (شام سے) آرہا ہے۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے پانچ تھیلیاں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار (سونے کی اشرفی) موجود تھا۔ لانے والے اہلکاروں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ سے معذرت کر رہے تھے اور فرماتے تھے کہ ان دیناروں کو خرچ فرمایئے بعد میں مزید بھیج دیئے جائیں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مذکورہ درویش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل خانہ سے فرمایا کہ یہ تمام تھیلیاں اسے دے دی جائیں پھر اس درویش سے معذرت بھی چاہی کہ میں نے تجھے اتنی دیر تک بٹھائے رکھا۔ اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ رقم اتنی تھوڑی ہوگی تو تجھے انتظار نہ کراتے۔ اس لیے ہمیں معذور

سمجھو کہ ہم اہل آزمائش میں سے ہیں اور دنیا کی ہر راحت سے باز آگئے ہیں اور اپنی دنیا کی تمام مرادیں ہم نے گم کردی ہیں اور اپنی زندگی دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وقف کردی ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاندانی عظمت وشرافت اور ذاتی فضائل ومناقب کے پیش نظر حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت عثمان غنی1 جیسے کبار صحابہ ان کی تعظیم وتکریم فرماتے اور ان کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔

(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ،چشتی)

مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اپنا طرز عمل اور سوچ یہ تھی کہ اس تعظیم میں کہیں اسلامی اخلاق وآداب کے خلاف کوئی کام واقع نہ ہوجائے۔ اس عظیم سوچ اور بلند اخلاقی پر مبنی ایک سبق آموز واقعہ ملاحظہ ہو: جیسے مشہور محدث علامہ نور الدین ہیثمی نے امام محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی زبانی یوں نقل کیا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر مقام حرہ کے قریب واقع اپنی زمین کی طرف جانے کے لیے نکلے تو راستے میں مشہور صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے انہیں پالیا وہ اپنی سواری (خچر) پر سوار تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیدل چلتے دیکھ کر سواری سے اتر پڑے اور سواری کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب کرتے ہوئے عرض کیا: اے عبداللہ! آپ اس پر سوار ہوجایئے۔ مگر آپ نے سواری پر بیٹھنے کو ناپسند فرمایا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود جب آپ سوار نہ ہوئے تو انہوں نے قسم اٹھالی کہ آپ کو ہر قیمت پر سوار ہونا ہوگا۔ اب سوار ہونے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا، تاہم فرمایا: تم نے قسم اٹھا کر مجھے تکلیف میں ڈال دیا۔ اب یوں کیجیے کہ آپ سواری کے آگے بیٹھیں میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ میں نے اپنی جان (سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حدیث نقل کرتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الرجل احق بصدر دابته وصدر فراشه والصلوة فی منزله

الا ما یجمع الناس علیه۔

ترجمہ: آدمی اپنے چوپائے (سواری) کے اگلے حصے پر بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اسی طرح بستر کے اگلے حصے پر بیٹھنے کا زیادہ حق دار صاحب فراش ہے جبکہ گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں صاحب خانہ امامت کرانے کا زیادہ حق دار ہے۔

اس پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے بالکل سچ فرمایا ہے میں نے اپنے باپ بشیر کو بھی اسی طرح کہتے سنا ہے جیسا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ الا من اذن مگر وہ آدمی جس کو مالک اجازت دے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو گئے۔ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب الادب باب صاحب الدابۃ احق بصدر ہا)

درج بالا قسم کی اخلاقی عظمت کا ایک اور ایمان افروز واقعہ محب الدین الطبری نے یوں نقل کیا ہے: حضرت امام علی بن موسیٰ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک دفعہ قضائے حاجت کے لیے باہر نکلے، غلام ساتھ تھا۔ راستے میں گرا ہوا کھانے کا ایک لقمہ پایا تو اسے اٹھا کر غلام کو پکڑا یا اور فرمایا: واپسی پر مجھے یاد دلانا۔ مگر غلام نے وہ لقمہ کھا لیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو غلام سے اس لقمہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے عرض کیا: میرے مولا! میں نے وہ لقمہ کھا لیا ہے۔ فرمایا جا تو اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ پھر فرمایا:

سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من وجد لقمۃ ملقاۃ فمسح او غسل ثم اکلھا اعتقہ اللہ من النار۔

ترجمہ: میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات فرماتے

سنا ہے کہ جس آدمی نے کوئی گرا پڑا لقمہ پایا پھر اسے صاف کر کے یا دھو کر کھالیا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے آزاد فرمادے گا۔ تو اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جس آدمی کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے آزاد فرمادے تو میں کیونکر اسے غلام بنا سکتا ہوں۔ (محب الدین الطبری، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ (اذکار تتضمن فضائل واخبار اتختص بالحسین علیہ السلام)

اسلامی اخلاق و آداب اور اوصاف میں تواضع و انکساری کو جو اہمیت حاصل ہے نیز اسلامی تعلیمات میں اس کی جتنی تاکید آئی اور اس سلسلے میں خود پیغمبر اسلام علیہ السلام نے جو مثالی نمونہ چھوڑا ہے، یہ سب چیزیں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مخفی نہیں تھیں، اس لیے خاندانی معاشرتی، سماجی اور مذہبی و روحانی اعتبار سے انتہائی بلند مرتبہ و مقام حاصل ہونے کے باوجود آنجناب کے اندر کمال درجے کی تواضع و انکساری پائی جاتی تھی۔ چنانچہ نامور مورخ و محدث حافظ ابن عساکر نے اس کی ایک سبق آموز مثال یوں درج کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا گزر چند مساکین کے پاس سے ہوا جو (مسجد نبوی کے ساتھ) صفہ میں کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر عرض کیا آیئے کھانا تناول فرمایئے۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا:

ان اللہ لا یحب المتکبرین۔

”بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

ان مساکین کے ساتھ کھانا تناول فرمایا، پھر ان سے فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی، اب تم لوگ میری دعوت قبول کرو۔ سب نے کہا: نعم: ہاں ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ انہیں اپنے دولت کدہ پر لے گئے اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رباب سے فرمایا کہ جو کچھ کھانے کو تمہارے پاس موجود ہے وہ لے آؤ۔ (ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، 129/7، چشتی)

انسانی فطرت ہے کہ انسان مشکل اور آزمائش کے وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں سے مدد اور

تعاون کا خواہاں ہوتا ہے۔ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایسے موقعہ پر بھی کسی کو آزمائش اور مشکل میں ڈالنا پسند نہیں فرمایا، اس بلند سوچ کی ایک جھلک ذیل میں ملاحظہ ہو:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عاشوراء کی رات اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا پھر (اس مشکل ترین اور آزمائش کی گھڑی میں بھی) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: میں یہی محسوس کر رہا ہوں کہ یہ لوگ (یزیدی فوج) بہر صورت کل تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس صورت حال میں تم سب کو (بخوشی) اجازت دیتا ہوں۔ تم سب میری طرف سے آزاد ہو اور اب رات کے اندھیرے نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے۔ پس جس آدمی کے پاس ہمت ہو وہ میرے اہل بیت میں سے کسی آدمی کو ساتھ ملا لے اور تم سب رات کے اندھیرے میں یہاں سے نکل جاؤ۔ ان لوگوں (یزیدی فوج) کو تو صرف میری تلاش ہے، کل جب یہ مجھے دیکھیں گے تو تمہاری تلاش بھول جائیں گے اس مخلصانہ پیش کش پر آپ کے اہل بیت نے کہا:

لا ابقانا اللہ بعدک واللہ لانفارقک وقال اصحابہ کذالک۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کے بعد ہمیں زندہ نہ رکھے۔ قسم بخدا ہم آپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا۔ (الذھبی سیر اعلام النبلاء، 301/3)۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'فرماتے ہیں' جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ تشریف لائے اور فرمایا، میرا بیٹا مجھے دکھاؤ، آپ نے اِس کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا "حرب" نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: "حرب" نہیں بلکہ اِس کا نام "حسن" ہے۔ پھر جب اِمام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا، مجھے میرا بیٹا دکھاؤ آپ نے اِس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا "حرب" نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں 'اِس کا نام "حسین" رکھو۔ جب تیسرے شہزادے پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، آپ نے اِس کا کیا نام رکھا

ہے ؟ میں نے عرض کیا "حرب" نام رکھا ہے۔ نبی کریم نے فرمایا: "حرب" نہیں بلکہ اِس کا نام "محسن" ہے۔ پھر آپ نے فرمایا "میں نے اِن کے نام (حضرت) ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں۔ اُن کے نام شبر، شبیر اور مبشر تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ (الادب المفرد کنزالعمال تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر)

اِسی لیے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو شبر و شبیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سُریانی زبان میں شبر و شبیر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔" عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔ (صواعق محرقہ صفحہ 118، چشتی)

حضور نبی کریم نے واشگاف الفاظ میں خبر غیب سے اُمّت کو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی جنت کے جوانوں کی سرداری کی نوید سے نوازا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ' فرماتے ہیں ' رسولِ کریم نے فرمایا "بے شک (حضرت) حسن اور (حضرت) حسین رضی اللہ عنہما دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (بخاری، فتح الباری، عمدۃ القاری، مشکوٰۃ، مسند احمد)

واقعۂ کربلا کا غم ہر مسلمان کے دل میں ہونا چاہیے اور یہ اہل بیت سے محبت کی علامت ہے۔ مگر شریعت محمدی ہمیں صبر کا درس دیتی ہے لہٰذا اس غم کا اظہار مرثیہ و ماتم اور چیخیں مار کر رونے کی صورت وغیرہ میں نہیں ہونا چاہیے۔ جسے اس واقعۂ کربلا کا غم نہیں اس کی محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم سے ناقص اور جس کی محبتِ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے ناقص ہے اس کا ایمان ناقص ہے۔

مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اپنی مصیبت یا مصائب اہل بیت کو یاد کر کے ماتم کرنا یعنی ہائے ہائے، واویلا کرنا، چہرے یا سینے پر طمانچے مارنا، کپڑے پھاڑنا، بدن کو زخمی کرنا، نوحہ و جزع فزع کرنا، یہ باتیں خلاف صبر اور ناجائز و حرام ہیں۔ جب خود بخود دل پر رقت طاری ہو کر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں اور گریہ آ جائے تو یہ رونا نہ صرف جائز بلکہ موجب رحمت و ثواب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن

لاتشعرون۔

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔(سورۃ البقرہ آیت 154)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اذیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔یحیٰ بن ابو کثیر روایت کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِی ﷺ مِنْ بَیْتٍ عَائشة فَمَرَّ عَلَی فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَیْنًا یُبْکِیْ رضی الله عنه فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ اَنَّ بَکَاءَ هُ یُؤْذِیْنِیْ.(طبرانی، المعجم الکبیر، 3، 116، رقم : 2847، چشتی)

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (کے گھر کے پاس سے) گزرے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے سنا تو فرمایا: فاطمہ کیا تو نہیں جانتی کہ مجھے اس کا رونا تکلیف دیتا ہے۔

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا رونا آج برداشت نہیں کر سکتے تو کربلا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کی تکلیف کب برداشت کی ہوگی۔اور کیسے برداشت کی ہوگی؟ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔سیدنا مولیٰ علی المرتضی بھی شہید ہوئے۔سب شہادتیں اکبرواعظم ہیں مگر کسی کی شہادت کے دن اس کے مشہد پر خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہیں تشریف لے گئے۔سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میری شہادت سے ایک رات قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عثمان آج روزہ رکھ لینا اور افطار میرے پاس آکر کرلینا جو شہید ہوا وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم کی بارگاہ میں خود پہنچا اور دوسری طرف یہ عالم کہ کربلا کا دن ہے۔ ادھر شہادتیں ہورہی ہیں اور ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بنفس نفیس صبح سے آخری شہادت تک میدان کربلا میں خود موجود ہیں۔ مشہدِ حسین رضی اللہ عنہ اور میدانِ کربلا میں خود موجود رہنا یہ شرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی اور کو نہیں دیا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دی ۔ ام المومنین حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا کو مٹی دی اور فرمایا کہ جب یہ سرخ ہوجائے تو سمجھ لینا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے ہیں حتی کہ میدان کربلا اور سن شہادت کی خبر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دی، کتب حدیث میں کثرت سے اس پر احادیث موجود ہیں۔ صحیح بخاری کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دو طرح کی خبریں اور علم سیکھے ۔ ایک قسم اس علم کی ہے جو میں مجمع عام میں ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کرتا رہتا ہوں۔ وہ علم احکام شریعت اور احکام طریقت کا ہے ۔ دوسرا علم ایسے حقائق و واقعات اور خبریں ہیں کہ اگر وہ لوگوں کے سامنے بیان کردوں تو میری گردن حلق سے کاٹ دی جائے ۔ صحیح بخاری کی یہ حدیث کتاب العلم میں ہے اس پر امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ علم جو سیدنا ابوہرہرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سیکھا اور جسے عوام الناس کے سامنے بیان کرتے کتراتے اور خواص کے سامنے بیان کرتے تھے اس علم میں سے یہ بھی تھا کہ جب دس ہجری کا سن قریب آگیا تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اے اللہ میں سن ساٹھ ہجری اور تخت سلطنت پر نوعمر لونڈوں کے حکمران بن کر بیٹھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور سن ساٹھ ہجری کا سورج طلوع ہونے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھالینا۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں: یزید کے حکومت پر بیٹھنے سے ایک سال پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی اور انہیں اپنے پاس بلالیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اس علم میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

نے مسجد نبوی میں مروان بن حکم سے خطاب فرمایا: اے مروان! میں نے صادق المصدوق نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا: قریش کے خاندان میں سے ایک گھرانہ کے نادان، بیوقوف لونڈوں کے ہاتھوں میری امت برباد ہوجائے گی۔ گویا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے پوری امت کی ہلاکت قرار دیا ہے۔ اس وقت تو مروان نے یہ سن کر کہا کہ ان لونڈوں پر خدا کی لعنت ہو لیکن اسے خبر نہ تھی کہ اس کے ہی خاندان کے لونڈوں کی بات ہو رہی ہے۔ امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریش کے وہ بیوقوف لونڈے جنہوں نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے دین کو تباہ کیا تھا ان میں سے پہلا لونڈا یزید تھا۔ صحیح ترمذی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے خواب دیکھا کہ بنو امیہ کے لوگ میری قبر پر کھیل رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا قلب اطہر مغموم ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر اور سورۃ القدر نازل کی اور فرمایا کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینے سے افضل ہے۔ یعنی میدان کربلا میں جو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے ایک رات گزاری وہ مثل لیلۃ القدر تھی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام

بدبخت قاتلانِ حسین کے حالات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہوں گے جنہوں نے کتبِ تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی طرح سے قتل حسین میں شریک تھا یا اس پر راضی اور خوش تھا ۔عذاب اخروی جس کا وہ مستحق ٹھہرا، سے قطعِ نظر اس دنیائے ناپائیدار میں بھی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچا۔

ہر وہ شخص جو معرکۂ کربلا میں حضرت سید الشہداء کے مقابلہ کی غرض سے آیا تھا اس دنیا سے عذاب دیکھے بغیر اور اپنے کیے کی سزا پائے بغیر نہیں گیا۔ بعض قتل کر دیے گئے۔ کچھ نابینا ہوگئے، بعض کا چہرہ سیاہ ہو گیا، کچھ شدت پیاس سے ہلاک ہوئے اور بعض کی دولت و حکومت قلیل مدت میں جاتی

رہی۔ بعض دیگر عقوبات میں مبتلا ہوئے۔

حضرت علامہ ابن جوزی نے سدّی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حضرت حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا ہی میں جلد سزا مل گئی اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا میرا کچھ بھی نہیں ہوا، اتنا کہہ کر یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرنے لگا اتنے میں اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا۔ سدّی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔ (اسوۂ حسینی صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲، چشتی)

قہرِ الٰہی کی بھڑکائی ہوئی آگ

روایت ہے کہ ایک جماعت آپس میں گفتگو کر رہی تھی کہ دشمنانِ حسین میں سے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو اس دنیا سے مصیبت و بلاء میں مبتلاء ہوئے بغیر چلا گیا ہو۔ اس جماعت میں سے ایک بوڑھے نے کہا کہ میں بھی قتلِ حسین بن علی میں شریک تھا۔ مجھ پر تو ابھی تک کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی۔ ابھی یہ بات کر رہی رہا تھا کہ چراغ کے فتیلہ کو درست کرنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا۔ اچانک شعلۂ چراغ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس بری طرح سے جلا کہ اچھلتا کودتا واپس آیا اور چلانے لگا: میں جل گیا ۔میں جل گیا۔ یہاں تک کہ اس کی یہ سوزش اس درجہ بڑھی کہ اس نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ مگر یہ آگ تو قہرِ الٰہی نے بھڑکائی تھی دریا اسے کیا ٹھنڈا کرتا؟ وہ تو اس کے لیے تیل کا کام کر گیا اور وہ اس انداز سے جلا کہ اس کا وجود جہنم کا ایندھن بن گیا۔

(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار، چشتی)

ایک پری چہرہ سیاہ رو ہو گیا

مزید روایت ہے کہ ابن زیاد کے لشکریوں میں سے ایک شخص جس نے امام عالی مقام کے سر کو اپنے فتراک میں ڈالا تھا خوبصورتی کے اعتبار سے بہت زیادہ شہرت یافتہ تھا۔ بعد میں جب اسے دیکھا گیا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اس سے پوچھا گیا: تو تو بڑا خوب رو اور صاحبِ حسن و جمال تھا۔ کیا وجہ ہے کہ

تیرے چہرے پر سیاہی اور کالک نے ڈیرہ جما لیا ہے۔ کہنے لگا: جس روز میں نے حسین کے سر کو اپنے فتراک میں ڈالا تھا اسی دن سے روزانہ دو آدمی آتے ہیں مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے آگ کے پاس لے جاتے ہیں اور پھر مجھے اس آگ پر الٹا لٹکا دیتے ہیں بعد ازاں اتار لاتے ہیں۔ اس دن سے میرا چہرہ سیاہ اور حال تباہ ہے۔ یہ شخص اسی عذاب میں مبتلا رہا یہاں تک کہ راہی جہنم ہوا۔

(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار)

آنکھوں میں خون آلود سلائی پھیر دی گئی

واقدی سے منقول ہے: مقتلِ حسین کے حاضرین میں سے ایک بوڑھا آدمی نابینا ہو گیا تھا۔ جب اس سے نابینا ہونے کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگا: میں نے خواب میں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا: انہوں نے بازو تک آستین چڑھائی ہوئی تھی اور دستِ مبارک میں ننگی تلوار تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روبرو زمین پر فرش بچھایا گیا تھا یہ فرش دس قاتلانِ حسین کو ذبح کر کے ان کے سروں پر بچھایا گیا تھا۔ جوں ہی آں جناب کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے مجھے نفرین کی اور میری آنکھوں میں خون آلود سلائی پھیر دی گئی جس کے سبب میں اندھا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار)

ڈاڑھی خنزیر کی دم بن گئی

کہتے ہیں شام میں ایک شخص تھا جو قتلِ حسین میں شریک تھا اس کی داڑھی خنزیر کی دم بن کر لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن گئی تھی۔ (تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار، چشتی)

سینے میں آتش جہنم

روایت ہے کہ وہ شخص جس نے حضرت عبداللہ علی اصغرؑ کے تشنہ حلقوم پر تیر چلایا تھا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا جس سے اس کے سینہ میں حرارت اور گرمی جب کہ پشت میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی۔ ہر چند کہ اس کے سامنے پنکھا جھلتے تھے اور اس کی پشت کی جانب آگ روشن کرتے تھے وہ واویلا کرتا تھا۔ نہ تو اس کی آتشِ سینہ سرد ہوتی اور نہ ہی پشت کی ٹھنڈک کو افاقہ ہوتا تھا۔ پیاس کی شدت اس

درجہ بڑھ گئی کہ مٹکوں کے مٹکے پانی پی لیتا تھا اور پھر بھی۔ العطش۔ العطش۔ کی صدائیں بلند کرتا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پانی پی پی کر پھول گیا اور بالآخر پھٹ گیا۔ اسی عقوبت کی وجہ سے واصل جہنم ہوا۔ (تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار)

یہ تھی ان لوگوں کے حالات کی مختصر سی جھلک جو معرکۂ کربلا میں حاضر تھے۔ اس کے بعد ہم چند خواص جن میں ابن زیاد بدنہاد، ابن سعد، شمر ذی الجوشن وغیرہ شامل ہیں کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

ابن سعد کا انجام

جب مختار ثقفی (یہ وہی مختار ثقفی ہے جو بعد میں دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ تاریخ الخلفا) نے کوفہ پر اپنے تسلط کو مضبوط کر لیا تو اس نے فرمان جاری کیا کہ وہ تمام لوگ جو ابن سعد کے لشکر میں شامل تھے اور حسین رضی اللہ عنہ کے قتال میں شریک تھے ان کو ایک ایک کر کے میرے پاس لایا جائے چناں چہ چند سو لوگ لائے گئے جن تمام کی گردن مار کر انہیں سولی پر لٹکا دیا گیا۔

مختار ثقفی نے اپنے خاص غلام کو حکم دیا کہ وہ ابن سعد کو حاضر کرے۔ حفص بن سعد حاضر ہوا۔ مختار نے پوچھا تمہارا باپ کہاں ہے۔ بولا گھر میں بیٹھا ہے۔ مختار نے کہا: ”اب وہ ”رے“ کی حکومت اور اس کے اختیارات سے دست بردار ہو کر کس طرح اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے قتلِ حسین کے دن خانہ نشینی کیوں اختیار نہ کی“ یہ کہہ کر حکم دیا کہ ابن سعد کا سر کاٹ لیا جائے اور اس کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا جائے۔

شمر ذی الجوشن کی گردن زدنی

پھر شمر کو طلب کیا اور اس کی گردن زدنی کا حکم جاری کیا۔ اس کے بعد مختار ثقفی نے ان ملعونوں کے سروں کو محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا اور حکم دیا کہ معرکۂ کربلا میں ابن سعد کے ساتھ شریک ہونے والے باقی ماندہ لوگوں میں سے جس کو بھی پائیں قتل کر دیں۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ مختار ثقفی امام عالی مقام کا قصاص لے رہا ہے تو انہوں نے بصرہ بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن مختار ثقفی کے

لشکریوں نے ان کا تعاقب کیا اور جو جو دستیاب ہوتے انہیں قتل کر کے لاشوں کو جلا دیا جاتا اور ان کے گھروں کو مسمار کر دیا جاتا۔

(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار، چشتی)

خولی بن یزید کا انجام

جب خولی بن یزید کو اسیر کر کے مختار ثقفی کے سامنے لایا گیا تو اس نے حکم جاری کیا: پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں اور پھر اسے سولی پر چڑھا دیا جائے۔ اس کے بعد اسے آگ میں جلا دیا گیا۔ اسی طرح دوسرے لشکریانِ ابن زیاد جو دستیاب ہوئے انہیں دردناک انداز میں قتل کر دیا گیا

(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار)

قتل ابن زیاد بدنہاد کی مزید تفصیلات

مختصر یہ کہ جب مختار ثقفی ابن سعد، شمر اور خولی بن یزید علیہم اللعنۃ کے قتل سے فارغ ہو کر مطمئن ہوا تو ابن زیاد کے قتل کے درپے ہوا۔ چناں چہ ابراہیم بن مالک اشتر کو سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جوں ہی ابراہیم موصل کی سرحد پر پہنچے ابن زیاد موصل سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر واقع ایک دریا کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ صبح کے وقت طرفین میں مقابلہ کا آغاز ہوا۔ شام کے قریب ابراہیم بن مالک اشتر نے ابن زیاد کے لشکر کو شکست دی۔ ابن زیاد کی شکست خوردہ فوج نے راہِ فرار اختیار کی۔ ابراہیم اپنی فوج کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور حکم جاری کیا کہ مخالف فوج میں سے کسی کو بھی پائیں تو زندہ نہ چھوڑیں۔ چناں چہ ابن زیاد کے بہت سے ہم راہی جان سے گئے اور ابن زیاد بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر ابراہیم بن مالک اشتر کے سامنے پیش کیا گیا اور ابراہیم نے اسے مختار ثقفی کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابن زیاد کا سر جب کوفہ پہنچا تو اسی وقت مختار ثقفی نے دارالامارۃ میں اہلیانِ کوفہ کو جمع کر کے ایک بزم آراستہ کی اور حکم جاری کیا کہ ابن زیاد کا سر پیش کیا جائے۔ جب ابن زیاد کا سر پیش کیا گیا تو مختار ثقفی نے کہا: یہ ابن زیاد کا سر ہے۔ اے کوفہ کے لوگو! دیکھ لو کہ خونِ حسین کے قصاص نے ابن زیاد کو زندہ نہ چھوڑا۔

(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار، چشتی)

مختار ثقفی نے قصاص میں ستر ہزار افراد کو قتل کیا

مفتاح النجاء میں منقول ہے کہ مختار ثقفی کے واقعہ میں اہل شام کے ستر ہزار افراد قتل کیے گئے اور یہ واقعہ دس محرم ۶۷ ہجری (واقعۂ کربلا کے ۶ سال بعد) رونما ہوا۔

ابن زیاد کے نتھنوں میں تین بار سانپ کا گھسنا

روایاتِ صحیحہ میں مروی ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے دوسرے سرداروں کے سر مختار ثقفی کے سامنے لائے گئے تو اچانک ایک سانپ ظاہر ہوا اور سروں کے درمیان سے گزرتا ہوا ابن زیاد کے سر کے قریب آیا اور اس کے ناک کے سوراخ میں داخل ہو گیا۔کچھ دیر سر کے اندر رہا اور پھر منہ کے راستے باہر نکل آیا اور غائب ہو گیا۔کہتے ہیں کہ اسی طرح یہ سانپ تین مرتبہ ظاہر ہوا اور ناک کے سوراخ سے داخل ہو کر منہ کے راستے باہر نکلا۔(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار)

دیگر اعیانِ یزید پلید کا عبرتناک انجام

بالجملہ ابن زیاد، ابن سعد، شمر ذی الجوشن، عمر بن الحجاج، قیس بن اشعث کندی، خولی بن یزید، سنان بن انس نخعی، عبداللہ بن قیس، حکم بن طفیل اور یزید بن مالک کے علاوہ دیگر اعیان یزید کو طرح طرح کے عذاب دے کر ہلاک کیا گیا اور ان کے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔(تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار، چشتی)

قاتلان حسین مختار ثقفی کے ہاتھوں انجام کو پہنچے

مخفی نہ رہے کہ کتب تاریخ میں اختلاف ہے۔بعض کتب میں ابن سعد اور شمر کا قتل ابن زیاد کی ہلاکت سے پہلے مذکور ہے اور بعض کتب میں ابن زیاد کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔اور جیسا کہ منتقم حقیقی کا وعدہ تھا جس کا ذکر واقعہ کربلا سے متعلق روایات کے ضمن میں بہ روایت حاکم مذکور ہو چکا ہے پورا ہوا اور قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ مختار ثقفی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے۔گو کہ آخر کار مختار ثقفی کے

اعتقادات میں بھی شقاوتِ ازلی کا ظہور ہوا یعنی اس نے ساتھ ساتھ دعویٰ نبوت بھی کر لیا۔ جس کی تفصیل کتبِ تاریخ میں مسطور ہے۔ (تاریخ الخلفاء، شہادت نواسہ سیّد الابرار)

ماتم تو ہے ہی حرام، تین دن سے زیادہ سوگ کی بھی اجازت نہیں ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے خاوند کی (موت پر) چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ (بخاری حدیث 299، الکتاب الجنائز) (مسلم حدیث 935) (مشکوٰۃ حدیث 3471 کتاب الجنائز، چشتی)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لیس لاحد ان یعداً اکثر من ثلاثة ایام الا المراة علی زوجها حتی تنقضی عدتها۔

ترجمہ: کسی مسلمان کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا سوائے عورت کے کہ وہ عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی موت پر سوگ کر سکتی ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد 1)

اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو ہر سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ مناتے ہیں اور دس دن سینہ کوبی کرتی ہیں۔ چارپائی پر نہیں سوتے، اچھا لباس نہیں پہنتے اور کالے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہاں ایصال ثواب کرنا ان کی یاد منانا اور ذکر اذکار جائز ہے، یہ سوگ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: کون سا سنی ہوگا جسے واقعہ ہائلہ کربلا کا غم نہیں یا اس کی یاد سے اس کا دل محزون اور آنکھ پرنم نہیں، ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہوا سے جھوٹا اظہارِ غم ریاء ہے اور قصداً غم آوری وغم پروری خلافِ رضا ہے۔ جسے اس کا غم نہ ہوا سے بیغم نہ رہنا چاہئے بلکہ اس غم

نہ ہونے کا غم چاہئے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص ۔ (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ500، 501، رضا فاؤنڈیشن لاہور، چشتی)

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں۔ اس کی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہیے۔ (عرفان شریعت، حصہ اول، صفحہ:15)

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت محل عبادت ٹھہرا تھا، ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا خود ساختہ تصویریں بعینہٖ حضرات شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں۔

کچھ اتارا باقی توڑا اور دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم دو وبال جداگانہ ہیں۔ اب تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے۔ قطعاً بدعت و ناجائز حرام ہے۔ تعزیہ پر چڑھایا ہوا کھانا نہ کھانا چاہیے۔ اگر نیاز دے کر چڑھائیں، یا چڑھا کر نیاز دیں تو بھی اس کے کھانے سے احتراز کریں۔ (رسالہ تعزیہ داری)

تعزیہ بنانا کیسا؟

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تعزیہ بنانا بدعت و ناجائز ہے (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد24، ص501، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تعزیہ داری میں تماشا دیکھنا کیسا؟

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چونکہ تعزیہ بنانا ناجائز ہے، لہذا ناجائز بات کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے (ملفوظات شریف، ص286)

تعزیہ پر منت ماننا کیسا؟

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تعزیہ پر منت ماننا باطل اور ناجائز ہے (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 24، ص 501، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، چشتی)

تعزیہ پر چڑھاوا چڑھانا اور اس کا کھانا کیسا ؟

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تعزیہ پر چڑھاوا چڑھانا ناجائز ہے اور پھر اس چڑھاوے کو کھانا بھی ناجائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، ص 246، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

محرم الحرام میں ناجائز رسومات

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محرم الحرام کے ابتدائی 10 دنوں میں روٹی نہ پکانا، گھر میں جھاڑو نہ دینا، پرانے کپڑے نہ اتارنا (یعنی صاف ستھرے کپڑے نہ پہننا) سوائے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے کسی اور کی فاتحہ نہ دینا اور مہندی نکالنا، یہ تمام باتیں جہالت پر مبنی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ص 488، جلد 24، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، چشتی)

محرم الحرام میں تین رنگ کے لباس نہ پہنے جائیں

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محرم الحرام میں (خصوصًا یکم تا دس محرم الحرام) میں تین رنگ کے لباس نہ پہنے جائیں، سبز رنگ کا لباس نہ پہنا جائے کہ یہ تعزیہ داروں کا طریقہ ہے۔ لال رنگ کا لباس نہ پہنا جائے کہ یہ اہلبیت سے عداوت رکھنے والوں کا طریقہ ہے اور کالے کپڑے نہ پہنے جائیں کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے، لہذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ (احکام شریعت)

عاشورہ کا میلہ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عاشورہ کا میلہ لغو

ولہو و ممنوع ہے۔ یونہی تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے، نیت باطلہ پر مبنی اور تعظیم بدعت ہے اور تعزیہ پر جہل و حمق و بے معنٰی ہے۔
(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 24، ص 501، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

دشمنانِ صحابہ کی مجالس میں جانا

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رافضیوں (دشمنانِ صحابہ) کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ (نوحہ) سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی نیاز، نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم الحرام میں سبز اور سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ خصوصًا سیاہ (لباس) کا شعار رافضیاں لیام ہے۔
(فتویٰ رضویہ جدید، 23/756 رضافاؤنڈیشن لاہور)

مسلمانوں کو چاہیے کہ محرام الحرام میں خرافات سے بچیں۔ سبیلوں اور دوکانوں پر نوحہ اور مرثیہ کی کیسٹیں ہرگز نہ بجائیں۔

محترم قارئینِ کرام: حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا اور پیغامِ کربلا۔ واقعہ کربلا کو ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل فگار (غمزدہ) سانحہ ہے کہ پورے ملت اسلامیہ کے دل سے محو (زائل) نہ ہوسکا۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نواسے، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر تھے۔ اسلامی تاریخ میں دورِ خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثرانداز ہوا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ پر بلا شک و شبہہ اور بلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسلِ انسان کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون دشتِ کربلا

میں بہا تھا اس کے بدلے پوری ملتِ اسلامیہ ایک ایک قطرہ کے عوض اشک ہائے رنج و غم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگا تار بہا رہی ہے اور بہاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید بنا دیا تاکہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ 5 شعبان 04ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے آپ کے کان میں آذان دی، منھ میں لعابِ دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعاء فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب "سبط رسول" تھا اور ریحانۂ رسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 118، چشتی)

اس لئے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبیر و شبر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مَنْ اَهْلِ الْجَنَّة۔

ترجمہ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔

(صواعق محرقہ، صفحہ 1186)

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی (پوشیدہ) رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

(اشرف المؤید، صفحہ 70)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مرّہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی قرب ہے۔ گویا کہ دونوں ایک ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ذکر ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور سے دوستی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سے دشمنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دشمنی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے لڑائی کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں

اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا

جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی

(مشکوٰۃ صفحہ 571)

اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت کرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر 605)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(نور الابصار صفحہ 114، چشتی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ ‘‘ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے (نور الابصار صفحہ 114، چشتی)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما۔ اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔

يَمْتَصُّ لُعَابَالْحُسَيْنِ كَمَا يَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمَرَةَ ۔ (نور الابصار صفحہ نمبر 114)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔

هٰذَا اَحَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰى اَهْلِ السَّمَآءِ الْيَوْمَ ۔

آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(اشرف المؤبد صفحہ 65)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةَ

حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنُ هُمَا رُيُحَانِيَ مِنَ الدُّنْيَا

حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

اس حدیث پاک کی ترجمانی حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پیارے

انداز میں فرمائی ہے:

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اورحسن پھول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اُٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا

هٰذَانِ اِبْنَایَ وَاِبْنَا اِبْنَتِی

یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں۔اور پھر فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا۔

اے اللہ ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا

مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضُھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔(اشرف المؤبد صفحہ 71،چشتی)

ایک دن نبی کریم علیہ السلام اپنی بیٹی حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدہ کونین نے عرض کی ابا جان آج صبح سے میرے دونوں شہزادے حسن وحسین گم ہیں اور مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ابھی حضور علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔یارسول علیہ السلام انھما فی مکانٍ کداوکداوقدوکل بھما

ملک یحفظھما۔ یعنی دونوں شہزادے فلاں مقام پر لیٹے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ حضرت زہراء سے فرمادو کہ وہ پریشان نہ ہووے۔ پس حضور علیہ السلام اس مقام پر گئے تو دونوں شہزادے آرام کر رہے تھے اور فرشتے نے ایک پر نیچے اور دوسرا اوپر رکھا ہوا تھا۔

(نزہۃ المجالس جلد 2 صفحہ 233)،(مشکوۃ شریف صفحہ 570، چشتی)،(ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 218)

یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام و اکرام ہے۔ ربِ کائنات کا ارشاد گرامی ہے (پارہ 29 رکوع 19) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت و خواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گذاری نہیں مانگتے۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

ان آیات کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ نے ان کی صحت کے لیے تین روزوں کی منت مانی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آکر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل ربِ

کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان و عظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگرچہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لئے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام و اکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

(تفسیر طبری، تفسیر کبیر، تفسیر روح البیان)

آپ کی شہادت کی شہرت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت بھی شہرتِ عام ہو گئی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابۂ کبار و اہلِ بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔ جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گود میں دیا پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹّی بھی لائے۔
(مشکوٰۃ صفحہ 572، چشتی)

اور ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا

اِنَّ اِبْنِیْ اَلْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِ بِاَرْضِ الطَّفِ

میرا بیٹا میرے بعد ارضِ طِف میں قتل کیا جائے گا۔ اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خوابگاہ (متقل) کی مٹی ہے۔
(صواعق محرقہ، صفحہ 118، چشتی)

طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں ۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔ فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہاں ۔ اس نے کہا اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی ۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھادوں ۔ پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا اے ام سلمہ ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔
(صواعق محرقہ، صفحہ 118)

اور ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع

پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی اِنَّ وَلَدِیْ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْبَلَاءِ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اور ابو نعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گذرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 572)(خصائص کبریٰ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 126، چشتی)

آپ کی فضیلت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنّتی ہونے کی بشارت دی بلکہ نوجوان جنّتیوں کا سردار قرار دیا۔ اور ان کی محبت کو ایمان کا حصّہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ "اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن و حسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما" بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق و باطل اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق و باطل جو کربلا میں رونما ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد 56 ہجری میں یزید ولی

عہد مقرر ہوا اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملوکی شروع ہو گئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت و آمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کر دیا۔ تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اسکی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سر بلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت و سلطنت ظلم و جبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت و بیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ:

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حُرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا۔ اسلئے تحقیق کے خاطر اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا انکے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں نے (ایک روایت میں 27000 لوگ) بیعت کئے اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لئے اجازت (خط لکھ دیا) دی تو آپ کوفہ کے لئے عازمِ سفر ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ و حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کیلئے بھی ذرا سی لرزش نہ دیکھائی، یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کیلئے زمین تنگ کر دی اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جا سکتا تھا۔ مگر حضرت مسلم ان کے خویش و اقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا۔ اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے۔ یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تاکہ والی عراق عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اسکے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی۔ خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا۔ حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا۔ یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے: (ترجمہ) اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے۔ خدا کے حدود کو توڑتا ہے۔ سنتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیرو کار ہیں۔ رحمٰن سے بے سرو کار ہیں حدود الٰہی معطل ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جارہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لئے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے۔ میں حسین ہوں۔ ابن علی، ابن فاطمہ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منھ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے۔ ۹/ محرم الحرام کی رات کا وقت تھا آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے صبح دس محرم کی تاریخ آگئی دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی۔ نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے۔ آپ کے ساتھ 72 نفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں دوسری جانب 90 ہزار کا لشکر جرار تمام حرب و ہتھیار سے لیس تھے۔ آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امام حسین

رضی اللہ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی۔ معاملہ بہت طویل ہو گیا۔ معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بدبخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بدبخت ہے جس کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگتا دیکھتا ہوں۔ اور وہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی شمر لعین کے لئے بدبختی ہمیشہ کے لئے مقدر بن گئی ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا وہ یومِ عاشورہ جمعہ کا دن تھا ماہِ محرم الحرام 61ھ میں یہ واقعہ پیش آیا آیا اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 55 سال کے قریب تھی۔

پیغامِ شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے اول یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق پر صداقت پر جما رہے باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی جن خرابیوں کے باعث مخالفت کیا ویسے لوگوں سے اپنے آپ کو الگ کرے اور فسق و فجور والا کام نہ کرے اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دے نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر جو حق ہے وہ سچائی ہے وہ کبھی ماند نہیں پڑتی مات نہیں کھاتی اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتی ہے۔ یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت حسینیت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لئے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ و روپ کی بحالی کے لیے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور

عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو۔ اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں۔ اگر ایمانی طاقت کارفرما ہو تو اسکے عزم و استقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ لندن کے مشہور مفکر ''لارڈ ہیڈلے'' کے بقول ''اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے اخری لمحات میں رحم و کرم، صبر و استقلال اور ہمت و جوانمردی ہرگز عمل میں آ ہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول ''حسین کی قربانی ہر قوم کے لئے مشعلِ راہ و ہدایت ہے'' اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت حسین پہ کہا ہے کہ:

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اور کسی شاعر نے بہت پیاری بات کہی ہے:

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق ہے اور یزید باطل ہے اور دین کی بقا کے لیے ہر دور میں شبیری کردار درکار ہے کہ مرورِ وقت کے باوجود خونِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرخی اور زیادہ بڑھتی جارہی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عظیم الشان قربانی سے اس داستانِ حرم کی تکمیل ہوئی جو سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام سے شروع ہوئی تھی اور حق و باطل، کفر و اسلام، نیکی و بدی اور خیر و شر کے درمیان تمیز ہوگئی اور حد فاصل قائم ہوگئی۔ یزیدیت مذموم ٹھہری اور یزید کا نام قیامت تک کے لیے گالی بن کر رہ گیا۔

حضرت سیّدنا امام سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں:

کسی کو نصیحت کرنا یا اسے اچھی بات بتانا گویا کہ اس پر احسان کرنا ہے، قراٰنِ حکیم میں کئی جگہ نصیحت کی گئی ہے جس سے نصیحت کی اہمیت و افادیت معلوم ہوتی ہے، نصیحت کی ضرورت و اہمیت کے پیشِ نظر بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی لوگوں کو بہترین نصیحتیں فرمائی ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی لوگوں میں وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ راکبِ دوشِ مصطفٰے، جگر گوشۂ مُرتضٰی، دِل بندِ فاطِمہ، سلطانِ کربلا، سیّدُ الشّہداء، امامِ عالی مقام، حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں اور اپنی مبارک حیات کے دیگر مواقع پر جو خُطبات اور نصیحت آموز اَشعار ارشاد فرمائے ان میں سے چند منتخب نصیحتیں ملاحظہ کیجئے:

(1) اے لوگو! اچھے اَخلاق میں رغبت کرو، نیک اعمال میں جلدی کرو، جس نے کسی پر احسان کیا ہو اور وہ اس کا شکر ادا نہ کرے تو احسان کرنے والے کو اللہ پاک عوض عطا فرماتا ہے۔ یقین کرو نیک کام میں تعریف ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے، اگر تم نیکی کو کسی مرد کی صورت میں دیکھ سکتے تو اسے بہت حسین و جمیل دیکھتے جو دیکھنے والے کو بَھلا لگتا اور اگر تم مَلامت اور بَدی کو دیکھ سکتے تو بدترین منظر دیکھتے جس سے دل نفرت کرتے اور نظریں نیچی ہو جاتی ہیں۔ اے لوگو! جو سخاوت کرتا ہے وہ سردار ہوتا ہے اور جو بُخل کرتا ہے وہ ذلیل و رُسوا ہوتا ہے۔ زیادہ سخی وہ شخص ہے جو اس شخص پر سخاوت کرے جسے اس کی اُمید نہ ہو۔ زیادہ پاک دامن اور بہادُر وہ شخص ہے جو بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود مُعاف کر دے، زیادہ صِلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے جو قَطع تعلق کرنے والے رشتے داروں سے تعلق جوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی پر احسان کر کے اللہ کی رضا چاہے اللہ پاک مشکل وقت میں اس کا بدلہ دیتا ہے اور اس سے سخت مصیبت ٹال دیتا ہے۔ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے دنیوی مصیبت دور کی اللہ پاک اس سے اُخرَوی مصیبت دور کرتا ہے اور جو کسی پر احسان کرے اللہ کریم اس پر احسان فرماتا ہے اور احسان کرنے والے اللہ کے پیارے ہیں۔

(2) اگرچہ دنیا اچھی اور نفیس سمجھی جاتی ہے مگر اللہ کا ثواب بہت زیادہ اور نفیس ہے۔

(3)رزق تقدیر میں تقسیم ہو چکے ہیں لیکن کَسب میں انسان کا حرص نہ کرنا اچھا ہے۔

(4)مال دنیا میں چھوڑ کر ہی جانا ہے تو پھر انسان مال میں بُخل کیوں کرتا ہے؟

(5)جب اذیت دینے کے لیے کوئی شخص کسی سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرنے والے اور ذلیل و رُسوا لوگ سب برابر ہیں۔(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صفحہ 152، 153)

اللہ کریم ہمیں ان نصیحتوں کو اپنے دل میں جگہ دینے اور ان پر عمل کی سعادت عطا فرمائے اور اللہ ہم لوگوں کو شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے سبق لینے اور حق پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

محترم قارئین کرام!

یزید پلید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا: یزید پلید نے حکم دیا کہ اگر حضرت امام حسین اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم بیعت نہ کریں تو انہیں قتل کر دو۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم صفحہ نمبر 191 مترجم اردو مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

یزید پلید کے وکیل آج بھی یہ کہتے نہیں تھکتے کہ امیر یزید بن معاویہ بے گناہ ہے، وہ قتل حسین میں ملوّث نہیں۔ جبکہ محدثین کرام علیہم الرّحمہ لکھتے آرہے ہیں کہ یزید پلید ہی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے اور ان کے ساتھ لڑائی کے احکامات جاری کیے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں کے نام تک سے امت کو آگاہ فرما دیا تھا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُقْتَلُ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی الله عنهما عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ مِنْ مُهَاجَرَتِي. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالدَّيْلَمِيُّ وَزَادَ فِيْهِ: حِيْنَ يَعْلُو الْقَتِيْرُ، الْقَتِيْرُ: الشَّيْبُ۔

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو میری ہجرت کے ساٹھویں سال کے آغاز پر

شہید کر دیا جائے گا۔اس حدیث کو امام طبرانی اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔امام دیلمی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: جب ایک (آوباش) نوجوان ان پر چڑھائی کرے گا۔

(طبراني، المعجم الکبیر، 105:3، رقم:2807، الموصل: مکتبة الزهراء)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ أَمْرُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ. حَتّٰى يَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يَثْلِمُهُ. رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ. يُقَالُ لَهُ يَزِيْدُ۔

ترجمہ: میری امت دین و انصاف کی قدریں قائم رہیں گی، حتٰی کہ ایک شخص اقتدار پر آئے گا۔ یہ پہلا شخص جو میرے دین کی قدروں کو پامال کر دے گا۔ وہ شخص بنوامیہ میں سے ہو گا۔اُس کا نام یزید ہو گا۔

(أبو یعلی، المسند، 176:2، رقم: 871، دمشق: دار المأمون للتراث)،(تاریخ دمشق، جلد نمبر 65 صفحہ نمبر 249-250، طبع دار الفکر، چشتی)

نام نہاد اہلحدیثوں غیر مقلد وہابیوں یزید کے وکیلوں کے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔

(تحقیقی، اصطلاحی اور علمی مقالات جات جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 356-357 طبع الکتاب انٹرنیشنل دہلی انڈیا)

مشہور اہلحدیث غیر مقلد محقق ابو جابر عبد اللہ دامانوی لکھتے ہیں: ناصبی حضرات نے یزید کو جنّتی ثابت کرنے کے لیئے نئ تحقیق کا نام دے کر یزید کو بے گناہ و جنّتی ثابت کرنے کی کوشش کی اور ان کی اس نئ تحقیق کے نام پر بعض اہلحدیث گمراہ ہوئے جبکہ یزید قاتل اہلبیت وصحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

(یزید بن معاویہ اور جیش مغفور صفحہ 8 مشہور اہلحدیث غیر مقلد محقق ابو جابر عبد اللہ دامانوی)

مام الناقدین امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، یزید پلید کے بارے لکھتے ہیں:

وكان ناصبيّاً ، فظاً غليظاً ، جلفاً ، يتناول المسكر ، ويفعل

المنكر ، افتتح دولته بمقتل الشهيد الحسين (رضى اللّٰه تعالىٰ عنه) ، واختتمها بواقعة الحرّة ، فمقته الناس ، ولمْ يبارك في عمره ، وخرج عليه غير واحد بعد الحسين (رضى اللّٰه تعالىٰ عنه) كأهل المدينة .

ترجمہ: یزید ناصبی، سنگدل بدزبان، غلیظ، جفاء کار مئے نوش، بدکار، تھا اس نے اپنی حکومت کا افتتاح امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کے قتل سے کیا، اور واقعہ حرّہ (مدینہ پر حملہ) پر اس کا اختتام کیا، اسی لئے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی، اور اس کی عمر میں برکت نہ ہو سکی، امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سے حضرات نے محض فی سبیل اللہ خروج کیا جیسے حضرات اہلِ مدینہ۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 4، صفحہ 37، 38، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، چشتی)

ابن عثم کوفی نقل کرتے ہیں کہ یزید نے والی مدینہ کو خط لکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا:

وليكن مع جوابك إليّ رأس الحسين بن عليّ، فإن فعلت ذلك فقد جعلت لك أعنّة الخيل، ولك عندي الجائزة والحظّ الأوفرّ والنعمة واحدة والسلام ۔

ترجمہ: اس خط کے جواب کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھی ہونا چاہیے اگر تم نے ایسا کر دیا تو ہماری طرف سے بڑے انعام کے حقدار بنو گے والسلام۔

(الفتوح، ج 3، جزء 5، ص 18)

علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ عبید اللہ ابن زیاد نے اتنا بڑا ظلم (قتل امام حسین رضی اللہ عنہ) کیوں کیا، اسی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

أما قتلي الحسين فإنه أشار علي يزيد بقتله أو قتلي

فاخترت قتله۔

ترجمہ: مجھ کو یزید نے میرے قتل ہونے اور حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کے درمیان اختیار دیا تھا (یا مجھ عبید اللہ بن زیاد کا قتل ہو گا یا حسین کا) اور میں نے ان دونوں میں سے حسین کے قتل کا انتخاب کیا۔

(أبو الحسن على بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم الشيباني الوفاة: 630هـ، الكامل فى التاريخ ج 3، ص 474، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت - 1415هـ، الطبعة: ط 2، تحقيق: عبد الله القاضى)

علاّمہ قرمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے:

و بلغ الخبر الي يزيد فو لي العراق عبيد الله بن زياد و امره بقتال الحسين.

ترجمہ: یزید نے والی عراق عبید اللہ ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو قتل کر دے۔

(القرماني، احمد بن يوسف، المتوفي: 1019، اخبار الدول و آثار الأوَل في التاريخ، ج 1، ص 320، تحقيق: احمد حطيط – فهمي سعد، ناشر: عالم الكتب)

ابن اعثم کوفی نے بھی اس واقعے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

فكتب عبيد الله بن زياد إلى الحسين: أما بعد يا حسين! فقد بلغني نزولك بكربلاء، وقد كتب إلي أمير المؤمنين يزيد بن معاوية أن لا أتوسد الوثير ولا أشبع من الخبز، أو ألحقك باللطيف الخبير أو ترجع إلى حكمي وحكم يزيد بن معاوية – والسلام۔

ترجمہ: عبید اللہ ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا: اما بعد،

اے حسین مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کربلا میں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ یزید ابن معاویہ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آرام سے نہ بیٹھوں اور سیر ہو کے کھانا نہ کھاؤں (اس بات سے کنایہ ہے کہ آپ کے بارے میں جلد از جلد فیصلہ کروں) یہاں تک کہ آپ کو رضی اللہ عنہ خدا سے ملحق کر دوں یا پھر میرے اور یزید کے حکم کو تسلیم کر لیں والسلام ۔

(الفتوح - أحمد بن أعثم الكوفي - ج 5 ص 84-85، چشتی)(مطالب السؤول في مناقب آل الرسول (رضی اللہ عنہم) - محمد بن طلحة الشافعي صفحہ 400)

یزید کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر فخر و مباہات کرنا

علاّمہ ابن اثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: واقعہ کربلا کے بعد جب یزید نے عمومی ملاقات کی اجازت دی اور لوگ مجلس میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس اس کے سامنے رکھا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی ہے کہ جس کے ساتھ وہ امام رضی اللہ عنہ کے گلے کی بے حرمتی کر رہا ہے اور کچھ اشعار کو گنگنا رہا تھا کہ جو امام رضی اللہ عنہ کے قتل پر فخر و مباہات پر دلالت کر رہے تھے ۔ (کامل ابن اثیر، ج 3 ص 298)

اسی مطلب کو امام سیوطی، سبط ابن جوزی علیہما الرّحمہ نے بھی نقل کیا ہے کہ: یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی توہین کرتے ہوئے ابن زبعری کے اشعار کو گنگنا رہا تھا جن کا مضمون کچھ یوں تھا کہ: ہم نے بنی ہاشم کے بزرگان کو بدر کے مقتولین کے بدلے کے طور پر قتل کیا ہے ۔

(تذکرۃ الخواص، ص 235)

یزید لعین کے کفریہ اشعار

محترم قارئینِ کرام: یزید نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو دربار میں اسیروں کی حالت میں حاضر کر کے کفر آمیز اشعار کہہ کر واقعہ کربلا کو اپنے لیے افتخار شمار کیا ہے:

لیت أشیاخی ببدر شهدوا .... جزع الخزرج من وقع الاسل

قد قتلنا الكثير من أشياخهم .... وعدلناه ببدر فاعتدل

لست من خندف إن لم أنتقم .... من بني أحمد ما كان فعل

لعبت هاشم بالملك فلا .... خبر جاء ولا وحي نزل

ترجمہ اشعار: اے کاش ہمارے وہ آباء واجداد (کفّار) جو بدر میں مارے گئے، وہ زندہ ہوتے تو وہ دیکھ لیتے کہ آل احمد سے ہم نے کیسے انتقام لیا۔ ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر کے بدر کا بدلہ چکا دیا ہے۔ اگر آل احمد سے بدلہ نہ لیا، تو میں بنی خندف سے نہیں ہوں، بنی ہاشم نے حکومت کے ساتھ کھیل کھیلا ہے ان پر نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے اور نہ کوئی فرشتہ اترآیا ہے۔

(ابن جوزی، المنتظم، ج2،ص199)(ابو الفرج اصبھانی، مقاتل الطالبیین، ج1،ص34)(ابن المطهر، البدء والتاریخ، ج1،ص331)(الدولة الأموية للصلابي، ج2،ص256)(البداية والنهاية، ج8،ص192)(تاریخ الطبری، ج8،ص187)(تاریخ الطبری -، ج8،ص188)

یزید کے وکیلو اور یزید کے دلاّلو اب بھی وقت ہے یزید کی وکالت وحمایت سے توبہ کرلو ایسے بد بخت کی حمایت کرتے ہو قاتلِ اہلبیت رضی اللہ عنہم اور مدینۃ المنورہ کی بے حرمتی کرنے والے خبیث پلید کی حمایت کرتے ہو کچھ شرم وحیاء کرو جن کا کلمہ پڑھتے ہو انہیں کی آل کے قاتل کی حمایت کرتے ہو۔

مہتمم دارالعلوم دیوبند جناب قاری محمد طیب دیوبندی صاحب کی گواہی یزید فاسق وفاجر تھا اور امام حسین واہلبیت رضی اللہ عنہم کا قتل اسی کے حکم پر ہوا اور وہ اس پر راضی تھا۔

(شہید کربلا صفحہ 126 قاری محمد طیب دیوبند مہتمم دیوبند)

یزید کے سگے بیٹے کی گواہی یزید شرابی اور قاتلِ اہلبیت تھا

یزید کے بیٹے نے چند دن حکومت میں رہ کر حکومت سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے کہا کہ:

إن هذه الخلافة حبل الله وإن جدي معاوية نازع الامر أهله ومن هو أحق به منه علي بن أبي طالب وركب بكم ما تعلمون حتى أتته منيته فصار في قبره رهينا بذنوبه ثم

قلد أبي الامر وكان غير أهل له ونازع ابن بنت رسول الله ثم بكى وقال إن من أعظم الامور علينا علمنا بسوء مصرعه وبئيس منقلبه وقد قتل عترة رسول الله وأباح الحرم وخرب الكعبة۔

ترجمہ: میرے باپ یزید نے حکومت سنبھالی حالانکہ وہ اس قابل نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے امام حسین سے اس نے جنگ کی اور اس کی عمر کم ہوگئی، اور وہ اپنے گناہوں کو لیکر قبر میں جا پھنسا، پھر یزید کا بیٹا رو پڑا، کہا ہمارے لئے بڑا صدمہ یزید کے برے انجام کا ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا، کعبہ کو تباہ کیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی صفحہ نمبر 642 اور مترجم کے صفحات نمبر ز 740، 741، چشتی)

یزید پلید کے وکیل آج بھی یہ کہتے نہیں تھکتے کہ امیر یزید بن معاویہ بے گناہ ہے، وہ قتل حسین میں ملوّث نہیں ۔ جبکہ محدثین کرام علیہم الرّحمہ لکھتے آرہے ہیں کہ یزید پلید ہی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے اور ان کے ساتھ لڑائی کے احکامات جاری کیے تھے۔

یزید نے کوفہ کے گورنر کو لکھا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تیرے شہر میں آنے کو منتخب کیا ہے، اب یہ تیرے اوپر منحصر ہے کہ تو آزاد زندگی گذارنا چاہتا ہے یا غلامی کی زندگی، اور کوفہ کے گورنر ملعون ابن زیاد نے اپنی زندگی گذارنے کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) کر کے سر یزید کے پاس بھیج دیا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: خرج الحسين إلي الكوفة، فكتب يزيد إلي واليه بالعراق عبيد الله بن زياد: إن حسينا صائر إلي الكوفة، وقد ابتلي به زمانك من بين الأزمان، وبلدك من بين البلدان، وأنت من بين

العمال، وعندها تعتق أو تعود عبدا. فقتله ابن زياد وبعث برأسه إليه۔

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب کوفے کی طرف حرکت کی تو یزید نے والی عراق عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ حسین کوفے کی طرف جارہا ہے اس نے دوسرے شہروں کی بجائے آنے کے لیے تمہارے شہر کا انتخاب کیا ہے تم میرے قابل اعتماد ہو پس تم خود فیصلہ کرو کہ تم نے آزاد رہ کر زندگی گزارنی ہے یا غلام بن کر۔ اس پر ابن زیاد نے حسین کو قتل کیا اور اس کے سر کو یزید کے لیے بھیجا۔

(شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی الوفاة: 748ھ، تاریخ الإسلام ج 5 ص 10 دار النشر : دار الكتاب العربي - الطبعة : الأولى، تحقيق : د. عمر عبد السلام تدمری محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبی أبو عبد الله الوفاة: 748، سير أعلام النبلاء ج 3 ص 305 دار النشر : مؤسسة الرسالة - بيروت - التاسعة، تحقيق : شعيب الأرناؤوط , محمد نعيم العرقسوسی،چشتی)، یہی بات امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل ھےھے : تاريخ دمشق، ج 14، ص 213، و در حاشیه بغية الطالب، ج 6، رقم 2614.تاريخ دمشق، ج 14، ص 213، و در حاشیه بغية الطالب، ج 6، رقم 2614)

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں:

فكتب يزيد إلي واليه بالعراق، عبيد الله بن زياد بقتاله

ترجمہ: یزید نے عبید اللہ بن زیاد کہ جو والی عراق تھا کو امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا۔

(تاریخ الخلفاء، ص 193، چاپ دار الفکر سال 1394ھ۔ بیروت)

ابن زیاد نے مسافر بن شریح یشکری کو لکھا کہ:

أما قتلي الحسين، فإنه أشار علي يزيد بقتله أو قتلي، فاخترت قتله۔

ترجمہ: میں نے حسین (رضی اللہ عنہ) کو اس لیے قتل کیا ہے کہ مجھے حسین

(رضی اللہ عنہ) کے قتل کرنے یا خود مجھے قتل ہونے کے درمیان اختیار دیا گیا تھا اور میں نے ان دونوں میں سے حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے کو انتخاب کیا۔ (الکامل في التاریخ، ج 3، ص 324. لابن اثیر)

ابن زیاد نے امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھا کہ:

قد بلغني نزولك كربلاء، وقد كتب إلي أمير المؤمنين يزيد: أن لا أتوسد الوثير، ولا أشبع من الخمير، أو ألحقك باللطيف الخبير، أو تنزل علي حكمي، وحكم يزيد، والسلام۔

ترجمہ: مجھے خبر ملی ہے کہ تم کربلا میں پہنچ گئے ہو اور یزید نے مجھے کہا ہے کہ بستر پر آرام سے نہ سوؤں اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤں مگر یہ کہ یا تم کو خدا کے پاس روانہ کر دوں یا تم کو یزید کی بیعت کرنے پر راضی کروں۔ (الکامل في التاریخ، ج 3، ص 324. لابن اثیر، چشتی)

یزید نے کوفہ کے گورنر کو لکھا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تیرے شہر میں آنے کو منتخب کیا ہے، اب یہ تیرے اوپر منحصر ہے کہ تو آزاد زندگی گذارنا چاہتا ہے یا غلامی کی زندگی، اور کوفہ کے گورنر ملعون ابن زیاد نے اپنی زندگی گذارنے کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) کرکے سر یزید کے پاس بھیج دیا۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

خرج الحسين إلي الكوفة، فكتب يزيد إلي واليه بالعراق عبيد الله بن زياد: إن حسينا صائر إلي الكوفة، وقد ابتلي به زمانك من بين الأزمان، وبلدك من بين البلدان،

وأنت من بين العمال، وعندها تعتق أو تعود عبدا. فقتله ابن زياد وبعث برأسه إليه۔

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب کوفے کی طرف حرکت کی تو یزید نے والی عراق عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ حسین کوفے کی طرف جا رہا ہے اس نے دوسرے شہروں کی بجائے آنے کے لیے تمہارے شہر کا انتخاب کیا ہے تم میرے قابل اعتماد ہو پس تم خود فیصلہ کرو کہ تم نے آزاد رہ کر زندگی گزارنی ہے یا غلام بن کر۔ اس پر ابن زیاد نے حسین کو قتل کیا اور اس کے سر کو یزید کے لیے بھیجا۔

(شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي الوفاة: 748ھ، تاريخ الإسلام ج 5 ص 10 دار النشر : دار الكتاب العربي - الطبعة : الأولى، تحقيق : د. عمر عبد السلام تدمري محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي أبو عبد الله الوفاة: 748، سير أعلام النبلاء ج 3 ص 305 دار النشر : مؤسسة الرسالة - بيروت - التاسعة، تحقيق : شعيب الأرناؤوط , محمد نعيم العرقسوسي،چشتی)، یہی بات امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل ھے ھے : تاریخ دمشق، ج 14، ص 213.و در حاشیہ بغیۃ الطالب، ج 6، رقم 2614.تاریخ دمشق، ج 14، ص 213.و در حاشیہ بغیۃ الطالب، ج 6، رقم 2614)

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں:

فكتب يزيد إلي واليه بالعراق، عبيد الله بن زياد بقتاله

ترجمہ: یزید نے عبید اللہ بن زیاد کہ جو والی عراق تھا کو امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا۔

(تاریخ الخلفاء، ص 193، چاپ دار الفکر سال 1394ھ-.بیروت)

ابن زیاد نے مسافر بن شریح یشکری کو لکھا کہ:

أما قتلي الحسين، فإنه أشار علي يزيد بقتله أو قتلي، فاخترت قتله۔

ترجمہ: میں نے حسین (رضی اللہ عنہ) کو اس لیے قتل کیا ہے کہ مجھے حسین

(رضی اللہ عنہ) کے قتل کرنے یا خود مجھے قتل ہونے کے درمیان اختیار دیا گیا تھا اور میں نے ان دونوں میں سے حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے کو انتخاب کیا۔ (الکامل في التاریخ، ج 3، ص 324. لابن اثیر)

ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ:

قد بلغني نزولك كربلاء، وقد كتب إلي أمير المؤمنين يزيد: أن لا أتوسد الوثير، ولا أشبع من الخمير، أو ألحقك باللطيف الخبير، أو تنزل علي حكمي، وحكم يزيد، والسلام۔

ترجمہ: مجھے خبر ملی ہے کہ تم کربلا میں پہنچ گئے ہو اور یزید نے مجھے کہا ہے کہ بستر پر آرام سے نہ سوؤں اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤں مگر یہ کہ یا تم کو خدا کے پاس روانہ کر دوں یا تم کو یزید کی بیعت کرنے پر راضی کروں۔

(الکامل في التاریخ، جلد 3 صفحہ 324 لابن اثیر، چشتی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یزید شرابی و کافر ہے اور اس پر لعنت کرنا جائز ہے:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1225ھ) جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اپنے دور کا بیہقی" ہونے کا لقب دیا، اپنی کتاب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہلِ بیت کی دشمنی کا جھنڈا انہوں نے بلند کیا اور حضرت حسین کو انہوں نے ظلماً شہید کر دیا اور یزید نے دینِ محمدی کا ہی انکار کر دیا اور حضرت حسین کو شہید کر چکا تو چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آلِ محمد اور بنی ہاشم سے ان کا کیسا بدلہ لیا۔ یزید نے جو اشعار کہے تھی ان میں آخری شعر یہ تھا: احمد نے جو کچھ (ہمارے بزرگوں کے ساتھ بدر

میں) کیا اگر اولاد سے میں نے اس کا انتقام نہ لیا تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔
یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دے دیا تھا۔ شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے کے بعد آخری شعر میں اس نے کہا تھا: اگر شراب دینِ احمد میں حرام ہیں تو (ہونے دو) مسیح بن مریم کے دین (یعنی عیسایت) کے مطابق تم اس کو (حلال سمجھ کر) لے لو۔ یزید اور اس کے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے ایک ہزار مہینے تک رہے، اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ بچا۔
(تفسیر مظہری عربی، ج5ص 271 سورہ 14 آیت 29)، (تفسیر مظہری جلد پنجم صفحہ نمبر 327، چشتی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: یزید بد بخت نے امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کروایا اور اسے بدر والے مقتول کفار کا بدلہ قرار دیا، یزید شرابی کو حلال جانا، حرمت کعبۃ اللہ و مدینۃ المنوّرہ پامال کی غرض کونسا جرم ہے جو اس نے نہ کیا۔ (تفسیر مظری پنجم صفحہ 645، چشتی)

ہمیشہ کی طرح دیوبندیوں نے دارالاشاعت کراچی کے ترجمہ میں ڈنڈی مارہے اور یزید کے اشعار جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں وہ مکمل طور پر نقل نہیں کیے۔
سورہ نمبر 24 آیت 55 کی تفسیر میں بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت "ومن کفر بعد ذلک" میں یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ ہو۔ یزید نے رسول اللہ کے نواسے کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا۔ یہ ساتھی خاندانِ نبوت کے ارکان تھے، عزتِ رسول کی بے عزتی کی اور اس پر فخر کیا اور کہنے لگا آج بدر کے دن کا انتقام ہو گیا، اسی نے مدینۃ الرسول پر لشکر کشی کی اوت حرہ کے واقع میں مدینہ کو غارت کیا اور وہ مسجد میں جس کی بناء تقویٰ پر قائم کی گئی تھی اور جس کے جنت کو باغوں میں سے ایک باغ کہا گیا ہے اس کی بے حرمتی کی، اس نے بیت اللہ پر سنگباری کے لیے منجیقیں نصب کرایئں اور اس نے اول خلیفہ رسول حضرت ابو بکر کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرایا اور ایسی ایسی نازیبا حرکتیں کیں کہ آخر اللہ کے دین کا منکر ہو گیا اور اللہ کی حرام کی ہوئی شراب کو حلال کر دیا۔
(تفسیر مظہری جلد 8 صفحہ 268، چشتی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ السّیف المسلول میں فرماتے ہیں: یزید پر لعنت کرنا جائز ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن سے ثابت کیا ہے اور جو اللہ کو مانتا ہے وہ یزید سے دوستی نہیں کرے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید پر لعنت ہے، اور یزید کا کفرِ صریح یہ ہے کہ اس نے سرِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی اور کفریہ اشعار پڑھے ایسوں پر اللہ، تمام فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (السیّف المسلول صفحہ نمبر 488 تا 490)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں تحریر کیا: غرض یہ کہ یزید کا فر معتبر روایت سے ثابت ہے۔ پس وہ مستحقِ لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن الحب فی اللہ البغض فی اللہ اس کا متقاضی ہے۔ (المکتوبات صفحہ 203)

نوٹ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبندی اپنا رہنما کہتے ہیں اب بعض دیوبندی جو یزید کی حمایت کرتے ہیں ان کے لیے لمحہ فکریہ جو اسے تابعی ثابت کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے جواب ہے کہ جب کفر کر لیا یزید نے تو تابعیت کیا فائدہ دے گی اسے کیا اس کفر کے بعد بھی اس کی تابعیت باقی رہی؟۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یزید بد تمیز، ناصبی، نشہ کرنے والا، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل اور مدینۃُ المنورہ کی بے حرمتی کرنے والا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ نمبر 37،38)

اب کیا کہتے ہیں یزید کے وکیل کہ یزید نے قتل کا حکم نہیں دیا؟ یزید کے وکیلو اب بھی وقت ہے یزید کی وکالت و حمایت سے توبہ کر لو ایسے بدبخت کی حمایت کرتے ہو قاتلِ اہلبیت رضی اللہ عنہم اور مدینۃ المنورہ کی بے حرمتی کرنے والے خبیث پلید کی حمایت کرتے ہو کچھ شرم و حیاء کرو جن کا کلمہ پڑھتے ہو انہیں کی آل کے قاتل کی حمایت کرتے ہو۔

آیئے اب ہم واقعہ کربلا کی حقیقت کو سمجھیں: آج کل کے یزیدی سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں کہ واقعہ کربلا دو شہزادوں کی جنگ تھی آیئے واقعہ کربلا کی حقیقت کو تعصب کی عینک اتار کر حقائق و دلائل کی روشنی میں سمجھیں: عام نظریہ یہ ہے کہ کربلائے معلی میں امام

حسین رضی اللہ عنہ اور یزیدیوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی جنگ ہی نہیں تھی کیونکہ جنگ کے لئے جس طرح کی سروسامانی، قوت و طاقت اور فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ایک طرف تو تھی مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے اہل و عیال کے علاوہ چند وفا پیشہ جاں نثار رفقاء تھے، کیا کوئی شوق میں اپنی اہل و عیال کو قتل کے بھینٹ چڑھانا گوارا کرے گا؟ دراصل کربلا کی تاریخ کا پورا پس منظر اس محور پر گردش کررہا ہے کہ دور یزید میں ایک ناقابل درست نظریہ (یعنی بیعت یزید) کو امام حسین رضی اللہ عنہ پر تھوپنے کی کوشش کی گئی اور امام نے اس نظریہ کا سختی سے انکار کیا اور ہر موقع پر دانش مندی کا مظاہرہ کیا۔ اس لئے کربلا کے حادثے کو فکر و نظر کی جنگ کا نتیجہ تو کہا جاسکتا ہے مگر اسے حقیقی جنگ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ چنانچہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور امارت میں والی مدینہ مروان بن حکم کو اہل مدینہ سے یزید کی ولی عہد کی بیعت لینے کا حکم دیا تو امام حسین، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے یزید کی ولی عہدی تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اس موقع پر عبد الرحمن بن ابی بکر نے مروان کو ایسا کرارا جواب دیا کہ بھاگ دوڑ تک نوبت پہنچ چکی تھی۔

(البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر، جلد 8/48، دار الحدیث القاہرہ 1998، چشتی)

جب مروان کی دال نہیں گلی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام، مصر، عراق اور دیگر شہروں میں یزید کی ولی عہدی کی زمین ہموار کرنے کے لئے امراء کو خفیہ احکام جاری فرمائے اور تقریباً ہر طرف سے زمین ہموار ہوچکی۔ لے دے کر حجاز مقدس کی زمین بچی ہوئی تھی، یہاں اسلام کی مقتدر ہستیاں تشریف فرماتھیں۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود مدینہ آئے اور مدینہ کے باہر امام حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہم کو بلوایا، لیکن امیر معاویہ اور صحابہ کرام میں سخت کلامی ہوگئی اور یزید کی ولی عہد کا معاملہ حل نہ ہوسکا اور یہ چاروں حضرات دل برداشتہ ہوکر مدینہ چھوڑ کر مکہ آگئے۔ کچھ دنوں بعد پھر حضرت امیر معاویہ مکہ آئے۔ یہاں معاملہ بالکل برعکس نکلا، حضرت امیر معاویہ نے ان چاروں صحابہ کرام کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ سب کو تنہائی میں بلاکر امیر معاویہ نے فرمایا تم بیعت کرلو۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تین تجویز

رکھیں، مگر کوئی بھی منظور نہ ہوسکی۔ یہاں سے یہ بات بھی صاف طور پر واضح ہوگئی کہ یزید کی خلافت و امارت کے استصواب پر اکابر صحابہ کا اختلاف تھا، اس لیے یزید کی امارت متفق علیہ نہیں تھی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سیاسی اور دینی تدبر

60 ھجری میں جب یزید تخت نشین ہوا تو اس نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے کہا! انہیں بیعت پر مجبور کرو اور پوری سختی کرو، ولید نے حکم پورا کیا مگر اسے اپنے منہ کی کھانی پڑی۔ امام حسین نے دانش مندی اور سیاسی تدبر سے جواب دیا کہ میرے ایسے شخص کی بیعت کو کافی نہ سمجھو گے، جب یہ معاملہ مجمع عام میں رکھو گے تو مجھ سے مطالبہ کرنا

(الطبری 6/188، الکامل 3/264، بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب صفحہ 8/326۔ چشتی)

دوسرے دن امام حسین مدینہ سے مکہ تشریف لائے، مکے میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر و رسوخ ہونے کے باوجود لوگوں کا ہجوم آپ کے پاس اکھٹا ہوگیا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے بیعت کے لئے پیشکش بھی کی مگر امام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ وہ امت میں فساد نہیں چاہتے تھے۔ اگر آپ بیعت کر لیتے تو حضرت عبداللہ بن زبیر کی جانب سے ردعمل سامنے آسکتا تھا۔ اس لئے آپ نے یہاں بھی حسن تدبیر سے کام لیا اور خاموشی میں بہتری سمجھی۔ (البدایہ جلد 8 صفحہ 143، چشتی)

دوسری جانب کوفے میں یزید کے خلاف بدامنی پھیل گئی۔ اہل کوفہ کی جانب سے پیہم خطوط آنا شروع ہوگئے۔ انہوں نے آپ کو اپنا قائد، امام تسلیم کرنے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ امام حسین کے سامنے یہاں کئی چیزیں تھیں، ایک طرف قوم خود بخود ظالم و جابر حکمران کے ظلم و زیادتی سے تنگ آکر دوسری قیادت و خلافت کا مطالبہ کر رہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف کوفیوں کی سابقہ بدعہدی اور بے وفائی کی داستان بھی امام کے پیش نظر تھی۔ اور ان کی بے وفائی کی وجہ سے صحابہ کرام بھی شدت کے ساتھ منع کر رہے تھے۔ اس دوراہے پر امام حسین نے جس دانش مندی، دوربینی اور سیاسی تدبر کا مظاہرہ کیا ہے، دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ امام حسین کو نہ سیاسی اقتدار

کی خواہش تھی اور نہ خلافت و بیعت کا شوق تھا، ورنہ آپ مکے ہی میں لوگوں کی پیشکش قبول کر چکے ہوتے مگر ایسا نہیں کیا۔ لیکن جب آپ کو یقین ہو گیا کہ امت فساد کا شکار ہو چکی ہے، ان پر ظلم و زیادتی کی ایسی انتہا ہو چکی ہے کہ اب وہ بہ زبان خود دوسری قیادت کا مطالبہ کر رہی ہے، اس لئے اس وقت امت کو شر و فساد سے محفوظ کرنے کے لئے کھڑا ہونا گویا واجب ہو چکا تھا اور تیسری طرف یزید کا کیا عالم تھا، مندرجہ ذیل تصریحات پڑھیے:

ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عصره ... (مقدمه ابن خلدون ص 180۔ چشتی)

ترجمہ: یزید کا فسق و فجور تمام اہل زمانہ پر آشکارا ہو گیا۔

یعنی مروی ہے کہ یزید سرور و نغمہ، شراب نوشی اور سیر و شکار کے لئے مشہور تھا۔ نوعمر لڑکوں، گانے والیوں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔ لڑاکا مینڈھوں، سانڈھوں اور بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ ہر دن صبح کے وقت مخمور رہتا تھا۔ زین کسے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو اسی سے بندھوا دیتا تھا اور ادھر ادھر پھرواتا تھا، بندروں اور نوخیز لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا، گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرواتا تھا اور جب کوئی بندر مرجاتا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ، ابن کثیر)

ابن کثیر مزید فرماتے ہیں: یزید کے اندر شہوتوں کی طرف میلان بھی زیادہ تھا اور بعض نمازیں ترک کرنے اور اکثر اوقات انہیں نذر غفلت کر دینے کا عادی تھا۔ ایسی رستہ خیز اور قیامت آشوب دور میں امام حسین کے لئے امت کو ایسی قیادت فراہم کرنا واجب ہو گیا تھا جو یزیدی عہد حکومت کے مفاسد کی اصلاح اور ملت کی تطہیر کا فریضہ انجام دیتی اور سلطان جائر (یزید) کے سامنے کلمہ حق کی آواز بلند کرتی اور اس قیادت کی سب سے زیادہ اہلیت آپ کے اندر تھی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: لانہ السید الکبیر، وابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فلیس علی وجہ الارض یومئذ احد یسامیہ ولا یساویہ، ولکن الدولۃ الیزیدیۃ کانت کلھا تناوئہ (البدایۃ 8/144۔ چشتی)۔ ابن خلدون رقم طراز ہیں: فاما الاہلیۃ فکانت کماظن وزیادۃ

(ابن خلدون/مقدمہ 180)

یعنی جہاں تک اہلیت و صلاحیت کا تعلق ہے تو وہ بلاشک و شبہ ان میں تھی جیسا کہ ان کا گمان بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔

خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کے راستے سے کربلا کی طرف پلٹتے وقت جو تاریخی خطبہ دیا ہے، اقدام کا پس منظر سمجھنے کے لئے خطبے کا حرف حرف ضمانت ہے: ترجمہ: لوگو! رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ اس نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیا ہے۔ پیمانہ الٰہی کو توڑ رہا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کر رہا ہے، اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کا معاملہ کرتا ہے، ایسی صورت حال میں بھی وہ اپنے قول و عمل سے شر کو نہ مٹائے تو اللہ کا حق ہے کہ وہ اس کو اس کے ٹھکانے تک پہنچا دے۔ (ابن اثیر الکامل فی التاریخ 4/40)

خبر دار ہو جاؤ! ان لوگوں (یزیدیوں) نے اپنے اوپر شیطان کی پیروی لازم کر لی ہے۔ خدا کی عبادت ترک کر دی ہے، ہر طرف فساد برپا کر دیا ہے، شرعی حدود کو معطل کر دیا ہے، سرکاری مال اپنے مفاد پر خرچ کر رہے ہیں اور للہ کے حرام کو حلال اور اس کے حلال کو حرام کر دیا ہے اور سن لو! ان مفاسد اور شر کو مٹانے کا میں سب سے زیادہ حق دار ہوں۔

گویا امام حسین کے سامنے پہلے نکتے کے تحت دوسری قیادت فراہم کرنے کے سارے شرعی و عصری تقاضے فراہم ہو چکے تھے، مگر دوسری طرف کوفے والوں کی بدعہدی بھی ایک زمینی حقیقت تھی، اسی وجہ سے صحابہ کرام منع بھی کر رہے تھے اور بہت سے ان میں مجتہد بھی تھے۔ چنانچہ امام حسین نے اسی پورے معاملے کی انکوائری کرنے کے تجرباتی طور پر مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ کیا تاکہ صحابہ کا گمان بھی غلط نہ ہو اور اقدام کے لئے اتمام حجت بھی ہو جائے۔ چنانچہ امام مسلم بن عقیل کوفہ روانہ ہو گئے اور تقریباً 18 ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد امام مسلم بن عقیل نے کوفہ والوں کی وفائی کا توثیق نامہ لکھ کر امام حسین کو تشریف لانے کی دعوت دی۔

(البدایہ والنہایہ 8/144، چشتی)

امام مسلم کے خط سے گویا صحابہ کرام کو ظاہری اطمینان بھی ہو گیا اور امام حسین نے تجرباتی طور پر اتمام حجت بھی کرلی، اس لیے خط ملتے ہی آپ اہل و عیال کے ساتھ کوچ کر گئے۔ امام حسین کے پاس اہلیت تو تھی ہی ساتھ ہی طاقت و شوکت بھی ان کے پاس تھی، یہاں امام طبری نے ایک نہایت کچی بات کی ہے کہ امام حسین کے پاس دنیاوی شوکت نہیں تھی۔

امام حسین سے شرعی لغزش تو نہیں ہوئی، جہاں تک قوت و شوکت کا تعلق ہے، تو اس کے سمجھنے میں غلطی ہوئی، اللہ ان پر رحم فرمائے۔
(مقدمہ ابن خلدون ص 181۔ چشتی)

امام طبری کی بات کی ناپختگی کی وجہ یہ ہے کہ جن کوفیوں نے امام مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کی تھی انہوں نے تو دراصل امام حسین کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور وہ پوری فوج امام کی فوج تھی۔ امام کے حکم پر کچھ بھی کر سکتی تھی، اس لئے امام کو دنیاوی شوکت بھی حاصل تھی۔ ممکن ہے طبری کو یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی ہو کہ جس وقت امام حسین خروج کر رہے تھے، ان کے پاس کوئی دنیاوی شوکت و طاقت نہیں تھی تو پہلی بات تو یہ ہے کہ امام کسی جنگ کے ارادے سے نکل ہی نہیں رہے تھے کہ ان کے پاس لشکر جرار ہونا ضروری تھا اور نہ ان کے ساتھ چند نفوس قدسیہ مع اہل خانہ نہیں ہوتے اور تاریخ یہ ثبوت پیش کرنے سے بھی قاصر ہے کہ انہوں نے مکے اور مدینے والوں میں کسی فرد کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی اور اگر مان لیا جائے کہ یزید کی طرف سے ان سے جنگ بھی ہو سکتی تھی، تو امام حسین کے 18 ہزار کوفی وفادار دفاع کرنے کے لئے کافی تھے۔ گویا امام کو اپنی دنیاوی شوکت کا بھرپور اندازہ تھا۔ یہاں یہ نکتہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ جنگ کے لئے قائد کا بذات خود وہاں موجود ہونا ضروری نہیں۔ صرف اس کا حکم ہونا ضروری ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ پوری فوجی طاقت تو دراصل قائد کی ہی ہوتی ہے۔ ان نکات کو پیش نظر رکھ کر امام طبری کے نظریئے کا تجزیہ کیجئے اور بے لاگ ہو کر فیصلہ کیجئے۔

فریب ہی فریب

امام عالی مقام رضی اللہ عنہم مکہ سے کوفے کے لیے نکلے تھے مگر ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت قادسیہ کے آگے مقام ذوحشم میں حر بن یزید نے امام کو محاصرہ میں لے لیا اور کوفے کی بجائے کربلا تک پہنچا دیا۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ 8/328)

مقام ذوحشم میں امام نے حر وغیرہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ میں تمہارے دعوتی خطوط پر آیا ہوں، مجھے تمہارے قول وقرار پر یقین ہے، اس لئے اطاعت کرلو، ورنہ میں جہاں سے آیا ہوں مجھے جانے دو، لیکن مجھے بیعت یزید ہرگز قبول نہیں۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ 8/328، چشتی)

اسی طرح کربلا تک لوگوں سے ملاقات رہی، لوگوں نے سوالات کئے مگر امام نے یہی جواب دیا کہ میں تمہارے دعوتی خطوط کی بنیاد پر آیا ہوں۔ جب آپ میدان کربلا پہنچے تو کوفے کا سارا نقشہ بدل چکا تھا، جنہوں نے حسینی ہونے اور اپنی وفاداری کی قسمیں کھائی تھیں، اب وہ اپنے قسموں کے پیمانے توڑ چکے تھے اور سامنے یزیدیوں کا ایک لشکر جرار موجود تھا، عمر بن سعد کو ابن زیاد نے حکم دے دیا تھا کہ یا تو حسین سے بیعت کرلو یا انہیں قتل کردو۔ امام حسین کو صرف کربلا ہی میں نہیں راستے ہی میں یقین ہو چکا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، لیکن آپ نے ہر موقع پر امت کو یزید کے ظلم و جور سے بچانے کے لئے ان کے عہد ناموں کی یاد دہانی کرائی اور عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تشریف لائے مگر قوم نے ساتھ نہ دیا۔ جب کربلا میں یہ امر واضح ہوگیا کہ ان پر جنگ مسلط کی جا چکی ہے اور عمرو بن سعد جبراً بیعت لینا چاہتا ہے تو آپ نے اولا بیعت سے انکار کیا اور پھر اصول جنگ کے مطابق دو بنیادی تجویزیں پیش کیں۔

(1) یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں وہیں جانے دیا جائے۔

(2) یا انہیں چھوڑ دیا جائے کہ وہ وسیع وعریض زمین میں جہاں چاہیں نکل جائیں۔

(البدایہ 8/166، چشتی)

مگر ان کی کوئی تجویز منظور نہیں کی گئی اور یہ جبر واکراہ جنگ پر مجبور کیا گیا۔

بعض مورخین نے یہاں امام حسین کی تیسری تجویز یہ نقل کی ہے کہ آپ نے یہ کہا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے، تاکہ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں، اس تجویز کی تردید و تضعیف کے لئے کربلا کے واقعات کے عینی شاہد، امام عالی مقام کے رفیق سفر اور تمام مورخین کے مستند راوی عقبہ بن سمعان کا صرف یہ قول نقل کردینا کافی ہے: لقد صحبت الحسین من مکۃ الی حین قتل، وللہ ما من کلمۃ قالہا فی موطن الا وقد سمعتہا، وانہ لم یسال ان یذہب الی یزید فیضع یدہ الی یدہ ولا ان یذہب الی ثغر من الشغور، ولکن طلب منہم احد امرین، اما ان یرجع من حیث جائ، واما ان یدعوہ، یذہب فی الارض العریضۃ حتی ینظر یا یصیر امر الناس الیہ۔ (البدایۃ لابن کثیر 8/166، دارالحدیث القاہرہ 1998۔ چشتی)

کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ امام نے ہمیشہ سے جن نظریئے کی تردید کی ہو، وہ کربلا میں جاکر اسی کو گلے لگالیا؟ اگر یہ تجویز سامنے آچکی تھی تو یزیدیوں کا جنگ کے لیے تیار ہونا، چہ معنی دارد؟ کیوں کہ وہ تو اسی کے لئے لڑنے آئے تھے۔

آپ دور حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کے آغاز سے لے کر شہادت امام عالی مقام تک نظر ڈالیں تو فکر و نظر کی کشمکش ہر جگہ نظر آتی ہے، مگر امیر معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کے نظریاتی کشمکش صحیح و درست تھے کیونکہ وہ خود مجتہد تھے۔ اس لیے ان کا اجتہاد بھی درست تھا مگر یزیدی دور میں یزید صالح و طاہر آدمی نہیں تھا بلکہ وہ فاسق معلن تھا اور امام عالی مقام کو اسی ظالم و جابر کی بیعت لینے پر مجبور کیا جا تارہا ، مگر انہوں نے بھی اس باطل نظریئے کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ کیوں کیا؟ گفتگو ہوچکی ہے اور اس نظریئے کے لئے وہ آخر تک جدوجہد کرتے رہے، اس کے لئے انہوں نے وفا پیشہ جاں نثاروں سمیت ریگزار کربلا پر اپنا آخری سجدہ کرنا گوارا تو کرلیا مگر ایک نادرست اور غیر اسلامی نظریئے کو باطل کے سامنے سجدہ ریز ہونے نہیں دیا۔ امام حسین کی یہ نظریاتی جیت دراصل اسلام، ایمان اور یقین کی ایک فکری جیت تھی اور باطل فکر کی ایک ناقابل تردید شکست فاش۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے آپ کے کان میں اذان دی۔ منہ میں لعاب دہن ڈالا اور پھر

آپ کے لئے بار گاہ خداوندی میں دعا فرمائی ۔ ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور اسی دن عقیقہ کیا۔ آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' اور لقب ''سبط الرسول'' اور ''ریحانتہ الرسول'' ہے۔ آپ کی صحابیت پر امت کا اجماع ہے، اسی وجہ سے امام بخاری سمیت دیگر جمہور محدثین نے صحابیت کے لئے بلوغ کی قید کو مردود قرار دیا ہے، کیونکہ حسنین رضی اللہ عنہما کی صحابیت مسلمات سے ہے اور دلیل و حجت مسلمات سے ہی قائم کی جاتی ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس گھر اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی، وہ گھرانہ علم و حکمت کا مخزن، فضل و کمال کا سرچشمہ اور پورا ماحول انوار نبوت سے روشن تھا۔ جہاں ہر وقت قال اللہ و قال رسول اللہ کی صدائیں بلند ہوئی تھیں، جہاں گرتوں کو اٹھانے، محتاجوں کی دستگیری کرنے اور دنیا سے غلامی کے خاتمے کا درس بھی دیا جاتا تھا اور اس کو عملی جامہ بھی پہنایا جاتا تھا اور پھر امام حسین تو اہل بیت نبوت کے خاص جوہر تھے، جن پر فیضان نبوت کی ہمیشہ بارش ہوا کرتی تھی، بیک وقت کئی پاکیزہ نفوس کی صحبت نے آپ کے ظاہر و باطن کو ایسا شفاف آئینہ بنا دیا تھا کہ اس پر میل و کچیل تو کجا گرد و غبار کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ ذات و صفات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا

''حسین منی وانا من الحسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط۔

(ترمذی ج2، ص218، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ چشتی)

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین کو محبوب رکھتا ہو وہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے، حسین فرزندوں میں ایک فرزند ہیں۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسین کریمین رضی اللہ عنہم سب کو چادر میں لے کر فرمایا۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی، اللھم اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا اس کے بعد یہ آیت

نازل ہوئی:

ترجمہ: للہ تو یہی چاہتا ہے اے (رسول کے) گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں خوب خوب کر کے صاف ستھرا رکھے۔

(سورہ احزاب 33)

یہ آیت اہل بیت نبوت کے فضائل کا منبع ہے اور آیت میں متعدّد کلمات حصر سے پتا چلتا ہے کہ اس سے معمولی طہارت مراد نہیں، بلکہ سب سے عہدہ اور نہایت اعلیٰ اور غیر معمولی قسم کی پاکیزگی مراد ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت کو للہ تعالیٰ نے ہر طرح کی اعتقادی عملی، اخلاقی اور دیگر ناپاکیوں اور برائیوں سے پاک و منزہ فرما کر ان کے ظاہر و باطن کو وہ عظیم مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں، لہذا اس آیت قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا قلب مبارک حبُ جاہ و مال اور ہوس اقتدار اور تمام رذائل دنیا سے پاک اور مبرا تھا۔

(امام پاک اور یزید پلید صفحہ 236، چشتی)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گفتگو کے لئے نجران کے وفد کے پاس مباہلے کے لئے حضرت حسنین کریمین حضرت فاطمہ، حضرت علی رضی للہ عنہم کو لے کر باہر تشریف لا رہے تھے، یہ نورانی صورتیں دیکھ کر لاٹ پادری نے کہا! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو، چنانچہ یہودیوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ 8/325)

امام حسین قرآن کریم کے مطالب اور رسول للہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی احادیث بیان فرماتے تھے۔ عبادت و ریاضت آپ کا معمول تھا، بہ کثرت نوافل پڑھتے تھے، قیام اللیل آپ کا عام دستور تھا۔ روزے بہ کثرت رکھا کرتے تھے اور سادہ غذا سے افطار کیا کرتے تھے، پچیس حج کئے۔ رمضان المبارک میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید ضرور ختم کرتے۔

(سیر اعلام النبلا للذہبی 3/196 بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ 8/325، دانش گاہ، پنجاب لاہور۔ چشتی)

حضرت جابر بن عبد للہ فرماتے ہیں کہ میں حجتہ الوداع میں عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو ناقہ قصواء پر خطبہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

یاایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب للہ وعترتی اہل بیتی ۔ (ترمذی باب مناقب الحسن والحسین ج 2/218)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک میں نے تم میں دو چیز چھوڑی ہے اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گی تو گمراہ نہیں ہوگے ۔ وہ کتاب للہ (قرآن مجید) اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی للہ عنہم کے متعلق فرمایا:

انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالھم ۔

ترجمہ: جو ان سے لڑے، میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح رکھے، میں ان سے صلح رکھنے والا ہوں۔

حضرت جابر بن عبد للہ رضی للہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

من سرہ ان ینظر الی رجل من اہل الجنۃ فی لفظ الی سید شباب اہل الجنۃ فلینظر الی الحسین بن علی ۔ (ابن عساکر)

ترجمہ: جو کسی جنتی مرد کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے، اور ایک روایت کے الفاظ میں ہیں، جو کسی جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھ کر خوش ہو تو وہ حسین بن علی کو دیکھ لے۔

اللہ عزّ و جل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ اہل بیت اطہار

رضی اللہ عنہم اجمعین کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، امام حسین رضی للہ عنہ للہ عزّوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے محبوب و مقبول اور جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ آپ سے محبت گویا ایمان کی پہچان ہے اور آپ سے بغض گمرہی کی نشانی۔ آپ کے فضائل و مناقب خیالی ہی نہیں بلکہ حقیقی ہیں، جن کے تذکرے سے اہلِ ایمان کے دلوں کو جلا اور روح کو تازگی ملتی ہے۔

حسینی قافلے کے شرکا نے میدانِ کربلا میں بے مثال قربانیاں پیش کرکے امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رُفقَا نے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کیا، حسینی قافلے کے شُرَکاء میں بنوہاشم کے سولہ، سترہ یا انیس افراد تھے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 416 تا 426)(الاستیعاب جلد 1 صفحہ 445)

سوانح کربلا صفحہ نمبر 128 پر ہے: امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہلِ بیت و دیگر کل 82 نُفُوس تھے جبکہ ایک قول کے مطابق یہ کاروانِ عشق 91 افراد پر مشتمل تھا جس میں 19 اہلِ بیت اور 72 دیگر جاں نثار تھے۔ (تاریخ کربلا صفحہ 269)

حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ الرَّحمَۃ فرماتے ہیں: کربلا میں حسینی قافلہ بہتّر (72) آدمیوں پر مشتمل تھا۔ (مراٰۃ المناجیح جلد 3 صفحہ 387)

حسینی قافلے کے شُرَکا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرتے اور اپنا تَن مَن دَھن آپ پر لٹانے کا بے مثال جذبہ رکھتے تھے اور بڑے بہادر و شجاع تھے۔ امام زین العابدین علی اَوْسَط رضی اللہ عنہ نے دورانِ سفر عرض کی: بابا جان! جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کوئی پروا نہیں۔ (تاریخ الطبری جلد 9 صفحہ 216، چشتی)

اسی طرح ایک جانثار نے عرض کی: اگر دنیا ہمارے لئے باقی رہے اور ہم اِس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں اور پھر آپ کی مدد و نصرت کے سبب ہمیں دنیا چھوڑنی پڑے تو ہم آپ ہی کا ساتھ دیں گے۔ (تاریخ الطبری جلد 9 صفحہ 213، چشتی)

حسینی قافلے کے بعض شُرَکا تو بہت مشہور ہیں مثلاً علی اکبر، علی اصغر، عباس، حُر، قاسم، عَون، محمد رضی اللہ عنہم مگر بعض زیادہ شہرت نہیں رکھتے، جیسے حضرت سیدنا عثمان بن علی المرتضیٰ، ابوبکر بن امام حسن، عُمَر بن امام حسن۔ حضرت عثمان بن علی نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہم کے آگے آگے رہ کر خود کو اُن کی ڈھال بنائے رکھا، یزید اَصْبَحِی نے آپ کو تیر مار کر زخمی کیا پھر آپ کا مبارک سَر تَن سے جدا کیا اور اپنے لیڈر سے ذلیل دنیا کا انعام لینے پہنچ گیا۔ (الاخبار الطوال صفحہ نمبر 379، چشتی)

شِمْر بن ذی الجَوشَن نے کربلا میں حسینی لشکر کے بعض جان نثاروں کو اَمان دینے کی بات کی تو انہوں نے یہ کہہ کر اَمان کو ٹھکرا دیا کہ تجھ پر اور تیری اَمان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ تو ہمیں اَمان دیتا ہے اور رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بیٹے (امام حسین) کے لیے کوئی اَمان نہیں۔
(تاریخ الطبری جلد 9 صفحہ 224)

حضرت ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے جو عبداللہ بن عقبہ غَنَوِی کے تیر کا نشانہ بنے۔ (الاخبار الطوال صفحہ نمبر 379)

قیدی بنائے جانے والے بچوں میں ایک چار سال کے شہزادے حضرت عُمَر بن حسن رضی اللہ عنہما تھے۔ (الاخبار الطوال صفحہ 380)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے عُمَر نامی دو شہزادے تھے ایک نے کربلا میں شہادت پائی اور دوسرے قید ہوئے۔ (سوانح کربلا صفحہ 126 تا 127)

خاندانِ علی میں عام طور پر ابوبکر، عُمَر، عثمان اور عائشہ نام رکھے جاتے تھے۔ جن پانچ بیٹوں سے مولا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد چلی اُن میں سے ایک کا نام عمر رضی اللہ عنہ تھا، جن کا 85 برس کی عمر میں مقامِ یَنْبُع میں وصال ہوا جبکہ ایک بیٹے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے کربلا میں شہادت پائی۔
(الکامل فی التاریخ جلد 3 صفحہ 262 تا 263، چشتی)

اہلِ بیتِ اَطہار کی صحابۂ کرام سے مَحبّت کا دَرْس بھی ملتا ہے۔ یہ خلفائے راشدین سے محبت ہی تھی کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم نے اپنی اولاد کے نام ان کے نام پر رکھے، اسی طرح حضرت سیّدنا امام زین العابدین علی اَوْسَط رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں کے نام عُمر اور عثمان تھے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ایک شہزادی عائشہ نام کی تھیں، امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے تین بچوں کے اسمائے گرامی عُمَر، ابوبکر اور عائشہ تھے اور یوں ہی امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی کا نام عائشہ تھا۔ (طبقات الکبریٰ جلد 5 صفحہ 163، چشتی) (سیر اعلام النبلاء جلد 8 صفحہ 251) (تہذیب الکمال جلد 7 صفحہ 403)

کربلا میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

محترم قارئینِ کرام: اہلبیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے نام نہاد محبت کے دعوے دار واقعہ کربلا کے سے متعلق من گھڑت واقعات تو بیان کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکواسات و تبرا کرتے ہیں اور اکثر کہتے ہیں کربلا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں ساتھ نہیں گئے جبکہ حقائی ق اس کے برعکس ہیں جہاں میدانِ کربلا میں اہلبیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے افراد شہید ہوئے وہاں ان سے زیادہ تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بزرگی کی حالت میں شہید ہوئے کتنا بڑا جھوٹ و ظلم ہے کہ حقائی ق کو بالائے طاق رکھ کر من گھڑت قصے کہانیاں بڑے زور و شور سے بیان کی جاتی ہیں آئی ئے کچھ حقائی ق شعیہ اور اہلسنت کتب کی وشنی میں پڑھتے ہیں:

(1) حضرت اسلم بن کثیر الازدی (مسلم بن کثیر) رضی اللہ عنہ: زیارت ناحیہ میں ان کا نام "اسلم" ذکر ہوا ہے جبکہ کتب رجال میں بجائے "اسلم" کے "مسلم بن کثیر الازدی الاعرج" بیان ہوا ہے زیارت ناحیہ کے جملات یوں ہیں: السلام علیٰ اسلم بن کثیر الازدی الاعرج۔ (اقبال الاعمال جلد ۳ صفحہ ۷۹)

شیعہ علامہ زنجانی نے لکھا ہے کہ یہ صحابیِ رسول (ص) تھے۔ (وسیلۃ الدارین صفحہ ۱۰۶)

شیعہ شیخ طوسی اور مامقانی نے اپنی کتب رجال میں نقل کرتے ہیں کہ جنگ جمل میں تیر لگنے سے پاؤں زخمی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے "اعرج" (ایک پاؤں سے اپاہج) ہو گئے انہوں نے صحبت پیغمبر

اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درک کیا تھا۔

علام عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مسلم بن کثیر بن قلیب الصدفی الازدی الاعرج ۔۔۔ الکوفی لہ ادراک للنبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" مزید اضافہ کرتے ہیں فتح مصر میں بھی یہ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حاضر تھے۔

علامہ طبری اور شیعہ محقق ابن شہر آشوب نے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کربلا میں حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ (فرسان الھیجاء ذبیح اللہ محلاتی صفحہ نمبر ۳۶، چشتی)

حضرت مسلم بن کثیر "ازد" قبیلہ کے فرد تھے جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے ہجرت کی توان دنوں یہ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوفہ میں قیام پذیر تھے یہی وجہ ہے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں آنے کی دعوت دینے والوں میں یہ شامل ہیں پھر حضرت مسلم بن عقیل جب کوفہ میں سفیرِ حسین بن کر پہنچے توانھوں نے حضرت مسلم بن عقیل کی حمایت کی لیکن حضرت مسلم کی شہادت کے بعد کوفہ کو ترک کیا اور کربلا کے نزدیک حضرت امام حسین سے جا ملے اور پہلے حملہ میں جام شہادت نوش کی۔ (شہدائے کربلا گروہ مصنفین صفحہ ۳۵۸)

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اس صحابی کے متعلق جو ایک جنگ میں "اعرج" ہونے کے باوجود شریک ہوئے اور اپنی جان کی قربانی پیش کی فرمایا: والذی نفسی بیدہ لقد رأیت عمرو بن الجموح یطأُ فی الجنہ بعرجتہ "یعنی مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے دیکھ رہا ہوں عمرو بن الجموح کو کہ لنگڑا ہو کر بھی جنت میں ٹہل رہا ہے۔ اس بنا پر حضرت مسلم بن کثیر کا بھی وہی مقام ہے کہ اگرچہ قرآن فرماتا ہے: لیس علی الاعمی خرج ولا علی الاعرج حرج۔
(سورۂ فتح، آیت ۱۷)

یعنی جہاد میں شرکت نہ کرنے میں اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی مؤاخذہ ہے لیکن اس فداکار اسلام نے نواسہ رسول کی حمایت میں اپنی اس اپاہج حالت کے باوجود جان قربان کرکے

ثابت کیا کہ اسلام کے تحفظ کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے یہی وجہ ہے "صاحب تنقیح المقال" کے یہ جملے ہیں: "شہید الطف غنی عن التوثیق" فرماتے ہیں چونکہ کربلا کے شہداء میں شامل لہذا وثاقت کی بحث سے بے نیاز ہیں۔

(2) حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے جنگ بدر وحنین میں شرکت بھی کی۔ (تنقیح المقال مامقانی جلد ا صفحہ ۱۵۴، چشتی)

شیعہ مجتہد مامقانی لکھتا ہے: (انس) بن حارث صحابي نال بالطف الشهادة" صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور کربلا میں شہادت کے مقام پر فائز ہوئے۔ (مقتل الحسین مقرم جلد ۲ صفحہ ۲۵۳)

امام ابن عبدالبر اپنی کتاب الاستیعاب میں یوں رقمطراز ہیں "انس بن حارث روی عنہ والد اشعث بن سلیم عن النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فی قتل الحسین وقتل مع الحسین رضی اللہ عنھما" انس بن حارث کے واسطہ سے اشعث بن سلیم کے والد نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے امام حسین (ع) کی شہادت سے متعلق روایت نقل کی ہے کہ یہ (انس بن حارث) حضرت حسین (ع) کے ہمراہ شہید ہوئے۔ (الاستعیاب ابن عبداللہ جلد ا صفحہ ۱۱۲)

الاستیعاب نے جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ یوں ہے کہ حضرت انس بن حارث نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرا بیٹا (حسین) کربلا کی سر زمین پر قتل کیا جائے گا جو شخص اس وقت زندہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ میرے بیٹے کی مدد و نصرت کو پہنچے۔

روای کہتا ہے کہ انس بن حارث نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس فرمان پر لبیک کہتے ہوئے کربلا میں شرکت کی اور امام حسین کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کر دی۔ (یہ مطلب ان کتب میں بھی موجود ہے:

(اسد الغابہ ابن اثیر جلد ا صفحہ ۱۲۲) (تاریخ الکبیر بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۰) (الاصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر العسقلانی جلد ا صفحہ ۲۷۰)

اس حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اہمیت کے پیش نظر ضروری سمجھتے ہیں کہ اسے کامل سند کے ساتھ ذکر کر دیا جائے: "سعد (سعید) بن عبد الملک بن واقد الحرانی بن عطا بن مسلم الخفاف عن اشعث بن سلیم عن ابیہ قال سمعت انس بن حارث یقول:

سمعت رسول الله(ص) يقول:ان ابنی هذا(يعنی الحسين)يُقتل بارض يقال لها كربلا فمن شهد منكم فلينصره۔"

قال(العسقلانی):"فخرج انس بن الحرث الی كربلا فقتل مع الحسين۔"

صاحب فرسان نے ابن عساکر سے یوں نقل کیا ہے:

"وقال ابن عساكر انس بن الحرث كان صحابياً كبيرا ممن رأی النبی(ص) وسمع حديثه وذكره عبدالرحمٰن السلمی فی اصحاب الصفه۔۔۔۔۔"(فرسان الهيجاء، محلاتی، ص۳۷۔)

امام ابن عساکر لکھتے ہیں کہ انس بن الحرث ان عظیم اصحاب رسول (ص) میں سے تھے جنھیں حضرت پیغمبر (ص) کی زیارت نصیب ہوئی انھوں نے آپ (ص) سے حدیث بھی سنی تھی عبدالرحمٰن سلمی نے انھیں اصحاب صفہ میں شمار کیا ہے۔۔۔"

بلاذری لکھتے ہیں کہ حضرت انس کوفہ سے نکل پڑے ایک مقام پر امام حسین (ع) اور عبیداللہ بن حر جعفی کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی فوراً امام حسین (ع) کی خدمت حاضر ہوئے اور قسم کھانے کے بعد عرض کی "کوفہ سے نکلتے وقت میری نیت یہ تھی کہ عبیداللہ بن حر کی طرح کسی کا ساتھ نہ دونگا (نہ امام کا نہ دشمن کا) یعنی جنگ سے اجتناب کرونگا لیکن خداوند نے میری مدد فرمائی کہ آپ کی مدد و نصرت کرنے کو میرے دل میں ڈال دیا اور مجھے جرأت نصیب فرمائی تاکہ اس حق کے راستے میں آپ کا ساتھ

دوں۔ حضرت امام حسین نے انھیں ہدایت اور سلامتی ایمان کی نوید سنائی اور انھیں اپنے ساتھ لے لیا۔(انساب الاشراف بلاذری جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۷۵ (دارالتعارف، چشتی)

یہ صحابیِ رسول نواسئہ رسول امام حسین کے دشمنوں سے جنگ کرنے کی غرض سے کربلا میں موجود ہیں حضرت امام حسین نے اپنے اس وفادار ساتھی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ عمر بن سعد کو حضرت کا پیغام پہنچائے اور اس ملعون کو نصیحت کرے کہ شاید وہ ہوش میں آجائے اور قتل حسین سے باز رہے جب حضرت انس، عمر بن سعد کے پاس پہنچے تو اس کو سلام نہ کیا عمر بن سعد نے اعتراض کیا کہ مجھے سلام کیوں نہیں کیا، آیا تو مجھے کافر اور منکر خدا سمجھتا ہے؟

حضرت انس نے فرمایا: ”تو کیسے منکر خدا اور سول (ص) نہ ہو جبکہ تو فرزند رسول کے خون بہانے کا عزم کر چکا ہے!“

یہ جملہ سن کر عمر بن سعد سر نیچے کر لیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں بھی جانتا ہوں کہ اس گروہ (گروہ حسین) کا قاتل جہنم میں جائے گا لیکن عبیداللہ بن زیاد کے حکم کی اطاعت ضروری ہے۔ (فرسان الھیجاء، ص ۷۳)

ابتدائے ملاقات سے حضرت انس تکلیف دہ حالات اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے لہذا جب دشمن کی طرف سے جنگ شروع ہوئی تو حضرت انسؓ بھی دیگر اصحاب حسین کی طرح حضرت امام سے اجازت طلب کرکے عازم میدان ہوئے یہ مجاہد جوان نہیں تھا گو ایمان جوان تھا نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس کی حالت یہ تھی کہ سن پیری (بڑھاپے) کی وجہ سے خمیدہ (جھکی ہوئی) کمر کو شال (رومال) سے باندھ کر سیدھا کرتے ہیں، سفید ابرو، آنکھوں پر پڑ رہے تھے، رومال پیشانی پر باندھ کر اپنی آنکھوں سے ان بالوں کو ہٹاتے ہیں اور میدان کارزار میں روانہ ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسین نے جب اپنے اس بوڑھے صحابی کو دیکھا تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: ”خدا تجھ سے یہ قربانی قبول کرے اے پیر مرد۔“ (حیاۃ الامام الحسین (ع)، ج ۳، ص ۲۳۴)

ہر مجاہد جنگ کرتے وقت رجز (مجاہدانہ اشعار) پڑھا کرتا تھا جو رجز حضرت انس نے پڑھا ہے نہایت پر معنی تھا پہلے اپنا تعارف کرایا پھر کہا: "واستقلبوا القوم بغرٍ الآن آل علی شیعۃ الرحمٰن، وآل حرب شیعۃ الشیطان" (۲۰) کاہل ودان نسب جانتے ہیں کہ میرا قبیلہ دشمن کو نابود کرنے والا ہے اے میری قوم شیر غراں کی طرح دشمن کے مقابلے میں جنگ کرو کیونکہ آل علی رحمان کے پیرو کار جبکہ آل حرب (بنوسفیان) شیطان کے پیرو کار ہیں۔ (الفتوح، ج۵، ص۱۹۶)

حضرت حضرت انس نے بڑھاپے کے باوجود سخت جنگ کی ۱۲ یا ۱۸ دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا زیارت ناحیہ کے جملات یہ ہیں: "السلام علیٰ انس بن الکاھل الاسدی"
(الاقبال، ج۳، ص۳۴۴)

(3) حضرت بکر بن حی رضی اللہ عنہ: علامہ سماوی نے اپنی کتاب ابصار العین میں حدایق الوردیہ سے نقل کیا ہے کہ "بکر بن حی" کوفہ سے عمر بن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا پہنچا لیکن جب جنگ شروع ہونے لگی تو حضرت امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر عمر بن سعد کے خلاف جنگ کرتے ہوئے پہلے حملے میں شہید ہو گئے منتھی الآمال میں ان کا ذکر ان شہداء میں موجود ہے جو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ (منتھی الآمال، ج۱، ص)

تنقیح المقال نے "حضرت بکر بن حی" کو شہدائے کربلا میں شمار کیا ہے عبارت یوں ہے: "بکر بن حی من شھد الطف بحکم الوثاقۃ"

ابن حجر عسقلانی نے "حضرت بکر بن حی" کے ترجمہ میں لکھا ہے: "بکر بن حی بن علی تمیم بن ثعلبہ بن شہاب بن لام الطائی۔۔۔۔۔لہ ادراک ولولدہ مسعود ذکر بالکوفہ فی زمان الحجاج وکان فارسًا شجاعًا۔۔۔۔۔" حضرت بکر بن حی نے حضرت پیغمبر (ص) کے محضر مبارک کو درک کیا اور ان کے بیٹے مسعود کے بارے میں ملتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں کوفہ میں مقیم تھا۔
(الاصابہ، ج۱، ص۳۴۹، چشتی)

''الاصابہ''میں ''حضرت بکربن حی'' کے صحابیِ رسول(ص) ہونے کی گواہی ملتی ہے گو بیان نہیں کیا کہ یہ صحابی کربلا میں شہید ہوئے یا نہیں لیکن دیگر منابع رجال و مقاتل میں انھیں شہدائے کربلا میں شمار کیا گیا ہے۔

(4) حضرت جابر بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ: کتاب ''شہدائے کربلا'' میں بیان ہوا ہے کہ متاخرین کے نزدیک یہ صحابیِ رسول خد(ص) تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

جنگ بدر اور دیگر غزوات میں رسول اکرم(ص) کے ہمراہ شریک ہوئے یہ بوڑھے صحابی روز عاشورا رومال باندھ کر اپنے ابروؤں کو آنکھوں سے ہٹاتے ہیں اور عازم میدان جنگ ہوتے ہیں جب امام علیہ السلام کی نظر پڑی تو فرمایا: اے پیر مرد! خدا تجھے اجر دے۔''(الاصابہ، ج۱، ص۳۴۹)

ذبیح اللہ محلاتی نے مقتل خوارزمی سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

''ثم برز جابر بن عروة الغفاری وکان شیخاً کبیراً وقد شهد مع رسول الله بدراً او حنیناً وجعل یشد وسطه بعمامته ثم شدحاجبیه بعصابته حتی رفعهما عن عینیه والحسین (ع) ینظر الیه وهویقول شکر الله سعیک یاشیخ فحمل فلم یزل یقاتل حتی قتل ستین رجلاً ثم استشهد رضی الله عنه''۔(فرسان الهیجاء، ص۵۴)

بعض کتب جیسے تنقیح المقال، مقتل ابی مخنف اور وسیلۃ الدارین میں صحابی رسول(ص) اور شہید کربلا کے عنوان سے بیان ہوا ہے البتہ دیگر معتبر منابع میں ان کا ذکر موجود نہیں اس وجہ سے بعض محققین ان کے بارے میں مردد ہیں۔

''تنقیح'' کے جملات یہ ہیں ''جابربن عمیر الانصاری، صحابی مجهول''

(تنقیح المقال، ج۱، ص۱۹۸)

وسیلۃ الدارین کی عبارت کے مطابق یہ صحابی رسول تھے اور جنگ بدر کے علاوہ دیگر جنگوں میں

بھی شریک رہے۔ "انّ جابر بن عروہ کان اصحاب رسول اللہ (ص) یوم بدر و غیرھا۔
(وسیلۃ الدارین، زنجانی، ص ۱۱۲)

جب دشمن کے مقابلہ میں آئے تو یہ رجز پڑھا:

قد علمت حقاً بنوغفار وخندف ثم بنو نزار

ینصرنا لاحمدمختار یاقوم حاموا عن بنی الاطھار

الطیبین السادۃ الاخیار صلی علھم خالق الابرار

"یہ بنوغفار و خندف نزار قبائل جانتے ہیں کہ ہم یاور محمد مصطفیٰ (ص) ہیں اے لوگو آل اطہار جو سید و سردار ہیں ان کی حمایت کرو کیونکہ خالق ابرار نے بھی ان پر درود و سلام بھیجا ہے۔" ان الفاظ کے ساتھ دشمن پر آخری حجت تمام کرتے ہوئے چند افراد کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ (مقتل الحسین (ع)، ابی مخنف، ص ۱۱۶، ۱۱۵)

(5) حضرت جنادۃ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ: حضرت جنادہ بن کعب وہ صحابیِ رسول (ص) ہیں جو حضرت امام حسین کی نصرت کے لئے کربلا میں اپنی زوجہ اور کم سن فرزند کے ساتھ شریک ہوئے خود کو اپنے بیٹے سمیت نواسۂ رسول کے قدموں پر قربان کر دیا۔

علامہ رسولی محلاتی نقل کرتے ہیں جنادہ صحابیِ رسول خدا اور حضرت علی کے مخلص شیعہ تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے۔
(زندگانی امام حسین (ع)، رسول محلاتی، ص ۲۵۲)

حضرت جنادۃ بن کعب الانصاری کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل کے لئے بیعت لینے والوں میں شامل تھے حالات خراب ہونے کی وجہ سے کوفہ کو ترک کیا اور امام حسین سے جا ملے۔
تنقیح المقال نے جنادہ کے بارے میں اس طرح بیان کیا ہے:

"جنادۃ بن (کعب) بن الحرث السلمانی الازدی الانصاری

الخزرجی من شهداء الطف۔۔۔وقدذکر اھل السیر انه کان من اصحاب رسول الله(ص)۔ (تنقیح المقال مامقانی ج ۱، ص ۲۳۴)

صاحب کتاب فرسان نے تاریخ ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے: ابن مسعود روایت کرتے ہیں" حضرت پیغمبر اکرم(ص) نے حضرت جنادۃ بن الحارث کو ایک مکتوب میں بیان فرمایا کہ یہ مکتوب محمد رسول اللہ (ص) کی جانب سے جنادہ اور اس کی قوم نیز ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس کی پیروی کرے گا کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور خدا اور رسول (ص) کی اطاعت کریں جو اس حکم پر عمل کرے گا خدا اور رسول (ص) کی حفظ و امان میں رہے گا۔"
(فرسان الھیجاء، ص ۷٦)

اس فداکار صحابی رسول (ص) نے اپنے راہبر کے حکم پر عمل کر کے نہ فقط مال کی زکوٰۃ ادا کی بلکہ اپنی جان اور اولاد کی زکوٰۃ بھی دیتے ہوئے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لی۔ حضرت جنادہ کی زوجہ "مسعود خزرجی" کی بیٹی اور بڑی شجاع و فداکار خاتون تھی جب جنادہ شہید ہو چکے تو اس مجاہدہ عورت نے اپنے خوردسال بیٹے عمرو بن جنادہ کو (جو گیارہ یا نو سال کی عمر میں تھا) کو حکم دیا کہ جاؤ جہاد کرو۔
(تنقیح المقال، ج ۲، ص ۳۲۷)

یہ با ادب بچہ ماں کی اجازت کے باوجود اپنے مولا و آقا حضرت امام حسین کی خدمت میں آیا اور بڑے احترام سے عرض کی مجھے جہاد کی اجازت عطا فرمائیں۔

حضرت امام حسین نے اجازت دینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ شاید تیری ماں راضی نہ ہو (کیونکہ تیرا سن چھوٹا ہے اور تیری ماں بوڑھی ہے) یہ جملات سننے تھے کہ اس ننھے مجاہد نے عرض کی کہ "انّ امّی قدامرتنی" (میری ماں تو مجھے اجازت دے چکی ہیں)

میری ماں نے نہ فقط اجازت دی ہے بلکہ مجھے لباس جنگ اس نے خود پہنایا ہے اور حکم دیا ہے

آپ پر جان قربان کردوں۔ امام حسین نے جب اس کا جذبۂ جہاد دیکھا تو اجازت دی میدان جنگ میں آکر صحابیِ رسول کے اس کمسن فرزند نے اپنا تعارف بڑے نرالے انداز میں کرایا۔ خلاف معمول اپنا نام یا والد اور قبیلہ کا ذکر نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ اس کمسن بچے کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے کہ یہ کس کا فرزند ہے بعض کتب میں یہ جملہ ملتا ہے کہ ''خرج شباب قتل ابوہ فی المعرکہ'' (حماسہ حسینی، استاد شہید مطہری (رہ) ج۲، ص۳۲۷)

دشمن کو للکار کر کہتا ہے:

امیری حسینٌ ونعم الامیر سرور فواد البشیرالنذیر
علیٌ وفاطمه والداہ فهل تعلمون له من نظیر
له طلعة مثل شمس الضحیٰ له غُرّہ مثل بدرالمنیر۔

''میرے آقا وسردار اور بہترین سردار حسین ہیں بشیرالنذیر (پیغمبر اکرم (ص)) کے دل کا چین ہیں۔ علی و فاطمہ جس کے والدین ہوں کیا اس کی مثال (دنیا میں) کہیں مل سکتی ہے؟ چمکتے سورج کی مانند نورافشانی کرنے والا۔ اور چودھویں کے چاند کی مانند (تاریکیوں میں) روشنی دینے والا راہنما امام ہیں۔'' (شہدائے کربلا عبدالحسین بینش، ص۲۸۲)

میدان جنگ میں شہید ہو جانے کے بعد دشمن نے سر جدا کر کے ماں کی طرف پھینکا ماں نے سر اٹھا کر کہا: ''مرحبا' اے نور عین'' اور پھر دشمن کو دے مارا اور عمود خیمہ اٹھا کر دشمن کی فوج پر حملہ کرنا چاہا لیکن حضرت امام حسین نے واپس بلا لیا اور اس باوفا خاتون کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت جنادہ کا نام بعض منابع میں ''جابر'' (تاریخ طبری، ج۵، ص۲۲۶)

یا ''جبار'' یا ''جیاد'' درج ہوا ہے ان کے والد کے نام کو بھی بعض نے ''حارث''
(تاریخ طبری، ج۵، ص۲۲۶، چشتی)

اور بعض نے ”حرث“ (انساب الاشراف ، البلاذری ، ج۳،ص۱۹۸) ذکر کیا جبکہ قاموس (قاموس الرجال ،ج۲،ص۷۴۲) میں ”جنادہ“ کے نام سے موجود ہے ان کے قبیلہ کا نام ”سلمانی“ (الکامل فی التاریخ،ابن اثیر،ج۴،۷۴)
یا ”سلمانی ازدی“ (تنقیح المقال،ج۱،ص۲۳۴) بیان ہوا ہے۔

یہ صحابیِ رسول (ص) ”عذیب الھجانات“ کے مقام پر امام حسین کے حضور شرفیاب ہوئے اسی دوران ”حر“ امام حسین کا راستہ روک کر انھیں گرفتار کرنا چاہتا تھا جبکہ امام حسین کی شدید مخالفت کی وجہ سے اس کام سے باز رہا امام ان تازہ شامل ہونے والے افراد (جیسے جنادہ بن حارث) کے ذریعے کوفہ کے حالات سے مطلع ہوئے اس وقت سے لے کر روز عاشور تک ساتھ رہے صبح عاشور حضرت جنادہ بعض دیگر افراد کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لے کر دشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوئے دشمن کے نرغہ میں جانے کی وجہ سے تمام افراد ایک مقام پر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ زیارت رجبیہ و ناحیہ میں ان پر ”سلام“ ذکر ہوا ہے۔(شہدائے کربلا عبدالحسین بینش، ص۱۱۵)

(5) حضرت جندب بن حجیر الخولانی الکوفی رضی اللہ عنہ : حضرت جندب بن حجیر کندی خولانی“ یا ”جندب بن حجر“ پیغمبر اکرم (ص) کے عظیم صحابی اور اہل کوفہ میں سے تھے۔

(اقبال الاعمال ،ج۳،ص۷۸)

حضرت جندب ان افراد میں سے ہیں جنھیں حضرت عثمان نے کوفہ سے شام بھیجا تھا جنگ صفین میں بھی شرکت کی اور حضرت علی کی طرف سے قبیلہ ”کندہ و ازد“ کے لشکر کے سپہ سالار مقرر ہوئے اور واقعہ کربلا میں امام حسین کے ہمرکاب جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

(شہدائے کربلا عبدالحسین بینش، ص۱۳۶)

صاحب وسیلۃ الدارین لکھتے ہیں

:”قال ابن عساکر فی تاریخه هوجندب بن حجیر بن جندب بن زهیر بن الحارث بن کثیر بن جشم بن حجیر

الکندی الخولانی الکوفی یقال له صحبة مع رسول الله وھو من اھل الکوفه وشھد مع النبی(ص)۔۔۔۔۔۔وقال علماء السیر ومنھم الطبری:انه قاتل جندب بن حجیر بین یدیه الحسین(ع) حتی قتل فی اول القتال۔۔۔۔۔۔''

مندرجہ بالا ترجمہ کے مطابق یہ صحابیِ رسول(ص) اور شہدائے کربلا میں سے تھے۔

(وسیلۃ الدارین، ص ۱۱۴)

حضرت جندب بن حجیر رضی اللہ عنہ کے صحابیِ رسول ہونے میں اتفاق ہے لیکن مقام شہادت میں اختلاف ہے۔

ابن عساکر انھیں جنگ صفین کے شہداء میں ذکر کرتے ہیں۔

(تاریخ اسلام، ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۳۰۳)

بعض دیگر معتبر منابع انھیں شہدائے کربلا میں شمار کرتے ہیں۔ تنقیح المقال میں ان کا ذکر اس طرح ہے:

شھد الطف۔۔۔وعده الشیخ من رجاله من اصحاب الحسین واقول ھوجندب بن حجیرالکندی الخولانی الکوفی وذکراھل السیر انّ له صحبة و۔۔۔''(تنقیح المقال، ج ۱، ص ۲۳۶)

رجال طوسی ''اقبال'' اور ''اعیان الشیعہ'' میں بھی شہدائے کربلا کی فہرست میں ذکر کیا گیا ہے۔(رجال، شیخ طوسی (رہ)، ص ۲۷، اقبال، ج ۳، ص ۳۴۶، چشتی)

حضرت جندب کوفہ کے نامدار اور معروف افراد سے تعلق رکھتے تھے کوفہ کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے نکل پڑے عراق میں حر کا لشکر پہنچنے سے قبل حضرت امام حسین سے مقام ''حاجر'' میں ملاقات کی اور امام کے ہمراہ وارد کربلا ہوئے جب روز عاشور (عمر سعد کی طرف سے) جنگ

شروع ہوئی یہ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے پہلے حملہ میں مقام شہادت پر فائز ہوئے۔
(شہدائے کربلا عبدالحسین بینش، ص ۱۳۶)

(7) حضرت حبیب بن مظاہر الاسدی رضی اللہ عنہ: خاندان بنی اسد کے معروف فرد حضرت رسول اکرم (ص) کے صحابی اور حضرت علی، امام حسن و امام حسین کے وفادار ساتھی تھے۔
(رجال، شیخ طوسی (رہ) صفحہ ۶۸، ۳۸)

عسقلانی ان کا ذکر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''حبیب بن مظاہر بن رئاب بن الاشتر۔۔۔الاسدی کان صحابیاً له ادراک وعمر حتی قتل مع الحسین(ع) یوم الطف مع ابن عمه ربیة بن خوط بن رئاب مکنی ابا ثور''
۔ (الاصابه ، حرف ''حا'' حبیب بن مظاہر)۔

معتبر منابع میں ان کے حالات زندگی اور کربلا میں جہاد کا ذکر مفصل ملتا ہے۔

حضرت حبیب بن مظاہر حضرت علی کے شاگرد خاص اور وفادار صحابی تھے۔ آپ نے مولا علی کے ساتھ کئی جنگوں میں شرکت کی بہت سے علوم پر دسترس تھی زہد و تقویٰ کے مالک تھے ان کا شمار پارسان شب اور شیران روز میں ہوتا ہے ہر شب ختم قرآن کرتے تھے۔ (سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۲۶)

صاحب رجال کشی (اختیار معرفۃ الرجال) فضیل بن زبیر کے حوالہ سے حضرت حبیب بن مظاہر اور میثم تمار کے مابین ہونے والے مکالمے کو نقل کرتے ہیں جس میں یہ دونوں حضرات اپنی شہادت سے متعلق پیش آنے والے حالات سے ایک دوسرے کو آگاہ کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کے یہ تربیت شدہ شاگرد ''علم باطن'' اور ''علم بلایا و منایا'' (آئندہ آنے والی مشکلات و مصائب) پر کس قدر تسلط رکھتے تھے۔
(تفصیلی مکالمہ ملاحظہ ہو رجال کشی صفحہ ۷۸)

حضرت حبیب بن مظاہر کا شمار راویان حدیث میں بھی ہوتا ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت حبیب ایک مرتبہ امام حسین سے سوال کرتے ہیں کہ آپ حضرات قبل از خلقت آدم کس صورت میں تھے؟

حضرت امام حسین نے فرمایا: ''ہم نور کی مانند تھے اور عرش الٰہی کے گرد طواف کر رہے تھے اور فرشتوں کو تسبیح و تمحید و تھلیل سکھاتے تھے۔ (بحارالانوار مجلسی، ج ۴۰، ص ۳۱۱)

تسبیح یعنی سبحان اللہ تمحید یعنی الحمد اللہ، اور تھلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا۔

حضرت حبیب ان افراد میں شامل تھے جنھوں نے سب سے پہلے امام حسین کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ (تاریخ الطبری، ج۵، ص ۳۵۲۔)

جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو سب سے پہلا شخص جس نے حضرت مسلم کی حمایت اور وفاداری کا اعلان کیا عابس بن ابی شبیب شاکری تھے، اس کے بعد حضرت حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور عابس شاکری کی بات کی تائید کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے: ''خدا تم پر رحم کرے کہ تو نے بہترین انداز میں مختصر الفاظ کے ساتھ اپنے دل کا حال بیان کر دیا خدا کی قسم میں بھی اسی نظریہ پر پختہ یقین رکھتا ہوں جیسے عابس نے بیان کیا ہے۔ (تاریخ الطبری، ج۵، ص ۳۵۲، چشتی)

حضرت حبیب حضرت مسلم کے بہترین حامی تھے اور مسلم بن عوسجہ کے ساتھ مل کر حضرت مسلم بن عقیل کے لئے لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔ (ابصار العین، سماوی، ص ۷۸)

جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بے وفائی کی وجہ سے ان کے قبیلہ والوں نے مجبوراً ان دونوں (حبیب اور مسلم بن عوسجہ) کو مخفی کر دیا لیکن جونہی حبیب بن مظاہر کو امام حسین کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی تو رات کے وقت سے فائدہ اٹھا کر حضرت سے جا ملے حالت یہ تھی کہ دن کو مخفی ہو جاتے اور رات کو سفر کرتے یہاں تک کہ اپنی دلی آرزو کو پا لیا۔ (اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۵۵۴)

بعض منابع نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام حسین کو جب جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو

آپ نے حبیب بن مظاہر کو خط لکھ کر بلایا۔(اسرا الشھادہ، ص۳۹۶)لیکن یہ مطلب معتبر ذرائع کی رو سے ثابت نہیں۔(شہدائے کربلا صفحہ ۱۳۴)

کربلا پہنچنے کے بعد جب عمر و سعد کے لشکر میں اضافہ ہوتا دیکھا تو امام حسین سے اجازت لے کر اپنے قبیلہ "بنی اسد" کے پاس گئے اور مفصل خطاب کے بعد انھیں امام حسین کی مدد و نصرت کے لئے درخواست کی جس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے:"۔۔۔میں تمہارے لئے بہترین تحفہ لایا ہوں وہ یہ کہ درخواست کرتا ہوں فرزند رسول کی مدد کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔۔نواسۂ رسول آج عمر سعد کے بائیس ہزار لشکر کے محاصرہ میں ہے آپ لوگ میرے ہم قبیلہ ہیں میری بات پر توجہ کریں تاکہ دنیا و آخرت کی سعادت تمہیں نصیب ہو سکے خدا کی قسم تم میں سے جو بھی فرزند رسول خدا کے قدموں میں جان قربان کرے گا مقام اعلیٰ علیین پر حضرت رسول خدا کے ساتھ محشور ہوگا۔(الفتوح، ج۵، ص۱۵۹)

حضرت حبیب کی تقریر اتنی موثر تھی کہ بہت سے لوگوں نے اس آواز پر لبیک کہا اور حضرت امام حسین کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ و تیار ہو گئے لیکن "ارزق بن حرب صیدادی" ملعون نے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ ان افراد پر حملہ کر کے انھیں منتشر کر دیا۔ حضرت حبیب نے یہ اطلاع حضرت امام کو پہنچائی جب حضرت امام حسین اپنے خدا سے راز و نیاز کرنے کے لئے عصر تاسوعا(نہم محرم) کو دشمن سے مہلت طلب کی تو اس دوران "حبیب" نے لشکر عمر سعد کو موعظہ و نصیحت کرتے ہوئے کہا:"خدا کی قسم! کتنی بری قوم ہوگی کہ جب فردائے قیامت اپنے پیغمبر کے حضور حاضر ہوں گے تو ایسے حال میں کہ اسی رسول کے نواسہ اور ان کے یار و انصار کے خون سے اس کے ہاتھ آلودہ ہوں گے۔"

شہادت کی موت سے محبت کا یہ عالم ہے کہ جب شب عاشور اپنے ساتھ "یزید بن حصین" سے مزاح کرتے ہیں تو یزید بن حصین نے کہا کہ یہ کیسا وقت ہے مزاح کا جبکہ ہم دشمن کے محاصرے میں ہیں اور ہم موت کے منہ میں جانے والے ہیں تو حبیب نے کہا اے دوست اس سے بہتر کونسا خوشی کا وقت ہوگا جبکہ ہم بہت جلد اپنے دشمن کے ہاتھوں شہید ہو کر بہشت میں پہنچنے والے ہیں۔

(اخبار الرجال، الکشی، ص۷۹)

ایک روایت کے مطابق شب عاشور جب ہلال بن نافع نے حبیب بن مظاہر کو بتایا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا پریشان ہیں کہ میرے بھائی حسین کے صحابی کہیں بے وفائی نہ کر جائیں تو آپ تمام اصحاب کو جمع کر کے در خیمہ پر لائے اور حضرت زینب کی خدمت میں صمیم دل سے اظہار وفاداری کیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا دوبارہ عہد کیا تاکہ حضرت زینب کی یہ پریشانی ختم ہو سکے۔

(الدّمعۃ الساکبہ، ج۴، ص۲۷۴)

صبح روز عاشور حضرت امام حسین نے اپنے لشکر کو منظم کیا دائیں طرف موجود لشکر کی کمانڈ زہیر بن قین اور بائیں طرف حبیب بن مظاہر جبکہ قلب لشکر کی سربراہی حضرت ابوالفضل العباس کے سپرد کی اسی اثنا میں دشمن کے سپاہی وارد میدان ہو کر مبارزہ طلب کرتے ہیں تو حبیب مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے لیکن حضرت امام نے روک لیا اس طرح ظہر عاشور جب امام نے لشکر عمر سعد سے نماز ادا کرنے کی خاطر جنگ بندی کے لئے کہا تو ایک ملعون نے گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ تمہاری نماز قبول نہیں ہو گی (نعوذ باللہ) اس وقت حضرت حبیب سے برداشت نہ ہوا اور فوراً یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے۔

"اے حمار (گدھے)! تیرے خیال باطل میں آل پیغمبر کی نماز قبول نہیں ؟! اور تمہاری نماز قبول ہے ؟!!"

اس طرح دونوں کا مقابلہ ہوا حبیب نے اس ملعون کو زمین پر گرا دیا پھر باقاعدہ رجز پڑھتے ہوئے وارد میدان ہوئے شدید جنگ کی دشمن کے کئی افراد کو واصل جہنم کیا لیکن ایک تیمی شخص نے تلوار کا وار کیا جس کی تاب نہ لاکر آپ شہید ہو گئے اس نے آپ کے سر کو جدا کر لیا اسی سر کو بعد میں گھوڑے کی گردن میں باندھ کر کوفہ میں پھرایا گیا گویا کوفہ کا نامور مجاہد اہل کوفہ سے یہ کہہ رہا تھا دیکھو یہ سر آل رسول کی خاطر کٹ سکتا ہے لیکن دشمن کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ (شہدای کربلا، ص۱۳۵)۔

(8) حضرت زاھر بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ: "زاھر" شجاع اور بہادر شخص تھے صحابی رسول (ص) اور اصحاب شجرہ میں سے تھے اور محبین اہل بیت علیہم السلام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت رسول خدا(ص) کے ہمراہ غزوہ حدیبیہ اور جنگ خیبر میں شریک ہوئے۔

ذبیح اللہ محلاتی وسیلۃ الدارین کی عبار نقل کرتے ہیں:

"قال العسقلانی فی الاصابه هوزاهر بن عمرو بن الاسود بن حجاج بن قیس الاسدی الکندی من اصحاب الشجرة وسکن الکوفه وروی عن النبی(ص) وشهدالحدیبیه وخیبر ۔۔۔۔۔۔" "۔۔۔۔۔۔ زاهر

در حقیقت زاھر بن عمرو الکندی ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھے کوفہ میں مقیم تھے اور حضرت رسول خدا(ص) سے روایت بھی نقل کی ہے حدیبیہ اور خیبر میں شریک تھے۔" فرسان الھیجاء ص ۱۳۸ از وسیلۃ الدارین، ص ۱۳۷)

حضرت زاھر کے بیٹے "مجزأة" نے اپنے باپ کے واسطہ سے پیغمبر اکرم(ص) سے روایت بیان کی ہے فوق الذکر مطلب مختصر فرق کے ساتھ دیگر منابع میں بھی موجود ہے۔

(اسد الغابہ، ابن اثیر علی بن محمد، ج ۲، ص ۱۹۲، الاصابہ، ج ۱، ص ۵۴۲، چشتی)

بعض محققین کے خیال میں زاھر اور زاھر اسلمی دو الگ الگ افراد ہیں۔

(قاموس الرجال، شوشتری، ج ۲، ص ۴۰۶، ۴۰۲)

تنقیح المقال کی عبارت میں انھیں اصحاب شجرہ اور شہدائے کربلا میں شمار کیا گیا ہے۔

"زاهر اسلمی والدمجزأة من اصحاب الشجره"۔

نیز فرماتے ہیں:

"زاهر صاحب عمرو بن الحمق شهید الطف فوق الوثاقه وعده الشیخ فی رجاله من اصحاب ابی عبدالله واقول هوزاهر بن عمروالاسلمی الکندی من اصحاب الشجره

روی عن النبی(ص) وشهد الحدیبیه وخیبر وکان من اصحاب عمر بن الحمق الخزاعی کمانص علی ذالک اهل السیرو۔۔۔‘‘(تنقیح المقال، ج۱، ص۴۳۸)

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ’’زاھر‘‘نام کے دواشخاص ہیں لیکن مرحوم مامقانی کی نظر میں زاھر بن عمرو اسلمی کا شمار اصحاب شجرہ اور شہدائے کربلا میں ہونا ثابت ہے۔

نیز بیان کرتے ہیں کہ یہ محب اہل بیت تھے بہت بڑا تجربہ کار پہلوان اور بہادر شخص تھا حضرت علی کی شہادت کے بعد ’’عمر بن حمق‘‘ کے ساتھ مل کر معاویہ کی ظالمانہ حکومت اور ابن زیاد کے خلاف بر سر پیکار رہا جب معاویہ نے ان کی گرفتاری اور قتل کا حکم صادر کیا تو یہ دونوں شہر سے فرار کر گئے پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ ’’عمرو بن حمق‘‘حکومتی کارندوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد شہید کر دیا گیا لیکن زاھر زندہ رہا آخر کار ۶۰ ھ میں حج کے موقعہ پر امام حسین کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور آپ کے ساتھ مل کر کربلا کی جنگ میں شرکت کی عاشورا کے دن پہلے حملے میں جام شہادت نوش کیا۔

(شہدای کربلا، ص ۱۶۴، از تنقیح، ج ۱، ص ۴۳۷ تاریخ مدینہ دمشق، ج ۲۵، ص ۵۰۲)

زیارت ناحیہ اور رجبیہ میں سلام ان الفاظ میں ذکر ہوا السلام علی زاھر مولی عمرو بن حمق

(اقبال، ص ۷۹)

(9) حضرت زیاد بن عریب ابو عمرو رضی اللہ عنہ: قدیم محققین نے ان سے متعلق کوئی خاص تفصیل بیان نہیں کی، لیکن بعض معاصر نے ان کا ذکر اس طرح درج کیا ہے:’’زیاد بن عریب بن حنظلہ بن دارم بن عبد اللہ بن کعب الصائد بن ھمدان‘‘۔(جمھرۃ انساب العرب، ص ۳۹۵)

حضرت ابو عمرو زیاد بن عریب نے حضرت پیغمبر (ص) کے محضر مبارک کو درک کیا ان کے والد بزرگوار بھی صحابی رسول تھے ابو عمرو شجاع، عابد و زاھد اور شب زندہ دار شخص تھے زیادہ نماز گزار تھے

زہد و تقویٰ کی وجہ سے دین کی عزت نے آرام سے نہ بیٹھنے دیا لہذا واقعہ کربلا میں اپنا کردار ادا کرنے کی غرض سے حضرت امام حسین کی خدمت میں پہنچے اور دشمن کے خلاف جہاد و مبارزہ کرنے کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (ابصار العین، سماوی، ص ۱۳۴)

(10) حضرت سعد بن الحارث مولی امیر المؤمنین (ع): حضرت سعد بن حرث خزاعی کے نام سے معروف ہیں۔ قدیم منابع میں ان کا نام شہدائے کربلا کی فہرست میں ذکر نہیں لیکن بعض متاخرین نے شہید کربلا کے عنوان سے ان کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں۔

حضرت سعد بن حرث خزاعی نے محضر پیغمبر اکرم (ص) کو درک کیا اس لحاظ سے صحابی رسول (ص) ہیں۔ پھر امیر المؤمنین سیدنا علی کے ہمراہ رہے حضرت نے انھیں کچھ عرصہ کے لئے سپاہ کوفہ کی ریاست سونپی تھی نیز کچھ مدت کے لئے انھیں آذربائیجان کا گورنر بھی منصوب کیا۔ صاحب فرسان نے "حدایق الوردیہ"، "ابصار العین"، "تنقیح المقال" اور "الاصابہ" جیسی معتبر کتب سے ان کے حالات نقل کیے ہیں۔ (فرسان الهیجاء، ص ۱۵۴)

صاحب فراسان نے الاصابہ کے حوالے سے حضرت سعد کا ذکر یوں کیا ہے (لیکن الاصابہ میں مراجع کرنے سے یہ ذکر نہیں ملا)

"سعيد بدل سعد بن الحارث بن شاربه بن مرة بن عمران بن رياح بن سالم بن غاضر بن حبشه بن كنجب الخزاعی مولىٰ علی بن ابی طالب(ع) له ادارک وكان علی شرطةِ علی (ع) فی الكوفه وولاة آذربايجان ــــــ" (فرسان الهيجاء ، ص۱۵۴)

وسیلۃ الدارین نے بھی ص ۱۲۸ پر صحابی اور شہید کربلا کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ تنقیح المقال کی عبارت میں بھی اس طرح موجود ہے: "سعد بن الحارث الخزاعی مولیٰ امیر المؤمنین صحابی امامی شهید

الطف ثقہ" مزید لکھتے ہیں کہ سعد بن الحارث لہ ادراک الصحبۃ النبی (ص) و کان علی شرطۃ امیر المؤمنین فی الکوفہ وولاۃ آذر بائیجان۔(تنقیح المقال، ج ۲، ص ۱۲، چشتی)

مزید تفصیلات ان کتب میں موجود نہیں البتہ اتنا ضرور ملتا ہے کہ "حضرت سعد" امیر المؤمنین سیدنا علی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن و امام حسین کا ہر میدان میں یار و مددگار رہا جب حضرت امام حسین نے قیام کیا تو ابتداء میں اپنے مولا کی خدمت میں مکہ میں جا ملے پھر مکہ سے کربلا آئے اور روز عاشور جنگ کرتے ہوئے جان قربان کر دی۔

اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ "محقق شوشتری" نے اپنی کتاب میں ان کے صحابی ہونے پر تنقید کی ہے، اس دلیل کی بنا پر کہ اگر صحابی ہوتے تو قدیم منابع نے کیوں ذکر نہیں کیا۔
(قاموس الرجال، شوشتری، ج ۵، ص ۲۸، ۲۷)

لیکن مذکورہ بالا بعض معتبر منابع میں ان کا ذکر صحابی رسول (ص) ہونے کے عنوان سے آجانا ہمارے مطلب کے اثبات کے لئے کافی ہے۔

(11) حضرت شبیب بن عبداللہ (مولیٰ الحرث) رضی اللہ عنہ: حضرت شبیب بن عبداللہ بن شکل بن حی بن جدیہ حضرت رسول اکرم (ص) کے صحابی اور کوفہ کی معروف و مشہور شخصیت اور بڑے با فضیلت انسان تھے۔(وسیلۃ الدارین، ص ۱۵۵، نقل از الاصابہ، ج ۳، ص ۳۰۵)

جہاں بھی ظلم و ستم دیکھا اس کے خاتمہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے یہی وجہ ہے کہ جنگ جمل و صفین و نہروان میں بھی شرکت کی اور حضرت علی کے وفادار یار و مددگار رہے۔(فرسان الھیجاء، ص ۱۶۷)

مختلف معتبر منابع میں ان کا ذکر موجود ہے جیسے "رجال طوسی"، "استر آبادی"، "تنقیح المقال"، "مقتل ابی مخنف"، "تاریخ طبری" وغیرہ۔

"تنقیح" میں ان کا ذکر اس طرح درج ہے: "شبیب بن عبداللہ مولی الحرث صحابی شہید الطف، فوق الوثاقہ "شبیب سیف بن حارث اور مالک بن عبداللہ کے ہمراہ کربلا پہنچے اور اپنے مولا امام حسین کی

اطاعت میں جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

(کتاب روضۃ الشہداء ص ۲۹۵ میں ان پر سلام نقل ہوا ہے۔ السلام علی شبیب بن عبد اللہ مولیٰ بن سریع۔)

(12) حضرت شوذب بن عبداللہ الھمدانی الشاکری رضی اللہ عنہ: حضرت شوذب صحابیِ رسول اور حضرت علی کے باوفا ساتھی تھے۔ علامہ "زنجانی" نے علامہ "مامقانی" سے ان کا ذکر نقل کیا ہے: "ذکر العلامہ مامقانی فی رجالہ شوذب بن عبداللہ الھمدانی الشاکری ان بعض من لایحصل لہ ترجمہ تخیل انّہ شوذب مولی عابس والحال ان مقامہ اجل من عابس من حیث العلم والتقویٰ وکان شوذب صحابیاً واشترک مع امیر المؤمنین (ع)۔ (وسیلۃ الدارین، ص ۱۵۴)

حضرت شوذب علم وتقویٰ کے اعتبار سے بلندپایہ شخصیت تھے۔ کوفہ کی معروف علمی شخصیت ہونے کی وجہ سے اہل کوفہ کے لئے حضرت امیرالمومنین کی احادیث نقل کرتے تھے امام علی کے ساتھ تینوں جنگوں میں شریک رہے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو ان کی بیعت کرنے کے بعد حضرت امام حسین تک اہل کوفہ کے مزید خطوط پہنچانے میں عابس شاکری کے ہمراہ رہے۔ نہایت مخلص اور عابد و زاھد انسان تھے بڑھاپے کے عالم میں بھی ظلم کے خلاف عملی کردار ادا کیا۔ کوفہ میں حضرت مسلم کی شہادت کے بعد عابس شاکری کے ہمراہ حضرت امام حسین کی خدمت میں کربلا پہنچتے ہیں۔ جب حنظلہ بن سعد شبامی شہید ہو گئے تو عابس نے شوذب سے پوچھا کہ کیا خیال ہے؟

کہتے ہیں تیرے ہمراہ فرزند رسول خدا کی نصرت کے لئے جنگ کرنا چاہتا ہوں تاکہ شہادت کا مقام حاصل کرسکوں عابس نے کہا اگر یہ ارادہ ہے تو امام کے پاس جاکر اجازت طلب کرو۔ حضرت امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت جہاد حاصل کی اور وارد جنگ ہوئے چند دشمنوں کو واصل جہنم کیا آخر میں شہید ہو گئے۔ (شہدائے کربلا، ص ۱۹۸)

ان الفاظ میں زیارت رجبیہ اور زیارت ناحیہ میں ان پر سلام بھیجا گیا ہے۔ السلام علی شوذب مولی شاکر۔ (اقبال، ص ۳۴۶، چشتی)

قابل توجہ امر یہ ہے کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ "شوذب"، "عابس شاکر" کے غلام تھے جبکہ اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں کہ لفظ مولی صرف غلام کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ "ہم پیمان" کے معنی بھی استعمال کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ چونکہ شوذب مقام علمی و معنوی کے اعتبار سے عابس پر برتری رکھتے تھے لہذا انھیں غلام عابس نہیں کہہ سکتے بلکہ عابس اور اس کے قبیلہ کے ہم پیمان و ہم عہد تھے۔ (عنصر شجاعت، ج ۱، ص ۱۳۰) ۔ یہی دلیل علامہ مامقانی سے نقل شدہ ترجمہ میں بیان کی گئی ہے۔

(13) حضرت عبدالرحمٰن الارجی رضی اللہ عنہ : حضرت رسول اکرم (ص) کے بزرگ صحابی تھے۔ تمام معتبر منابع میں ان کا ذکر موجود ہے۔

جیسے "رجال شیخ طوسی"، " رجال استرآبادی"، " مامقانی" ، نیز "الاستیعاب"، " الاصابہ" اور "وسیلۃ الدارین" نے بھی نقل کیا ہے۔

تاریخ طبری اور الفتوح میں ان کے بعض واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔

"الاستیعاب" کی عبارت اس طرح ہے:

هو عبدالرحمن بن عبدالله بن الكدن الارحبی۔۔۔۔۔"انه كان من اصحاب النبی(ص) له هجرة۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کی خبر جب کوفہ پہنچی تو کچھ لوگ " سلمان بن صرد خزاعی" کے گھر جمع ہوئے تاکہ اجتماعی طور پر حضرت امام حسین کو خط لکھ کر دعوت دیں اور خلافت کو ان کے سپرد کریں نیز کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو کوفہ سے باہر نکال دیں ان خطوط کو "قیس مسہر صیداوی"

، عبدالرحمٰن ارحبی اور عمارۃ بن عبداللہ السلولی لے کر حضرت امام حسین کی خدمت میں ہوئے اس طرح یہ گروہ دوم تھا جو حضرت کو دعوت دینے کے لئے آیا۔ پہلا گروہ عبداللہ بن سمیع کی قیادت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن ارحبی شجاع تجربہ کار فاصل اور فصیح و بلیغ صحابی تھے۔(یاران پائیدار، ص۹۷)۔(تاریخ الطبری، ج۵، ص۳۵۲)

۵۰ یا ۵۳ دعوت نامے لے کر ۱۲ رمضان المبارک ۶۰ ھ کو مکہ کی طرف روانہ ہوئے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ارحبی ۱۵۰ افراد پر مشتمل ایک وفد کے ہمراہ حضرت امام حسین کی خدمت اقدس میں پہنچے۔(الفتوح، ج۵، ص۴۸)

مکہ میں حضرت امام کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا پھر حضرت کے نمائندہ خاص جناب امیر مسلم کے لئے کوفہ میں انقلابی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ کوفہ میں حالات خراب ہونے کے بعد کربلا میں دشمنان دین کے خلاف جنگ میں شرکت کی جب عمر بن سعد نے امام حسین کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تو اس صحابی رسول نے اپنی جان کی بازی لگا کر بھی اپنے مولا و آقا کی حمایت کا اعلان کیا اپنی شجاعت کے کارنامے دکھانے کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے ذریعے بھی حسین ابن علی کی حقانیت اور بنوامیہ کے بطلان کو اپنے اشعار میں واضح کیا تاریخ میں اس وفادار صحابی کے جو رجز بیان ہوئے ہیں اس زمانہ کی بہترین عکاسی کرتے ہیں کیونکہ بنوامیہ نے اسلام کے نام پر اسلام کی نابودی کا تہیہ کر رکھا تھا اس لئے وہ اصحاب کرام جو اب پیغمبر اکرم (ص) کے قول و فعل کے ذریعے حقیقی اسلام کے راہبر کی شناخت کر چکے تھے آج دشمنان دین کو اسلام کے حقیقی راہبر کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف دعوت دینا اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کے رجز کا ایک مصرعہ یوں ہے: انی لمن ینکرنی ابن الکدن انی علی دین حسین و حسن۔(انساب الاشراف، ج۳، ص۱۹۶، چشتی)

اس طرح امام حسین کو ”دین حق“ کا علمبردار سمجھتے ہوئے ان کے قدموں میں اپنی جان کا نذرانہ

پیش کرتے ہیں اس شہید باوفا پر زیارت ناحیہ میں ان الفاظ میں سلام پیش کیا گیا ہے:

السلام علی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدر الارجبی۔ (الاقبال، ج ۳، ص ۷۹)

(14) حضرت عبدالرحمٰن بن عبد ربہ الخزرجی رضی اللہ عنہ: مختلف منابع نے ان کے لئے صحابی رسول (ص) ہونے کی گواہی دی ہے انھیں بعض نے انصاری بھی لکھا ہے اصل میں مدینہ میں مقیم تھے جب پیغمبر اسلام (ص) نے مدینہ میں ہجرت فرمائی تو اوس و خزرج قبائل نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت سے ان سب کو انصاری کہا جاتا تھا۔

صاحب قاموس الرجال نقل کرتے ہیں کہ:

عبدالرحمٰن بن عبدربه الانصاری الخزرجی کان صحابیاً له ترجمة وروية وكان من مخلص اصحاب امیر المؤمنين عليه السلام "۔

صحابی رسول (ص) تھے جن سے روایت بھی نقل ہوئی ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کے مخلص اصحاب میں سے تھے۔

جس روایت ک اتذکرہ کیا گیا ہے یہ در حقیقت "غدیر خم" کے مقام پر پیغمبر اسلام (ص) کی جانب سے ولایت علی کا واضح اعلان کرنا ہے پھر جب وفات پیغمبر (ص) کے بعد اکثر افراد جن میں بعض نے دنیاوی مقاصد اور بعض نے خوف کی وجہ سے علی علیہ السلام خلیفہ تسلیم نہ کیا تو ایک مرتبہ رحبہ کے مقام حضرت علی نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا کہ جس نے پیغمبر (ص) سے میرے بارے میں کوئی حدیث فضیلت سنی ہو تو بلند ہو کر بیان کرے اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمٰن خاموش نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر کہا کہ میں نے غدیر خم کے مقام پر رسول خدا (ص) کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ "جس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔

مناسب ہو گا کہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ کی عبارت نقل کی جائے العسقلانی یوں رقمطراز ہیں:

عبدالرحمٰن بن عبدرب الانصاری ذكره ابن عقده فی

کتاب المولاۃ فی من روی حدیث: من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ وساق من طریق الاصبغ بن نباتہ قال لما نشد علیؑ الناس فی الرحبہ من سمع النبی (ص) یقول یوم غدیر خم ماقال الاقام ، ولایقوم الامن سمع ، فقام بضعۃ عشر رجلاً منھم :"ابوایوب"،" ابوزینب" و"عبدالرحمٰن بن عبدرب" فقالوا نشھد انا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول "ان اللہ ولی وانا ولی المومنین ؛فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ"۔ (الاصابہ، ج۲، ص۳۲۸)

اس عظیم محقق کی عبارت کے مطابق دس سے زیادہ افراد کھڑے ہوئے اور گواہی دی کہ ہم نے سنا تھا کہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: بے شک اللہ ولی ہے میں بھی مومنین کا ولی ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

ابصارالعین نے بھی بیان کیا ہے کہ: کان ھذا صحابیاً وعلمہ امیرالمؤمنین القرآن ورباہ وھواحدرواۃ حدیث من کنت مولاہ۔۔۔ حین طلب علیہ السلام۔

یعنی یہ صحابیِ پیغمبر (ص) تھے حضرت علی نے ان کی تربیت کی اور انھیں قرآن مجید کی تعلیم دی اور من کنت مولاہ کی حدیث کو اس صحابی نے اس وقت بیان کیا جب حضرت علی نے گواہی طلب کی تھی۔ (ابصارالعین فی انصارالحسین (ع)، ص۹۲)

پیغمبر (ﷺ) کے وصال کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کرلی اور کوفہ کی معروف شخصیت تھے یہی وجہ ہے کہ کوفہ میں امام حسین کے لئے لوگوں سے بیعت طلب کرتے تھے لیکن جب کوفہ میں امام حسین کے لئے راہ ہموار کرنے میں ناکام ہوئے تو کربلا میں امام سے ملحق ہو کر دشمن کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے پہلے حملہ میں یا بعد از ظہر شہید ہو گئے۔ (ذخیرالدارین، ص۲۰۷، چشتی)

(15) حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: الاصابہ" میں ہے: ابوالھیاج عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب بن ھاشم الھاشمی۔ (الاصابہ، ج۷، ص۱۵۱)

حضرت عبداللہ بن حارث کا باپ حضرت رسول اکرم (ص) کا عم زاد اور برادر رضاعی تھا۔ یہ صحابی رسول (ص)، عظیم شاعر بھی تھے اور انھوں نے پیغمبر (ص) سے روایت بھی نقل کی ہے۔ اپنے بعض اشعار میں حضرت علی کی مدح و ثنا بھی بیان کی ہے۔

حضرت رسول اکرم (ص) کی وفات کے بعد امام علی کے ساتھ رہے انھیں کے ہمرکاب مختلف جنگوں میں شرکت کی۔ ایک مرتبہ جب حضرت عبداللہ کو علم ہوا کہ عمرو عاص نے بنی ھاشم پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی کی ہے تو عمرو عاص پر سخت غصہ ہوئے اور اسے مورد عتاب قرار دیا۔ آخر تک اہل بیت کے ہمراہ رہے کربلا میں جب حضرت امام حسین کا معلوم ہوا تو ان کی خدمت میں پہنچ کر اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دیا۔

اس طرح عاشور کے دن رسول خدا (ص) کے نواسہ کی حمایت کرتے ہوئے یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ (شہدائے کربلا، ص۲۲۹)

(16) حضرت عمرو بن ضبیعۃ رضی اللہ عنہ:

مختلف منابع رجال و مقاتل میں ذکر ہوا ہے کہ یہ صحابی پیغمبر (ص) تھے اور کربلا میں حضرت امام حسین کے ہمرکاب شہادت پائی۔ کتاب فرسان میں الاصابہ سے نقل کیا گیا ہے کہ

"ھو عمرو بن ضیبعة بن قیس بن ثعلبه الضبعی التمیمی له ذکر فی المغازی۔۔۔"

نیز "رجال استرآبادی" سے بھی نقل کرتے ہوئے یوں بیان ہوا ہے:

"قال المحقق استرآبادی فی رجاله ھو عمرو بن ضبیعه۔۔۔وکان فارساً شجاعاً له ادراک۔ (فرسان الھیجاء، ج۲، ص۷)

مامقانی نے بھی انہیں صحابی ادراکی نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ تجربہ کار اور ماہر جنگجو شخص تھا کئی ایک جنگوں میں شرکت کی نیز شجاعت میں شہرت رکھتا تھا۔
(تنقیح المقال، ج۲، ص۳۳۲)

حضرت عمرو بن ضبیعتہ ابتدا میں عمر سعد کے لشکر کے ساتھ وارد کربلا ہوئے لیکن جب دیکھا کہ عمر سعد نواسہ رسول (ص) کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو فوراً حضرت امام حسین کے ساتھ ملحق ہو گئے۔ حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔ زیارت ناحیہ میں عمر کے نام سے ذکر ہوا ہے:

السلام علی عمر بن ضبیعه الضجی۔ (الاقبال، ج۳، ص۷۸)

(17) حضرت عون بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ: کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبکے بیٹے ہیں۔ اگرچہ سن ولادت واضح بیان نہیں ہوا لیکن چونکہ واقعہ کربلا میں ۵۴ یا ۵۷ سال کے تھے لہذا امکان ہے کہ ۴ھ یا ۵ھ کو حبشہ میں ولادت ہوئی ہو گی۔

یعقوبی کے مطابق حضرت رسول اکرم (ص) نے جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد سال ہشتم ہجری میں عون اور ان کے بھائی عبداللہ و محمد کو اپنی گود میں بٹھایا اور پیار کرتے رہے۔ (تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۶۵)

ایک روایت کے مطابق رسول اکرم (ص) نے حضرت جعفر طیار کے بیٹوں کو بلایا اور سلمانی کو بلا کر کہا کہ ان بچوں کے سر کی اصلاح کرے اور پھر فرمایا: عون خلقت اور اخلاق میں میری شبیہ ہے الاصابہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ (الاصابہ، ج۴، ص۴۷ نمبر شمار ۶۱۱۱، چشتی)

حضرت عون کا شمار حضرت علی کے یار و انصار میں ہوتا ہے۔ حضرت علی کے ہمراہ جنگوں میں بھی شریک رہے حضرت ام کلثوم (حضرت زینب صغری) کا عقد حضرت علی نے عون سے کر دیا تھا۔
(تنقیح المقال، ج۲، ص۳۵۵)

حضرت علی کی شہادت کے بعد ہمیشہ امام حسن و حسین علیھا السلام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ

جب حضرت امام حسین یزید بن معاویہ کے مظالم کی وجہ سے مدینہ سے روانہ ہوئے، حضرت عون بھی اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ اپنے مولا کے اس جہاد میں شریک رہے اور روز عاشور حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد حضرت امام کی اجازت سے وارد میدان ہوئے ۳۰ سوار اور ۱۸ پیادہ سپاہ یزید کو واصل جہنم کیا لیکن زید رقاد جہنمی نے آپ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا جس کی وجہ سے آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے پھر اس ملعون نے تلوار کا وار کر کے شہید کر دیا۔

ان کے رجز کو تاریخ نے یوں نقل کیا ہے:

ان تنكرونی فانا بن جعفر شهيد صدق فی الجنان ازهر
يطير فيها بجناح اخضر كفى بهٰذا شرفاً فی المحشر۔

(مقتل الحسین (ع)، خوارزمی، ج ۲، ص ۳۱)

(18) حضرت کنانہ بن عتیق رضی اللہ عنہ:

حضرت کنانہ کوفہ کے شجاع اور متقی و پرہیزگار افراد میں سے تھے اور ان کا شمار قاریان کوفہ میں ہوتا ہے۔ (ابصار العین، ص ۱۹۹)

حضرت کنانہ اوران کا باپ عتیق حضرت رسول اکرم (ص) کے ہمرکاب جنگ احد میں شریک ہوئے۔ (تنقیح المقال، ج ۲، ص ۴۲، چشتی)

وسیلۃ الدارین نے حضرت کنانہ کے ترجمہ کو رجال ابوعلی سے یوں نقل کیا ہے:

قال ابو علی فی رجاله كنانة بن عتيق الثعلبی من اصحاب الحسين(ع) قتل معه بكربلا وقال العسقلانی فی الاصابه هوكنانة بن عتيق بن معاويه بن الصامت بن قيس الثعلبی الكوفی شهداء احداً هووابوه عتيق فارس رسول الله(ص) وقدذكره ابن منده فی تاريخه ۔ (وسيلة الدارين، ص ۱۸۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''حضرت کنانہ''بھی ان اصحاب رسول خدا(ص) میں سے ہیں جو حضرت امام حسین کی مدد و نصرت کے لئے کربلا تشریف لائے اور اپنی جانوں کو نواسہ رسول کے قدموں میں نچھاور کیا۔ زیارت رجبیہ اور ناحیہ میں ان پر سلام پیش کیا گیا ہے: السلام علی کنانۃ بن عتیق۔
(الاقبال، ص۷۸)

(19) حضرت مجمّع بن زیاد جھنّی رضی اللہ عنہ: حضرت رسول اکرم(ص) کے اصحاب میں سے تھے۔ جنگ بدر و احد میں شریک رہے۔ مختلف منابع نے ان کو صحابیِ رسول(ص) اور شہید کربلا کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ جیسے ذخیرۃ الدارین، حدائق، ابصارالعین، تنقیح المقال، اور وسیلۃ الدارین وغیرہ۔

کتاب'' الدوافع الذاتیہ'' نے ''الاستعیاب'' سے عبارت نقل کی ہے کہ ''ھو مجمّع بن زیاد بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن کلب بن مودعۃ الجھنی شھد ابدراً واحد۔
اس کے عبارت کے نقل کرنے کے بعد خود تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آی انّہ صحابیٌ جلیل بناءً علی ذالک۔

تنقیح المقال نے بھی الاصابہ اور الاستعیاب سے اس طرح کی عبارت نقل کی ہے کہ یہ صحابی رسول(ص) تھے بدر و احد میں شریک بھی رہے لیکن ہمارے ہاں موجود الاصابہ میں یہ عبارت موجود نہیں۔

بہر حال جناب مجمع نے کوفہ میں حضرت مسلم کی بیعت کی سب لوگ حضرت مسلم کو چھوڑ گئے لیکن حضرت مجمع بن زیاد ان افراد میں سے تھے جو ڈٹے رہے اور کوفہ میں حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے کربلا میں حضرت امام حسین سے ملحق ہو کر یزیدی ارادوں کو خاک میں ملانے کی خاطر حضرت امام حسین کا ساتھ دیا یہاں تک کہ اپنی جان قربان کر دی۔ دشمن کربلا میں اس مجاہد کو آسانی سے شکست نہ دے سکا تو ان کا محاصرہ کر لیا جاتا ہے جس کی وجہ سے شہید ہو جاتے ہیں۔ (ابصارالعین، ص۲۰۱)

(20) حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ:

شیعہ و سنی کے تمام معتبر ترین منابع جیسے الاستعیاب، الاصابہ، طبقات بن سعد، تنقیح المقال، تاریخ طبری وغیرہ میں ان کا ذکر موجود ہے کہ یہ صحابیٔ رسول خدا(ص) تھے اور صدر اسلام کے بزرگ اعراب میں شمار ہوتے تھے۔ ابتدائے اسلام کی بہت سی جنگوں میں شریک رہے۔ غزوہ آذربائیجان اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں بھی شرکت کی۔ حضرت علی کے باوفا یار و مددگار تھے۔

(فرسان الھیجاء، ج۲، ص۱۱۶)

حضرت مسلم بن عوسجہ مختلف صفات کے مالک بھی تھے شجاع و بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ قاری قرآن، عالم علوم اور متقی و پرہیزگار، باوفا اور شریف انسان تھے۔

(تنقیح المقال، ج۳، ص۲۱۴، چشتی)

حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ وارد ہوتے ہی ان کی مدد و نصرت میں پیش پیش تھے اور ان کی حمایت میں لوگوں سے بیعت لیتے تھے نیز مجاہدین کے لئے اسلحہ کی فراہمی اور دیگر امدادی کاروائیوں میں مصروف رہے۔ (الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۳)

حضرت مسلم و جناب ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد مخفی طور پر رات کے وقت اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر حضرت امام حسین کی خدمت میں پہنچے۔ سات یا آٹھ محرم کو مسلم کوفہ سے کربلا پہنچ گئے اور سپاہ یزید کے خلاف ہر مقام پر پیش پیش رہے۔ جب امام نے حکم دیا کہ خیمہ کے اطراف میں آگ روشن کی جائے تو شمر ملعون نے آکر توہین آمیز جملات کہے جس پر حضرت مسلم بن عوسجہ نے حضرت امام حسین سے عرض کی کہ اگر اجازت دیں تو اسے ایک تیر سے ڈھیر کر دوں لیکن حضرت نے فرمایا نہیں کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ ہماری طرف سے جنگ کا آغاز ہو۔

(تاریخ الطبری، ج۵، ص۴۲۴، چشتی)

شب عاشور جس وقت امام حسین نے اپنے اصحاب کو چلے جانے کی اجازت دی تو جہاں بعض دیگر اصحاب امام نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا وہاں حضرت مسلم بن عوسجہ نے جو تاثرات بیان کئے وہ

سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں عرض کی: خدا کی قسم! ہرگز نہیں چھوڑ کے جاؤں گا یہاں تک کہ اپنے نیزہ کو دشمن کے سینہ میں توڑ نہ دوں' خدا کی قسم اگر ستر بار مجھے قتل کر دیا جائے پھر جلا کر راکھ کر دیا جائے اور ذرہ ذرہ ہو جاؤں پھر اگر زندہ کیا جاؤں تو بھی آپ سے جدا نہیں ہونگا۔۔۔۔۔۔یہاں تک کہ ہر بار آپ پر اپنی جان قربان کرونگا اس لئے کہ جان تو ایک ہی جائے گی لیکن عزت ابدی مل جائے گی۔"(تاریخ الطبری، ج۵، ص۴۱۹)

حضرت مسلم بن عوسجہ عظیم صحابی رسول و امام ہیں کہ جن کو حضرت امام حسین نے ایک آیت قرآنی کا مصداق قرار دیا جب مسلم بن عوسجہ پچاس دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین نے فوراً ان کی لاش پر پہنچے اور فرمایا:"خدا تم پر رحمت کرے اے مسلم" پھر سورۂ احزاب کی آیت ۲۳ کی تلاوت کی:

"مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُم مَّن قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُم مَّن يَّنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۔

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار اُنہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

اس طرح امام حسین نے اپنے نانا رسول اللہ (ص) کے صحابی کو الوداع کہا۔:

السلام علی مسلم بن عوسجه الاسدی۔۔۔وکنت اول من اشتری نفسه واول شهید شهدالله۔

(21) حضرت نعیم بن عجلان رضی اللہ عنہ:

ایک روایت کے مطابق حضرت نعیم اور ان کے دو بھائیوں نظر و نعمان نے حضرت رسول اکرم(ص) کو درک کیا اس طرح یہ صحابی ادر کی ہیں۔ خزرج قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت رسول اللہ (ص) کی وفات کے بعد سیدنا علی کے ساتھ جنگ صفین میں حضرت کا ساتھ دیا۔ حضرت علی نے ان کے بھائی نعمان کو بحرین کے علاقے کا والی بنایا۔

(تنقیح المقال، ج ۳، ص ۲۷۴)

حضرت نعیم کے دونوں بھائی حضرت امام حسن کے زمانہ میں انتقال کر گئے جبکہ حضرت نعیم کوفہ میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ مطلع ہوئے کہ حضرت امام حسین عراق میں وارد ہو چکے ہیں کوفہ کو ترک کرتے ہیں اور حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کر غیرت دینی کا عملی ثبوت پیش کرتے ہیں اور نواسئہ رسول کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے سپاہ یزید کے خلاف جنگ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دیتے ہیں۔ (تنقیح المقال، ج ۳، ص ۲۷۴)

کتاب مناقب کے مطابق روز عاشور اولین حملہ میں جام شہادت نوش کیا۔

(مناقب آل ابی طالب ج ۴، ص ۱۲۲)۔

زیارت ناحیہ اور رجبیہ میں ان پر سلام ذکر ہوا ہے:

السلام علی نعیم بن العجلان الانصاری۔

(الاقبال، ج ۳، ص ۷۷)۔

شیعوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پھر شہید کر دیا: شیعوں کے مطابق سارا کوفہ شیعہ تھا اور شیعہ کمزور نہیں بلکہ بڑی طاقت و تعداد میں تھے، چالیس ہزار اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ کے قریب قریب شیعوں نے بیعت بھی کی۔ ہزاروں اہل کوفہ شیعوں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور بلوایا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جوابی خطوط لکھے اور جلد کوفہ پہنچنے کا فرمایا۔ ثبوت کتب شیعہ سے:

أن أهل الكوفة كتبوا إليه: انا معك مائة ألف، وعن داود

بن أبي هند عن الشعبي قال: بايع الحسين عليه السلام أربعون ألفا من أهل الكوفة۔

ترجمہ: بے شک کوفیوں نے امام حسین کی طرف خط لکھے بے شک ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم ایک لاکھ کے قریب ہیں۔۔۔شعبی کی روایت کے مطابق چالیس ہزار کوفیوں نے امام حسین کی بیعت کی۔

(شیعہ کتاب بحار الانوار 337/44)

وبايعه الناس حتى بايعه منهم ثمانية عشر ألفا فكتب إلى الحسين ع اما بعد فان الرائد لا يكذب أهله وان جميع أهل الكوفة معك وقد بايعني منهم ثمانية عشر ألفا فعجل الاقبال حين تقرأ كتابي هذا والسلام۔

ترجمہ: (سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے ذریعے) اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کے سارے کوفہ والے آپ کے ساتھ ہیں اور ان میں سے 18 ہزار نے میری بیعت کر لی ہے تو جب آپ کو یہ میرا خط ملے تو آپ جلدی تشریف لائیں وسلام۔

(شیعہ کتاب اعیان الشیعۃ 589/1، چشتی)

وتواترت الكتب حتى اجتمع فى نوب متفرقة اثنا عشر الف كتاب۔

ترجمہ: کوفیوں کی طرف سے متواتر خطوط آئے یہاں تک کہ حضرت حسین کے پاس بارہ ہزار کے قریب خطوط جمع ہو گئے۔

(شیعہ کتاب ناسخ التواریخ 262/2)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

من الحسين بن علي إلى الملأ من المؤمنين والمسلمين أما بعد فان هانيا وسعيدا قدما علي بكتبكم وكانا آخر من قدم علي من رسلكم وقد فهمت كل الذي اقتصصتم وذكرتم ومقالة جلكم انه ليس علينا امام فاقبل لعل الله يجمعنا بك على الحق والهدى وانا باعث إليكم أخي وابن عمي وثقتي من أهل بيتي مسلم بن عقيل فان كتب إلي انه قد اجتمع رأي ملئكم وذوي الحجى والفضل منكم على مثل ما قدمت به رسلكم وقرأت في كتبكم فاني أقدم إليكم وشيكا إن شاء الله تعالى۔

ترجمہ: یہ خط حسین بن علی کا مومنوں، مسلمانوں، شیعوں کی طرف ہے امابعد! بہت سے قاصدوں اور خطوط بیشمار آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہانی وسعید کے ہاتھ بھیجا مجھے پہنچا تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا...... واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورۂ عقلاو دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ (شیعہ کتاب اعیان الشیعۃ 589/1، چشتی)

حتى بايعه في ذالک اليوم ثمانون الف رجل فلما راى مسلم كثرة من بايعه من الناس كتب الى الحسين ان قد بايع ثمانون الف فعجل بالقدوم۔

ترجمہ: حتی کہ اس ایک دن میں آٹھ ہزار کوفیوں نے امام مسلم کی بیعت کی جب

امام مسلم بن عقیل نے دیکھا کہ لوگ کثرت سے بات کر رہے ہیں تو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف خط لکھا کہ آٹھ نے بیعت کرلی ہے آپ جلدی تشریف لائیں۔(ناسخ التواریخ 266/2)

یزیدی پلیدوں کی دھمکیوں، لالچ، نسلی تعصب و منافقت وغیرہ میں آکر اہلِ کوفہ شیعانِ علی کہلانے والوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے نائب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما سے بے وفائی غداری کی اور امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کو شہید کرایا اور امام نے اسی بے وفائی غداری منافقت کا احوال امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کی وصیت کی: یزید و ابن زیاد کی دھمکیوں لالچوں میں اکر کوفی شیعوں نے امام حسین کی بیعت توڑ دی۔

ولاينبغي علينا باغ فمن لم يفعل برئت منه الذمة و هلال لنا دمه و ماله...فلما سمع اهل الكوفة جعل ينظر بعضهم بعضا و نقضوا بيعة الحسين۔

ترجمہ: ابن زیاد نے دھمکی دی کہ کہ ہم پر کوئی بغاوت نہ کریں اگر کسی نے بغاوت کی تو وہ اپنا خود ذمہ دار ہے اس کا خون ہمارے لئے حلال ہے اس کا مال ہمارے لیے حلال ہے۔۔۔پس جب اہل کوفہ نے یہ دھمکی سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور انہوں نے حضرت حسین کی بیعت توڑ ڈالی (شیعہ کتاب ناسخ التواریخ ملتقطا 273,274/2، چشتی)

شام تک صرف تیس شیعہ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہے۔

فما زالوا يتفرقون ويتصدعون حتى أمسى ابن عقيل وما معه ثلاثون نفسا في المسجد حتى صليت المغرب فما صلى مع ابن عقيل الا ثلاثون نفسا۔

ترجمہ: ابن زیاد کی دھمکی کے بعد کوفی شیعہ متفرق ہونے لگے اور بیعت توڑنے

لگے یہاں تک کہ شام کے وقت حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ 30 تیس لوگ بچے جنہوں نے نماز مغرب پڑھی۔

(شیعہ کتاب مقتل الحسین صفحہ نمبر 45)

شام کے بعد سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک بھی کوفی شیعہ نہ تھا سب نے بے وفائی غداری کی اور اپنے گھر سے نکال دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک انجان عورت کے گھر پناہ لی:

فقام وقال : يا أمة الله ما لي في هذا المصر منزل ولا عشيرة، فهل لك في أجر ومعروف، لعلي مكافئك بعد اليوم ، فقالت: يا عبد الله وما ذاك؟ قال: أنا مسلم بن عقيل كذبني هؤلاء القوم وغروني وأخرجوني۔

ترجمہ : حضرت مسلم بن عقیل اٹھے اور ایک انجان گھر کی طرف آئے ایک عورت گھر سے نکلیں تو ان سے فرمایا میرا اس شہر انسا میں اب کوئی ٹھکانہ رہا کوئی خاندان نہ رہا تو کیا تم مجھے پناہ دے کر اجر اور نیکی کماؤں گی شاید کہ میں آج کے دن کا اچھ بدلہ تمہیں لوٹا دو۔ عورت نے کہا کہ اللہ کے بندے آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں مسلم بن عقیل ہوں ان کوفی شیعوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے اور مجھے دھوکا دیا ہے اور مجھے در بدر کر دیا ہے۔

(شیعہ کتاب الارشاد جلد 2 صفحہ 55، چشتی)

شہادت امام مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کی وصیت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے کہ کوفی شیعہ غدار مکار جھوٹے ہیں ان کی باتوں میں مت آئیے، اگر کوفہ کی طرف روانہ ہیں تو واپس چلے جائیے۔

ثم قال لمحمد بن الأشعث : يا عبد الله إني أراك ستعجز عن أماني، فهل عندك خير؟ أتستطيع أن تبعث من عندك رجلا على لساني يبلغ حسينا، فإني لأراه قد خرج

إليكم اليوم مقبلا أو هو خارج غدا وأهل بيته معه، وإن ما ترى من جزعي لذلك، فيقول: إن مسلما بعثني إليك وهو في أيدي القوم أسير لا يرى أن يمسي حتى يقتل وهو يقول: إرجع بأهل بيتك ولا يغرك أهل الكوفة فإنهم أصحاب أبيك الذي كان يتمنى فراقهم بالموت أو القتل، إن أهل الكوفة قد كذبوك وكذبوني، وليس لمكذوب رأي، فقال محمد: والله لأفعلن۔

ترجمہ: حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما نے محمد بن اشعث سے کہا کہا کہ کیا آپ کسی قاصد یا خط کے ذریعے میرا پیغام امام حسین کی طرف پہنچائیں گے آپ نے فرمایا جی بالکل۔ حضرت مسلم بن عقیل نے پیغام یہ دیا کہ امام حسین کی طرف پیغام بھیجو کہ بے شک خوفیہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے متعلق آپ کے والد صاحب نے کہا تھا کہ کہ میں مرجاؤں لیکن ان کا ساتھ نہ رہو بے شک یہ لفا انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا ہے اور مجھے بھی جھٹلا دیا ہے تو آپ اہل کوفہ کے دھوکے میں مت آئیے واپس لوٹ جائے۔

(شیعہ کتاب ناسخ التواریخ ابصار العین صفحہ 83)

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی بے وفائی غداری منافقت کی خبر پہنچی تو کوفی شیعوں کی مذمت کی انہیں غدار بے وفا اپنا قاتل قرار دیا اور کوفی شیعہ لشکر یزیدی لشکر کے ساتھ مل کر امام حسین کے قاتل بنے بلکہ شیعہ کتب کے مطابق تو یزیدی فوج دور ٹھہری رہی اور امام حسین کے مدمقابل وہی 80 ہزار کوفی شیعہ تھے جنہوں نے عہد و وفا کے وعدے کر کے بلوانے کے بعد آپ سے غداری منافقت کرتے ہوئی اپ کے قتل کے لیے اپ کے سامنے تھے:

جب کوفیوں نے بے وفائی، غداری کی۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کو شہید کیا، جس کی خبر امام

حسین رضی اللہ عنہ کو یہ خبر کربلا کے قریب ملی تو آپ نے فرمایا: قد خذلتنا شیعتنا۔ ہمارے کہلانے والے شیعوں نے ہمیں رسوا کیا، دھوکہ دیا، بے وفائی کی۔

(شیعہ کتاب موسوعہ کلمات الامام الحسین صفحہ 422)

أني أقدم على قوم بايعوني بألسنتهم وقلوبهم، وقد انعكس الأمر لأنهم استحوذ عليهم الشيطان فأنسيهم ذكر الله، والآن ليس لهم مقصد إلا قتلي وقتل من يجاهد بين يدي۔

ترجمہ: میں (امام حسین رضی اللہ عنہ) تو یہ سمجھ کر کوفیوں کے پاس جا رہا تھا کہ انہوں نے زبان اور دلوں سے میری بیعت کی ہے لیکن معاملہ اس کے الٹ نکلا۔ ان کوفیوں پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور اللہ کی یاد سے بھلا دیا ہے اب ان کوفی شیعوں کا مقصد مجھے اور میرے ساتھیوں اہل بیت کو قتل کرنا ہی ہے۔ (شیعہ کتاب موسوعہ کلمات الامام الحسین صفحہ 483)

ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی انہی کوفی شیعوں کو اپنا قاتل کہا جنوں نے خطوط لکھے تھے۔

شیعہ کتاب ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد سپہ سالار لشکرِ یزید جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا 80 ہزار کوفی شیعوں پر مشتمل تھا ملاحظہ ہو:

وابی مخنف لشکر ابن زیاد را ہشتاد ہزار سوار نگاشتہ و گوید ہمگاں کُوفی بودند و حجازی و شامی با ایشاں نہ بود ۔

ترجمہ: یعنی ابو مخنف نے ابن زیاد کا لشکر (جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے سب سے آگے تھا) اسّی ہزار بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ سب کے سب

کوفی شیعہ تھے۔ ان میں نہ کوئی حجازی تھا اور نہ شامی۔
(شیعہ کتاب ناسخ التواریخ فارسی جلد 2 صفحہ 183، چشتی)

حتی کہ قاتل غدار شمر بھی غدار کوفی شیعہ تھا شمر بھی پکا کوفی شیعہ تھا مگر اہل کوفہ کی طرح یہ بھی منافق غدار بے وفا ہو گیا اور شیعہ کے مطابق قاتلانِ حسین میں شمار کیا جاتا ہے:

شهد صفين معه شبث بن ربعي وشمر بن ذي الجوشن الضبابي ثم حاربوا الحسين ع يوم كربلاء۔

ترجمہ: شبث بن ربعي اور شمر بن ذي الجوشن شیعان علی میں سے تھے حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین لڑی لیکن پھر یہ غدار ہو گئے اور امام حسین سے جنگ لڑی کربلا کے دن۔ (شیعہ کتاب اعیان الشیعۃ 326/1)

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے سختی سے حکم دیا تھا کہ:

لا تشقي علي جيبا، ولا تخمشي علي وجها، ولا تدعي علي بالويل والثبور۔

ترجمہ: جب میں شہید ہو جاؤں تو اپنے کپڑے مت پھاڑنا، اپنا چہرہ (سینہ، پیٹھ) زخمی مت کرنا (ماتم مت کرنا) اور یہ مت پکارنا کہ ہائے مصیبت، ہائے ہم ہلاک ہو گئے (مطلب نوحے ماتم چیخ و پکار مت کرنا)۔
(شیعہ کتاب بحار الانوار 3/45، چشتی)

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا و دیگر اہل بیت امام رضی اللہ عنہم کی تقریریں جس مین کوفی شیعون کو مکار منافق غدار اور قاتلانِ حسین کہا گیا ملاحظہ کیجیے:

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تقریر

امابعد، اے اہل کوفہ! اے غدارو، اے مکارو، اے حیلہ بازو تم ہم پر گریہ کرتے ہو اور خود تم نے

ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنے رسّہ کو مضبوط بٹتی اور پھر کھول ڈالتی ہے۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ خود تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے۔ سچ ہے واللہ! لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ ہو۔ تم نے عیب و عارِ ابدی خود خرید کیا۔ اس عار کا دھبّہ کسی پانی سے تمہارے جامے سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ خاتم پیغمبران و سید جوانانِ بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کر سکتے ہو!۔ اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو!! تم نے کن جگر گوشہ ہائے رسولؐ کو قتل کیا اور کن با پردے گان اہل بیت رسول کو بے پردہ کیا؟ کس قدر فرزندانِ رسول کی تم نے خونریزی کی، ان کی حرمت کو ضائع کیا۔ تم نے ایسے بُرے کام کئے جن کی تاریکیوں سے زمین و آسمان گھر گیا۔

(شیعہ کتب۔ جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۳-۵۰۴، چشتی) (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ لندن)

بعد ازاں حضرت سیدہ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما نے بھی اہل کوفہ کو لعن طعن کی ہے لکھا ہے:

درودیوار سے صدائے نوحہ بلند ہوئی اور کہا اے دخترِ پاکان و معصومان۔ خاموش رہو کہ ہمارے دلوں کو تم نے جلا دیا اور ہمارے سینہ میں آتش حسرت روشن کر دی اور ہمارے دلوں کو کباب کیا۔

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۵، چشتی)

اس کے بعد حضرت سیدہ ام کلثوم خواہر امام حسین رضی اللہ عنہما نے ہودج میں سے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

اے اہل کوفہ! تمہارا حال اور مآل برا ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں! تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسینؓ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا؟ اور ان کی پردگیان عصمت و طہارت کو اسیر کیا؟ وائے ہو تم پر اور۔ ہو تم پر، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا ہے اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار لگایا اور کیسے خون ہائے محترم کو بہایا دخترانِ رسولِ مکرمؐ کو نالاں کیا؟......

بعد اس کے مرثیہ سید الشہداء میں چند شعر انشاء فرمائے جس کے سننے سے اہل کوفہ نے خروش واویلا

واحسر تا بلند کیا۔ ان کی عورتوں نے بال اپنے کھول دیئے۔ خاک حسرت اپنے سر پر ڈال کے اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھیں اور واویلا واثبورا کہتی تھیں اور ایسا ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے کبھی نہ دیکھا تھا۔
(شیعہ کتب۔ جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۵، ۵۰۶، چشتی)(ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب نمبر ۲ صفحہ ۲۴۶)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تقریر:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے خطاب کیا اور فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! تم جانتے ہو کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس۔۔۔ ہو تم پر! تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور بری راہ اپنے واسطے پسند کی۔ تم لوگ کن آنکھوں سے حضرت رسول کریم صلی الل علیہ و آلہ وسلّم کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرمائیں گے۔ تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی۔ کیا تم میری امت سے نہ تھے۔" یہ سن کر پھر صدائے گریہ ہر طرف سے بلند ہوئی۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہتا تھا ہم لوگ ہلاک ہوئے۔ جب صدائے فغاں کم ہوئی، حضرت نے فرمایا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو میری نصیحت قبول کرے سب نے فریاد کی کہ یا ابن رسول اللہ! ہم نے آپ کا کلام سنا۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔۔۔ جو آپ سے جنگ کرے اس سے ہم جنگ کریں اور جو آپ سے صلح کرے اس سے ہم صلح کریں۔ اگر آپ کہیں آپ کے ستمگاروں سے آپ کا طلبِ خون کریں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہیہات ہیہات اے غدّارو اے مکّارو اب پھر دوبارہ میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا اور تمہارے جھوٹ کو یقین نہ جانوں گا۔ تم چاہتے ہو مجھ سے بھی وہ سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا۔ بحق خداوند آسمانہائے دوّار! میں تمہارے قول و قرار پر اعتماد نہیں کرتا اور کیونکر تمہارے دروغ بے فروغ کو یقین کروں، حالانکہ ہمارے زخم ہائے دل ہنوز تازہ ہیں، میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوئے اور ہنوز مصیبت حضرت رسول و پدر و برادر و عزیز و اقرباء میں نہیں بھولا اور اب تک ان مصیبتوں کی تلخی میری زبان پر ہے اور میرے سینے میں ان

محبتوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔ (شیعہ کتاب جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۷، ۵۰۶، چشتی)

ایک دوسری روایت میں ہے:

فَقَالَ عَلِيُّ ابْنُ حُسَيْنٍ بِصَوْتٍ ضَعِيفٍ تَنُوْحُوْنَ وَ تَبْكُوْنَ لِاَجْلِنَا فَمَنْ قَتَلَنَا۔

سیّد سجاد بآواز ضعیف فرمود، ہاں اے مردم بر ما گریند و بر ما نوحہ مے کنند۔ پس کشندۂ ما کیست؟ مارا کہ کشت و کہ اسیر کرد۔

(شیعہ کتاب ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۳)

کہ امام زین العابدین نے کمزور آواز سے کہا تم ہم پر نوحہ و ماتم کرتے اور روتے ہو۔ تو پھر ہم کو قتل کس نے کیا ہے تمھی نے تو کیا ہے۔

حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے اہل کوفہ کی عورتوں کے رونے پر محمل پر سے کہا۔ "اے زنانِ کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہم اہلِ بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو؟ خداوند عالم بروز قیامت ہمارا تمہارا حاکم ہے۔

(شیعہ کتب جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۷) (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۸)

ان سب تقاریر سے دو باتیں ثابت ہیں:

(1) قاتلینِ امام حسین رضی اللہ عنہ کوفی شیعہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبایعین تھے۔

(2) سب سے پہلے عالمگیر ماتم کرنے والے (یزید کے بعد) خود اہل کوفہ شیعہ قاتلینِ امام حسین رضی اللہ عنہ ہی تھے مگر اہل بیت نے ماتم و چیخ و پکار کو ناپسند کیا۔ ان سے ملتا جلتا عربی مواد ناسخ التواریخ جلد تین صفحہ 32 و مابعدہ میں موجود ہے۔

لاکھوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اگر کچھ کی اولادیں نافرمان نکلیں تو اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی حرف نہیں آتا حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی اپنے والد کا نافرمان نکلا تھا اس سے حضرت نوح پر کوئی اعتراض و حرف نہیں آتا بلکہ جب مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا کہ بے وفا غدار کوفی شیعوں نے یزیدی فوج کے ساتھ مل کر لختِ جگر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے تو اس پر اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور شدید مخالف ہو گئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے لے لیے تیار ہونے لگے۔ جب یزید کو پتہ چلا تو اس نے بہت ہی بڑا لشکر مدینہ بھیجا اور بے دردی سے کئ صحابہ کرام اور ان کی اولاد و خاندان رضی اللہ عنہم کو شہید کیا۔ اس طرح صحابہ کرام اور ان کی اولادوں نے امام حسین رضی اللہ عنہم کی خاطر اور اسلام و حق کی خاطر شہادت تو قبول کی مگر کوفی شیعوں کی طرح بے وفائی غداری منافقت نہیں کی:

واقعہ کربلا کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ میں یزید کے خلاف آواز اٹھائی اور مقابلے کے تیار ہو گئے، یزید نے ایک بڑا لشکر اہل مدینہ کی طرف بھیجا اور قتل عام کا حکم دیا.. جس میں کئ صحابہ انصار و مہاجرین اور ان کی اولادین رضی اللہ عنہم شہید کی گئیں اس واقعہ کو واقعہ حرہ کہا جاتا ہے:

كل المورخين و اجمعوا على ان اهل الشام قتلوا فى هذه الواقعة جمعا كبيرا من الصحابة و من ابناء المهاجرين و الانصار۔

ترجمہ: یعنی تمام مورخین کا اجماع ہے کہ واقعہ حرہ میں صحابہ اور انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی اولاد کی ایک بری تعداد قتل کی گئ۔

(شیعہ کتاب مقتل الحسین 81/1، چشتی)

فبلغ عدة قتلى الحرة يومئذ من قريش و الانصار و المهاجرين و وجوه الناس الفا و سبع مائة۔

ترجمہ: یعنی واقعہ حرہ میں اس دن قریش مین سے اور انصار و مہاجرین صحابہ رضی

اللہ عنہم میں سے اور بڑے ذی شرف لوگوں مین سے ایک ہزار سات سو قتل ہوئے۔ (شیعہ کتاب بھج الصباغۃ شرح نھج البلاغۃ ص20)

ایک جاہلانہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام اور ان کی اولادیں رضی اللہ عنہم کربلا کے بعد تو یزید کے خلاف نکلے مگر کربلا سے پہلے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیوں نا نکلے ؟

جواب: واضح رہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے نہیں نکلے تھے کہ صحابہ کرام ان کی اولادیں اہل مکہ اہل مدینہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ جاتے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تو جنگ کے لیے نہیں بلکہ بیعت کے لیے کوفہ جارہے تھے کوفیوں کے بلانے پر۔ شاید حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفی شیعوں کے کثیر تعداد میں خطوط لکھ کر بلانے پر کوفہ کو اپنا مرکز بنانا چاہتے تھے۔ اسی لیے اپنے اہل و عیال رضی اللہ عنہم سمیت ہجرت کر کے کوفہ روانہ ہوئے۔ باقی جن جن صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنگ کا معلوم ہوا یا زندہ موجود تھے اور پہنچ سکتے تھے تو وہ میدانِ کربلا میں پہنچے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے جیسا کہ سابقہ مضمون میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

بدبخت قاتلانِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہوں گے جنہوں نے کتبِ تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی طرح سے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا یا اس پر راضی اور خوش تھا۔ عذاب اخروی جس کا وہ مستحق ٹھہرا، سے قطعِ نظر اس دنیائے ناپائیدار میں بھی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچا۔ ہر وہ شخص جو معرکۂ کربلا میں حضرت سید الشہداء کے مقابلہ کی غرض سے آیا تھا اس دنیا سے عذاب دیکھے بغیر اور اپنے کیے کی سزا پائے بغیر نہیں گیا۔ بعض قتل کر دیے گئے۔ کچھ نابینا ہو گئے، بعض کا چہرہ سیاہ ہو گیا، کچھ شدت پیاس سے ہلاک ہوئے اور بعض کی دولت و حکومت قلیل مدت میں جاتی رہی۔ بعض دیگر عقوبات میں مبتلا ہوئے۔

بعض اوقات انسان اس فانی دنیا کی نعمتوں اور مقام و منصب کے حصول کی لالچ میں اپنی آخرت برباد کر بیٹھتا ہے حالانکہ دنیا بھی اس کے ہاتھ نہیں آتی۔ یوں وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار اور آخرت میں

دردناک عذاب کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

"حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ"

یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

(جامع صغیر للسیوطی ص223، حدیث:3662)

دنیاوی لالچ میں آکر دو جہاں کی تباہی و بربادی مول لینے کی ایک عبرتناک مثال یزیدی لشکر کی ہے جس نے مال و دولت اور حکومت و اقتدار کی خاطر نواسہ رسول حضرتِ سیّدنا امام حسین اور ان کے رُفَقا رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ تاریخ گواہ ہے جو لوگ ان نفوس قدسیہ کے مقابلے میں آئے وہ زندگی میں چین نہ پا سکے، یہاں بھی انہوں نے ذلت و رسوائی کی سزا پائی جبکہ میدانِ محشر کا معاملہ اس کے علاوہ ہے

۔

دشمنانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم بھی ذلّت و رسوائی کی موت مارے گئے اور جس منصب اور مال و دولت کی خاطر انہوں نے نواسہ رسول کے قتل جیسے بدترین جرم کا ارتکاب کیا وہ بھی ان کے ہاتھ نہ رہا۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ہر انسان کو چاہیے کہ اپنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور کسی بھی بڑی سے بڑی چیز کی لالچ میں آکر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نافرمانی نہ کرے۔

میدانِ کربلا: 10 محرم الحرام 61ھ میں تاریخِ اسلام کا ایک اِنتہائی دَرْدْناک واقعہ پیش آیا کہ جب خاندانِ اہلِ بیت اور ان کے جانثار رُفَقا کو یزیدی لشکر نے بھوک پیاس کی حالت میں شہید کر دیا۔ جہاں یہ تاریخی واقعہ رُونما ہوا اس جگہ کا نام "کربلا" ہے۔ کربلا نَجَف سے 80 کلو میٹر اور بغداد سے 103 کلو میٹر کے فاصلے پر نہرِ فرات کے قریب واقع ہے جبکہ کوفہ سے تقریبًا 75 کلو میٹر دور ہے۔ پہلے یہ صحرا تھا لیکن اب یہ ملکِ عراق کا شہر ہے۔

کربلا کی لغوی و تاریخی حیثیت: کربلا دو الفاظ "کَرْب و بَلا" سے مرکب ہے۔ (فیروز اللغات صفحہ 1060) کچھ اہلِ لغت نے کہا کہ یہ "کَرْبَل (چھانی ہوئی گیہوں)" یا "کَرْبَلَۃٌ (دلدلی زمین)" سے ماخوذ ہے

اس لیے کہ وہاں کی زمین کنکروں سے خالی اور نرم ہے۔ایک قول کے مطابق "کَرْبَل"ایک جڑی بوٹی کا نام ہے جو وہاں اُگتی تھی اس لئے اس جگہ کا نام کربلا پڑ گیا۔(معجم البلدان جلد4 صفحہ125)

احادیث مبارکہ میں اس جگہ کا ذکر "نینویٰ"اور "طُف" کے ناموں سے بھی آیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ،ج21،ص146،حدیث:38522،چشتی)(معجم کبیر،ج3،ص106،حدیث:3813)

یزید کی شراب نوشی اور لہو ولعب

یزید کی شراب نوشی اور لہو ولعب کی زندگی پر قدیم وجدید تمام مورخین متفق ہیں۔یہ سب وہ نہیں جو یزید کی صرف برائیاں بیان کرتے ہیں،اس کو ایک مکروہ شخصیت قرار دیتے ہیں۔بل کہ ان میں وہ بھی ہیں جو اس کی فصاحت و بلاغت اور شجاعت وفطانت کے مداح ہیں۔ان میں سب سے مشہور ومعروف اور ثقہ ومستند محدث ومورخ امام ذہبی (متوفیٰ ۷۴۸ھ) ہیں۔جن کی اسماء الرجال وتاریخ میں دسیوں تصانیف ہیں ان کی سب سے زیادہ مفصل کتاب سیر اعلام النبلاء ہے۔

(طبعۃ مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۲۵ مجلدات،جلد اخیر فہارس الاعلام)جو ان کی ایک انتہائی ضخیم تاریخ "تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام"۔(۸ مجلدات،طبعۃ ۱۹۸۸ء وما بعدھا،بیروت)۔کے بعد لکھی گئی ہے۔اس میں یزید کے سوانح حیات پانچ صفحات میں ہیں (ج ۴،ص ۳۵۔۴۰)

وَكَانَ نَاصِبِيّاً فَظّاً غَلِيْظاً, جلْفاً, يتناول المسكر, ويفعل المنكر۔

ترجمہ: وہ ناصبی، سخت گیر، بدمزاج اور اکھڑ تھا، شراب پیتا اور برے افعال کا ارتکاب کرتا تھا۔(سیر اعلام النبلاء الذہبی،ج۴۔ص۳۷)

اور اس کے فوراً بعد دوسرے جملے میں وہ کہتے ہیں:

افْتَتَحَ دَوْلَتَهُ بِمَقْتَلِ الشَّهِيْدِ الحُسَيْنِ, وَاخْتَتَمَهَا بِوَاقِعَةِ الحَرَّةِ فَمَقَتَهُ النَّاسُ وَلَمْ يُبَارَكْ فِي عُمُرِهِ.

ترجمہ: اس نے اپنی سلطنت کی ابتداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہید کے قتل سے کی اور اختتام واقعہ (یعنی جنگ) حرہ پر کیا، اس لیے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے اور اس کی عمر میں برکت نہیں دی گئی۔

یاد رہے کہ یزید واقعہ حرہ کے چالیس دن یا ڈھائی ماہ بعد دمشق سے دور حوّارین میں گھوڑے سے گر کر کے مر گیا تھا۔ اس کی عمر اس وقت صرف ۳۸ سال تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا، آپ نے بیس کوڑے لگوائے۔ (تاریخ الخلفاء ص209، 361)

یزید اپنی بد اعمالیوں میں اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ اور اس کے اس تجاوز کو اس کے استحقاق کے بغیر اس کے سپرد نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اس کی سزا کا کما حقہ عرفان انسان کے بس کی بات نہیں۔ (تحریر الشہاتین شرحِ سر الشادتین از مولانا سلامت اللہ کشفی تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلوی علیہما الرّحمہ)

یزید شرابی، بدکردار اور تارک الصلوۃ تھا

یزید شرابی تھا، فحاشی و عریانی کا دلدادہ تھا اور نشے میں رہنے کے باعث تارک الصلوٰۃ بھی تھا۔ اُس کی انہی خصوصیات کی بناء پر اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی، جس کا ذکر امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یوں ملتا ہے:

ذكروا عن يزيد ما كان يقع منه من القبائح في شربة الخمر وما يتبع ذلك من الفواحش التي من اكبرها ترك الصلوة عن وقتها بسبب السكر فاجتمعوا علي خلعه فخلعوه. عند المنبر النبوي (البدايه و النهآيه، 6 : 234)

ترجمہ: یزید کے کردار میں جو برائیاں تھیں ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شراب پیتا تھا، فواحش کی اتباع کرتا تھا اور نشے میں غرق ہونے کی وجہ سے

وقت پر نماز نہ پڑھتا تھا۔ اسی وجہ سے اہل مدینہ نے اس کی بیعت سے انکار پر اتفاق کر لیا اور منبر نبوی کے قریب اس کی بیعت توڑ دی۔

یزید ملعون کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دینا

جب اس نے گورنرِ مدینہ کو سیدنا امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے بیعت لینے کا حکم دیا تو اس موقع پر ہونے والی شیطانی مشاورت میں کہا گیا کہ اگر وہ یزید کی بیعت پر راضی ہو جائیں تو درست ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو امام ابن اثیر کی کتاب الکامل:

تدعوهم الساعة وتامرهم بالبيعة فان فعلوا قبلت منهم وكففت عنهم وان ابوا ضربت اغناقهم قبل ان يعلموا بموت معاويه. (الكامل لابن اثير، 3 : 377)

ترجمہ: انہیں اسی لمحے بلایا جائے اور انہیں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی موت کی خبر ملنے سے پہلے (یزید کی) بیعت کرنے کا حکم دیا جائے۔ پھر اگر وہ مان لیں تو اسے قبول کر لیا جائے اور انہیں چھوڑ دیا جائے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کی گردنیں توڑ دی جائیں۔

اگر واقعہ کربلا (نعوذ باللہ) اتفاقی حادثہ تھا یا معرکہ حق و باطل نہ تھا تو اہل مدینہ نے تو یزید کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے تھے، انہوں نے تو اہل بیعت کے قتل اور یزید کے کردار کے باعث محض بیعت سے انکار کیا تھا۔ ان سے قتال کیونکر جائز ہو گیا؟

فلما بلغ ذالک بعث اليهم سرية يقدمها رجل مسلم بن عقبه . . . . . فلما ورد المدينة استباحها ثلاثة ايام فقتل في عضون هذه الايام بشرا كثيراً . . . . الف بكر (البدايه و النهايه لابن كثير، 6 : 234)

ترجمہ: جب اسے اس بات کی خبر ملی تو اس نے ان کی طرف لشکر بھیجا، جس کی قیادت مسلم بن عقبہ نامی شخص کر رہا تھا۔ پس جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے تین دن کے لئے مدینہ کو (قتل و غارت گری کے لئے) حلال کر دیا۔ ان دنوں میں کثیر تعداد میں لوگ قتل ہوئے۔۔۔۔ (ایک روایت کے مطابق) وہ ایک ہزار (مقتول) تھے۔

وقال عبداللہ بن وھب عن الامام مالک قتل یوم الحرہ سبعمائة رجل من حملة القرآن (البدایہ و النھایہ لابن کثیر، 6 : 234)

ترجمہ: اور عبداللہ بن وھب امام مالک کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یوم الحرہ کو سات سو ایسے افراد قتل کئے گئے جو حافظ قرآن تھے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے جرم میں نہ سہی، کیا 700 حفاظ قرآن کے قتل کے جرم سے بھی اسے بری قرار دلوانے کے لیے دشمنانِ اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے راویوں سے روایات نقل کریں گے؟ کیا خدا کا خوف بالکل ہی ختم ہو گیا؟

یزید نے مدینہ کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اگر اہل مدینہ بیعت نہ کریں تو میں مدینہ کو تمہارے لئے حلال کر رہا ہوں، اور پھر کیا ہوا، امام ابن کثیر سے پوچھئے کہ ایک بدبخت نے اپنے کردار کو دیکھنے اور کفر سے توبہ کرنے کی بجائے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کروایا۔ ہزاروں مسلمانوں، جن میں بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی تھے، کو قتل کروانے والا جہنمی اگر لعنت کا مستحق نہ قرار پائے تو اور کیا اسے پھول مالا پیش کی جائے؟

مسلمان عورتوں کی عصمت دری

بدبخت یزیدی لشکر نے صرف سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو شہید ہی نہیں کیا بلکہ بے شمار

عصمت شعار خواتین کی عزتیں بھی لوٹیں:

ووقعوا علي النساء في قيل انه حبلت الف امرة في تلک الايام من غير زوج . . . . . قال هشام بن حسان ولدت الف امرة من اهل المدينه بعد وقعة الحرة من غير زوج (البدايه و النهايه لابن كثير، 8 : 221)

ترجمہ: اس واقعہ کے دوران میں انہوں نے عورتوں کی عصمت دری بھی کی۔ ایک روایت ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حرامکاری کے نتیجے میں حاملہ ہوئیں ۔۔۔۔۔۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی ایک ہزار عورتوں نے جنگ حرہ کے بعد حرامی بچوں کو جنم دیا۔

بدبختوں نے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گھوڑے باندھے۔
مسلمان صحابہ و تابعین کو شہید کیا۔
مسلمان خواتین کی عزتیں لوٹیں۔
تین دن تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اذان اور نماز معطل رہی۔

عن سعيد بن مسيب رايتني ليالي الحرة .... وما يتني وقت الصلاة الا سمعت الاذان من القبر.

ترجمہ: سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں نے حرہ کے شب و روز مسجد نبوی میں (چھپ کر) گزارے ۔۔۔۔۔ اس دوران میں مجھے صرف قبرِ انور میں سے آنے والی اذان کی آواز سے نماز کا وقت معلوم ہوتا۔

اس ظلم و ستم کے باوجود آپ کے دل میں یزید کی محبت اس قدر گھر کر گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قاتل کے دفاع میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی قرار دینے پر تل گئے ؟ بجائے اس کے قاتلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یزید لعین کو برا بھلا کہتے ۔ آپ الٹا اسے شہادتِ امام حسین رضی اللہ سے بری الذمہ قرار دے کر اس پر خاموشی اختیار فرمانے کو ترجیح دیتے ہیں ؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ذرا سوچیے کل قیامت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں کے مطابق آپ کا سامنا حضرت حسین یا نانائے حسین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو گیا تو یزید کے حواریو کیا جواب دو گے ؟

شہیدانِ کربلا سے بدسلوکی

کچھ دوست بڑے حوالہ جات سے یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ یزید نے تو حضرت حسین کی شہادت پر افسوس کیا تھا۔ یقیناً آپ لوگ درست کہہ رہے ہوں گے کہ یزید ملعون نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر افسوس کیا ہو گا کیونکہ آپ کے ہاں افسوس کرنے کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے ۔ ذرا تاریخ کھول کر دیکھیے ۔

ذکر ابن عساکر في تاریخه ، ان یزید حین وضع راس الحسین بین یدیه تمثل بشعر ابن الزبعري یعني قوله :

لیت اشیاخي ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل

ترجمہ : امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ جب یزید کے سامنے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور پیش کیا گیا تو اس نے اس موقع پر ابن زبعری کے اس شعر کا انطباق کیا:

کاش میرے غزوہ بدر میں مارے جانے والے آباء و اجداد دیکھیں کہ ہم نے کیسے ان کے قتل کا بدلہ لے لیا ہے ۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، 204:8)

یہ کیسی شرمندگی ہے اور یہ کیسا افسوس ہے۔ اگر آپ اب بھی اسی پر ڈٹے رہیں تو ایک بار پھر انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

بیت اللہ کی توہین

دلوں میں بغضِ اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم رکھنے والے دوستوں کو اظہار رائے کی یقیناً آزادی ہے، آپ یقیناً ایسے شخص کے دفاع کا حق رکھتے ہیں جو اپنی بیعت کے منکروں کو قتل کروانے کے لئے حرم نبوی اور کعبۃ اللہ کی حرمت کا بھی حیاء نہیں کرتا۔ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے بیت اللہ کا محاصرہ کرواتا اور اس پر پتھر اور آگ کے گولے برساتا ہے۔

ثم انبعث مسرف بن عقبه (مسلم بن عقبه) الي مكه قاصداً عبدالله بن الزبير ليقتله بها لانه فر من بيعة يزيد۔ (البدايه و النهايه لابن كثير، 6 : 234)

ترجمہ: پھر اس نے مسرف بن عقبہ (یعنی مسلم بن عقبہ) کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا، کیونکہ وہ یزید کی بیعت سے انکاری تھے۔

یقیناً ان سب کا اس نے حکم نہیں دیا ہو گا یقیناً یہ سارے واقعات یزید کے علم میں ہی نہیں ہوں گے۔ وہ تو دودھ پیتا بچہ تھا، جسے تاریخ دان خواہ مخواہ میں برا بھلا کہتے رہے ہیں۔ ہزاروں مسلمان غلط فہمی میں قتل ہوتے رہے ہوں گے اور یزید بیچارہ ہر ہر قتل کے بعد افسوس بھی کرتا رہا ہو گا۔ اس کی اصل معصومیت کی خبر تو پچھلے ڈیڑھ دو سو سال میں عبدالوھاب نجدی اور اس کے شاگردوں کو ہوئی۔ وگرنہ اس سے پہلے امام ابن کثیر اور امام عساکر جیسے تاریخ دان تو مغالطے میں ہی رہے۔

پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور فاسق و فاجر کی یہی تعریف ہے کہ اعلانیہ گناہ کرے امت کا اگر اختلاف ہے تو وہ صرف یزید کو کافر کہنے میں ہے بعض فقہاء اسے کافر کہتے ہیں

جیسے کے امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب علیہم الرّحمہ اور بعض سکوت کرتے ہیں یعنی اسے کافر تو نہیں کہتے مگر اس کے خبث باطن کا بر ملا اظہار کرتے ہیں۔

یزید کے حواریوں سے صرف ایک سوال آپ سب سے منطقی اعتبار سے پوچھوں گا کہ وہ ساری احادیث جو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فضائل پر وارد ہوئیں آپ ان سب کو چھوڑ کر صرف ایک روایت کے جس میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کے لیے بشارت ہے کہ بل بوتے پر حمایت یزید میں لگ گئے ہیں حالانکہ حدیث میں توصرف یہی ہے ناکہ جو کوئی اس لشکر میں شامل ہو گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے حدیث میں یزید کا نام تو نہیں ہے نہ اب یہ تو تاریخی اعتبار سے ہی دیکھا جائے گا نہ کے آخر یزید اس لشکر میں شامل تھا کہ نہیں ؟ اب آپ لوگ خود انصاف سے کام لیں کے کہاں ایک ایسی روایت کہ جس کی فنی حیثیت بھی مشکوک اور جس کی بشارت کا مصداق ہونے کے لیے تاریخی اعتبار سے یزید کی اس میں شرکت بھی مشکوک اور پھر اوپر سے یزید جیسے فاسق وفاجر کے جس کے اعمال نامے میں صرف ایک قتل حسین رضی اللہ عنہ کا جرم ہی کافی چہ جائکہ اس نے پورا خانوادہ اہل بیت کو شہید کروادیا اوپر مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کروائی مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی کہ جس سے ایک ہزار سے زائد مسلم عورتیں حاملہ ہوئیں تین دن حرم نبوی میں وہ کیا کچھ نہیں ہوا کہ جس کا تصور تو کسی کافر سے بھی نہین کیا جاسکتا مگر افسوس کے ایک اسلام کے نام لیوا یہ سب کچھ کیا یہ سب وہ اعمال ہیں جو تاریخ کی تمام کتابوں میں تواتر کے ساتھ آئے ہیں لیکن ان سب کے باوجود یزید کی حمایت پر آپ لوگ اب بھی کمر بستہ ہیں ؟

سب سے بڑھ کر اس بدبخت کی گستاخی دیکھیے کہ اس نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پیغام نکاح بھیج دیا جبکہ حضرت عائشہ کی اس وقت عمر مبارک ساٹھ سال تھی یہ محض اس کا ملحدانہ اور مرتدانہ مزاج تھا کہ جس نے اس کو اس رویہ پر مجبور کیا اور ایسے کفریہ اقدام کی جراءت دلائی اس وقت کے جملہ اکابرین اسلام نے اس قرآن کی نص صریح ازواجکم امھتکم دکھا کر اس ملعون پر بڑی ملامت اور لعنت کی آخر کار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھ کر اس کے خلاف اس سیلاب شورش کو

روکنا پڑا اس واقعہ کو عہد متاخریں کے مشہور محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف مدارج النبوت میں رقم کیا ہے اور ساتھ ہی میں اسے کی جواں مرگی کو دو وجھوں سے عذاب الٰہی کا مصداق ٹھرایا ہے ایک قتل حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو پیغام نکاح بھیجنا اور یاد رہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ بزرگ ہیں کہ جن کو برصغیر میں علم حدیث کا بانی تصور کیا جاتا ہے اور ہر مکتبہ فکر کے اکابران کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں۔

علاّمہ ابن کثیر اپنی مشہور زمانہ تصنیف البدایہ والنھایہ میں رقمطراز ہیں کہ:

وقد روي أن يزيد كان قد اشتهر بالمعازف وشرب الخمر والغناء والصيد واتخاذ الغلمان والقيان والكلاب والنطاح بين الكباش والدباب والقرود ، وما من يوم إلا يصبح فيه مخمورا ، وكان يشد القرد على فرس مسرجة بحبال ويسوق به ، ويلبس القرد قلانس الذهب ، وكذلك الغلمان ، وكان يسابق بين الخيل ، وكان إذا مات القرد حزن عليه . وقيل : إن سبب موته أنه حمل قردة وجعل ينقزها فعضته . وذكروا عنه غير ذلك . والله أعلم بصحة ذلك .

ترجمہ: روایت ہے کہ یزید گانے بجانے کے آلات، شراب نوشی کرنے، راگ الاپنے، شکار کرنے غلام اور لونڈیاں بنانے، کتے پالنے، مینڈھوں، ریچھوں اور بندروں کے لڑانے میں مشہور تھا ہر صبح کو وہ مخمور ہوتا اور وہ زین دار گھوڑے پر بندر کو زین سے باندھ دیتا اور وہ اسے چلاتا اور بندر کو سونے کی ٹوپی پہناتا اور یہی حال غلاموں کا تھا اور وہ گھڑ دوڑ کرواتا اور جب کوئی بندر مرجاتا تو وہ اس پر غم کرتا اور بعض کا قول ہے کہ اسکی موت کا باعث یہ ہوا کہ اس نے ایک بندر

اٹھایا اور اسے نچانے لگا تو اس نے اسے کاٹ لیا اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی اس کے بارے میں باتیں بیان کی ہیں اللہ پاک ہی اس کی صحت کو بہتر جانتا ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یزید ملعون، خبیث

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہمراہیان یزید یعنہ جو ان مظالم ملعونہ میں اس کے ممدوح و معاون تھے ضرور خبیث و مردود ہیں اور کافر و ملعون کہنے میں اختلاف ہے ہمارے امام کا مذہب سکوت ہے اور "جو کہے وہ بھی مورد الزام نہیں" کہ یہ بھی امام احمد وغیرہ بعض ائمہ اہلسنت کا مذہب ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 24، صفحہ نمبر 509 جدید رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یعنی ہمارے نزدیک یزید اور اس کے حامی خبیث و مردود تو پکے ہیں اور اگر کوئی اُن پر لعنت کرے تو کوئی حرج بھی نہیں سمجھتے یعنی لعنت کرنے والے کو بُرا نہیں کہیں گے کیونکہ بعض ائمہ اہلسنت سے یہ ثابت ہے۔ کیا کہتے ہیں اب بعض دیابنہ اور وہابیہ یزید کے حواری؟

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید کافر اور لعنتی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یزید شرابی و کافر ہے اور اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1225ھ) جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اپنے دور کا بیہقی" ہونے کا لقب دیا، اپنی کتاب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہلِ بیت کی دشمنی کا جھنڈا انہوں نے بلند کیا اور حضرت حسین کو انہوں نے ظلماً شہید کر دیا اور یزید نے دینِ محمدی کا ہی انکار کر دیا اور حضرت حسین کو شہید کر چکا تو چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آلِ محمد اور بنی ہاشم سے ان کا کیسا بدلہ لیا

۔ یزید نے جو اشعار کہے تھی ان میں آخری شعر یہ تھا: احمد نے جو کچھ (ہمارے بزرگوں کے ساتھ بدر میں) کیا اگر اولاد سے میں نے اس کا انتقام نہ لیا تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔

یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دے دیا تھا۔ شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے کے بعد آخری شعر میں اس نے کہا تھا: اگر شراب دینِ احمد میں حرام ہیں تو (ہونے دو) مسیح بن مریم کے دین (یعنی عیسایت) کے مطابق تم اس کو (حلال سمجھ کر) لے لو۔ یزید اور اس کے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے ایک ہزار مہینے تک رہے، اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ بچا۔ (تفسیر مظہری عربی، ج 5 ص 271 سورہ 14 آیت 29)، (تفسیر مظہری جلد پنجم صفحہ نمبر 327، چشتی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یزید بد بخت نے امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کروایا اور اسے بدر والے مقتول کفار کا بدلہ قرار دیا، یزید شرابي کو حلال جنات، حرمت کعبۃ اللہ و مدینۃ المنوّرہ پامال کی غرض کونسا جرم ہے جو اس نے نہ کیا۔ (تفسیر مظری جلد پنجم صفحہ 645، چشتی)

ہمیشہ کی طرح دیوبندیوں نے دارالاشاعت کراچی کے ترجمہ میں ڈنڈی مارہے اور یزید کے اشعار جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیئے ہیں وہ مکمل طور پر نقل نہیں کئے۔

سورہ نمبر 24 آیت 55 کی تفسیر میں بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت "ومن کفر بعد ذلک" میں یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ ہو۔ یزید نے رسول اللہ کے نواسے کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا۔ یہ ساتھی خاندانِ نبوت کے ارکان تھے، عزتِ رسول کی بے عزتی کی اور اس پر فخر کیا اور کہنے لگا آج بدر کے دن کا انتقام ہوگیا، اسی نے مدینۃ الرسول پر لشکر کشی کی اوت حرہ کے واقع میں مدینہ کو غارت کیا اور وہ مسجد میں جس کی بناء تقویٰ پر قائم کی گئی تھی اور جس کے جنت کو باغوں میں سے ایک باغ کہا گیا ہے اس کی بے حرمتی کی، اس نے بیت اللہ پر سنگباری کے لئے منجیقیں نصب کرائیں اور اس نے اول خلیفہ رسول حضرت ابو بکر کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا اور ایسی ایسی نازیبا حرکتیں کیں کہ آخر اللہ کے دین کا منکر ہوگیا اور اللہ کی حرام کی ہوئی شراب

کو حلال کر دیا۔ (تفسیر مظہری جلد 8 صفحہ 268، چشتی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ السّیف المسلول میں فرماتے ہیں: یزید پر لعنت کرنا جائز ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن سے ثابت کیا ہے اور جو اللہ کو مانتا ہے وہ یزید سے دوستی نہیں کرے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید پر لعنت ہے، اور یزید کا کفرِ صریح یہ ہے کہ اس نے سرِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی اور کفریہ اشعار پڑھے ایسوں پر اللہ، تمام فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (السیّف المسلول صفحہ نمبر 488 تا 490)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں تحریر کیا: غرض یہ کہ یزید کافر معتبر روایت سے ثابت ہے۔ پس وہ مستحقِ لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن الحب فی اللہ البغض فی اللہ اس کا متقاضی ہے۔ (المکتوبات صفحہ 203)۔

کربلا کے مختلف نام و تعارف اور واقعہ کربلا کے راوی: یزید کے وکیلوں کو جب ہم نے دلائل سے لاجواب کر دیا ان دلائل میں انہیں کی بڑوں کی کتابوں کے حوالے بھی تھے تو اِن کی حالت کھسیانی بلی کھمبا نوچے والی ہو گئی اور سادہ لوگوں کو بہکانے کے لیے کہ مقام شہادت امام حسین علیہ السّلام کو تو ثابت کرو کہ کربلا ہے یا نینوا مجھے ہنسی آتی ہے اِن جہلاء کے کمنٹس پڑھ کر کہ اِن کا مبلغ علم و تحقیق اتنا ہی ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جگہ کے متعدّد نام ہیں خیر فقیر ڈاکٹر فیض احمد چشتی نے ایک مختصر سی تحریر لکھی ہے سادہ لوح مسلمانوں کو اِن فتنہ پرور یزید کے وکیلوں کے شر و فتنہ سے بچانے کے لیے اہل علم و تحقیق اگر کہیں غلطی پائیں تو ضرور آگاہ فرمائیں جزاکم اللہ خیرا آمین۔

مشہور نام: کربلا

مقامی نام: نینوا

صوبہ: کربلا/الکربلاء

ملک: عراق

مقامی زُبان: عربی

کربلا کا محل وقوع: شہر کربلا، صوبہ کربلا کا دارالخلافہ ہے۔ یہ صوبہ شمال میں صوبہ الانبار، جنوب میں صوبہ نجف، مشرق میں صوبہ بابل اور مغرب میں بادیہ شام اور سعودی عرب سے ملتا ہے۔ شہرِ کربلا دریائے فرات کے جنوب مغربی حصے میں، شہرِ بغداد کے جنوب مغرب میں 105 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

کربلا کے مختلف نام

عراق کا جو خِطّۂ زمین کربلا کے نام سے مشہور ہے وہ دراصل ان قریوں اور زمینی ٹکڑوں کا مجموعہ ہے جو اس زمانے میں ایک دوسرے سے ملحق تھے۔ عرب میں چھوٹے چھوٹے قطعاتِ اراضی (زمین کے ٹکڑے) تھے جو مختلف ناموں سے موسوم ہوا کرتے تھے چنانچہ جب انہیں خصوصیت یا صفات کے اعتبار سے دیکھا جاتا تو وہ کئی مقام مُتصَوَّر ہوتے تھے اور جب ان کے باہمی قرب (adjacency) پر نظر کی جاتی تو وہ سب ایک قرار پاتے اور یہی وجہ ہے بعض اوقات ایک مقام کا واقعہ دوسرے مقام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ علامہ سید ہبتہ الدین شہرستانی نے "نہضہ الحسین" میں تحریر کیا ہے کہ "کربلا کے محل وقوع کے تحت جو بہت سے نام مشہور ہیں انہیں ایک ہی جگہ کے متعدّد نام نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ وہ متعدّد جگہیں تھی جو باہمی اتصال (adjacent) کی وجہ سے ایک سمجھی جاسکتی تھیں۔

کربلا: اس لفظ کے معنی کے بارے میں کئی اقوال ہیں

(1) کربلا، لفظ "کرَبَلَہ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی قدموں کے سست پڑنے کے ہیں۔

(کتاب العین، جلد پنجم، ص 431، چشتی)

(2) کربلا لفظ "کربل" سے ماخوذ ہے اور کربال کے معنی چھانٹی کرنے اور تمیز کرنے کے ہیں۔ اس شہر کو ریت، پتھر اور درخت وغیرہ سے عاری ہونے کی وجہ سے کربلا کہا جاتا ہے۔

(3) کربلا، دو لفظ "کرب" اور "ایلا" سے مرکب ہے جس کے معنی خدا کا حرم اور خدائی بندوں کا گھر کے ہیں۔

(4) یہ لفظ اصل میں فارسی زبان کا مرکب لفظ تھا جو دو لفظ "کار" اور "بالا" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "آسمانی" یا "بارزش" کام کے ہیں دوسرے لفظوں میں نماز اور راز و نیاز کی جگہ۔

(5) اصل میں یہ لفظ "کُور بابل" تھا جس کے معنی شہرِ بابل کے گاؤں کے ہیں۔

(6) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وَعلیہِ السلام اور آپ کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہُ تعالیٰ عنہٗ وَعلیہِ السلام اور آپ کے نانا رسول اکرم صَلّی اللہُ تعالیٰ علیہِ وَآلِہٖ وَبارِک وسلم نے کربلا کو "کرب وبلا" یعنی درد، بلا، آزمائش اور ابتلاء سے تفسیر کیا ہے۔

(7) کربل، کربلا اور کربلۃ: فصل یا غَلّہ خاص کر فصلِ گندم کاٹ کر پچھوڑنے یعنی بھُوسا اڑا کر صاف کرنے کو کربل کہتے ہیں۔ کیچڑ میں بِدقّت اور آہستہ چل کر آنے کے لیے بھی "مکربلا" کہا جاتا ہے۔ جیسے "جاء یمشی مکربلاً" (ص 720 المنجد طبع بیروت) یعنی "وہ مٹی ملے ہوئے پانی (کیچڑ) میں بدقت چل کر آیا۔" عربی زبان کے لفظ "کربل" اور "کربلۃ" تلفظ کے اعتبار سے یکساں ہیں، کربلاء (اردو میں "کربلا") اسی سے بنا ہے۔ عربی کی مشہور و معروف لغت "المنجد" میں دو لفظ، "غربل" اور "غربلۃ" اسی معنی میں استعمال ہوئے ہیں (المنجد، صفحہ 820، طبع بیروت، چشتی)، جیسے "غربل الحنطۃ"۔ "الحنطۃ" عربی میں گیہوں صاف کرنے کو کہتے ہیں (المنجد، اردو ترجمہ، مطبوعہ خزینہ علم و ادب، لاہور۔ صفحہ 734) اور الکربال، گیہوں صاف کرنے کی چھلنی کو۔

نوٹ: قدیم ترین شعر جس میں کربلا کا نام آیا ہے، حضرت معن بن اوس رضی اللہ عنہ کا ہے جو عہدِ جاہلیت کے مشہور شاعر تھے لیکن بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ (الاغانی، جلد دوازدہم، ص 309)

حائر: معنٰی اور وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال

(1) حائر لغت میں مادہ "حار – یحیر" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس میں پانی جمع ہوتا ہو اور باہر جانے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

(2) سب سے پہلے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہُ تعالیٰ عنہٗ وَعلیہِ السلام نے قبرِ حضرت امام حُسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ السلام اور اس کے ارد گرد کے محصور علاقے کو حائر کا نام دیا۔
(4) حائر کے لغوی معنٰی "حیران" و "سرگردان" کے ہیں۔
نواویس (Nawaweess): معنٰی اور وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال
(1) یہ نام مسیحی اور سریانی نقطہ نگاہ سے بولا جاتا ہے چونکہ کربلا کے شمال مغرب میں مسیحیوں کا قدیمی اور تاریخی قبرستان ہے۔ آجکل یہ قبرستان دریائے سلیمانیہ کے کنارے پر واقع "براز علی" نامی گاؤں میں واقع ہے۔
(2) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ السلام نے بھی اِسی نام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔
(ابن طاؤس، اللہوف علی القتلی الطفوف، صفحہ 53)

طفّ: معنٰی اور وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال

(1) "طف" دریا کے "لَب" (ساحل) کے معنی میں ہے اور چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ السلام کی شہادت لَبِ فرات پر واقع ہوئی اس لیے اسے طف کہا جاتا ہے۔
(لسان العرب جلد نہم صفحہ نمبر 221، چشتی)
(2) عمدہ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب نامی کتاب کے صفحہ نمبر 20 پر بھی شہادتِ عون و محمد و امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وعلیہم السلام اجمعین کو "طف کی لڑائی" کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔

غاضریہ: معنٰی اور وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال

(1) کربلا کو "غاضریہ" بھی کہا جاتا ہے وہ اسلیے کہ کربلا کے نزدیک "بنی اسد" کا ایک قبیلہ بنام "بنی غاضر" رہتے تھے۔ (معجم البلدان، جلد چہارم، ص 183)
(2) حقیقت میں یہ مقام کوفہ کے پاس اور کربلا کے نزدیک تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ السلام جب موجودہ کربلا کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے اِس جگہ پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن حُر بن یزید ریاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ السلام (پہلے یزیدی فوجی، بعد میں 10 محرم کو تائب ہو کر امام حُسین کے

قافلے میں شامل ہو گئے تھے اور شہید ہوئے) نے منع کیا کیونکہ ا ُس وقت حُر بن یزید ریاحی، عبید اللہ بن زیاد لعنت اللہ علیہ (والیِ کوفہ) کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ السلام کو بے آب و گیاہ (ویران) جگہ پر روکنے پر مامور تھا۔

(3) یہ علاقہ کربلا سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس زمین کو اراضی حسینیہ بھی کہتے ہیں۔ طول تاریخ میں دوسرے ناموں کی طرح کربلا کی زمین کے لیے بھی یہ نام استعمال ہوتا رہا ہے۔ (دینوری اخبار الطوال جلد اوّل صفحہ 252، چشتی)

(4) بعض تاریخی اقوال کے مطابق جہاں اسوقت حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے یہ جگہ حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل نینوا سے خریدی تھی اور یہ زمین اِس شرط پر اُنہیں (واپس) صدقہ کر دی تھی کہ وہ لوگوں کو حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی طرف راہنمائی کریں گے اور تین دن تک زائرین کی مہمان نوازی کریں گے۔

(5) امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول روایات میں آیا ہے کہ، "غاضریہ میں وہی بُقعہ ہے جہاں اللہ عَزَّوجل نے حضرت موسیٰ علیہِ السلام کے ساتھ بات کی اور حضرت نوح علیہِ السلام کے ساتھ مناجات کی تھی۔ زمین کا یہ ٹکڑا خدا کے نزدیک نہایت قابل احترام ہے۔ (شیعہ کتاب بحار الانوار جلد 98، صفحہ 109، جلد 101، صفحہ 108)

نینوا: یہ ایک گاؤں کا نام تھا، یہ گاؤں "غاضریہ" کے پہلو میں " تھا۔

عقر: معنیٰ اور وجۂ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال

(1) "عقر" لُغت میں "شگاف" اور دو جگہوں کے درمیانی فاصلے کو کہا جاتا ہے۔

(کتاب العین، جلد اوّل، صفحہ 151)

(2) جب امام حسین اس جگہ پر پہنچے تو اس جگہ کا نام پوچھا تو کسی نے کہا کہ اس کا نام "عقر" ہے تو

امام نے فرمایا "عقر" سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔(معجم البلدان، جلد چہارم، ص136)

واقعہ کربلا کے راوی لکیر کے فقیروں کے لیے

محترم قارئینِ کرام: فقیر کا واقعہ کربلا کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور یزید پلید اور اس کے حواری باطل پر تھے۔ حق آج بھی حسنیت کے نام پر زندہ ہے۔ اور باطل یوں مٹا کہ آج یزید پلید ایک گالی بن کر رہ گیا الحمدُ للہ اس فقیر کی طرح ڈنکے کی چوٹ پر خود کو غلامِ امام حسین رضی اللہ عنہ کہنے والے کروڑوں ہیں مگر خود کو یزید کا غلام کہنے والا کوئی ی نہیں اگرچہ یزید پلید کی دلالت و وکالت کرنے والے بہت سے لوگ ہیں مگر یہ سب فتنہ و شر پھیلانے کے ایسا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یزید ملعون کو حق سمجھتے ہیں پھر لکھ کر دیں کہ یااللہ ہمارا حشر یزید ملعون کے ساتھ کر؟ مگر یہ کبھی لکھ کر نہیں دینگے۔ اور ہم اہلسنت بابانگ دہل لکھتے اور دعا کرتے ہیں کہ: یااللہ ہمیں یزید ملعون کے ساتھ حشر سے بچا اور ہمارا حشر حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرما آمین۔

اب آیے واقعہ کربلا کے من گڑت واقعات گھڑنے والے راویوں کے متعلق حقائق پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہی افسوس بھی کرتے ہیں اُن پر نہوں بغیر تحقیق کیے ایسے من گھڑت توہین آمیز واقعات کو لکھا اور بیان کیا اور آج تک لکیر کے فقیر بن کر بغیر تحقیق کیے مکھی پہ مکھی مارتے جارہے ہیں۔ کبھی ہم سے بھی کم علمی کی وجہ سے ایسا ہوا یا کوئی ی آمیز واقعہ بیان ہوا تو ہم اللہ عزوجل سے معافی مانگتے ہیں وہ ہمیں معاف فرمائے آمین۔

واقعہ کربلا پر سب سے پہلی کتاب ابو مخنف لوط بن یحییٰ کوفی (متوفیٰ 157 یا 158 ہجری) کی تصنیف 'مقتل الحسین'، جو مقتل ابو مخنف کے نام سے مشہور ہے' اس سلسلے کی اولین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ابو مخنف ایک شیعہ مصنف تھا اور عبداللہ بن سبا کے نظریات کا پیروکار تھا- اس کا دادا سالم بن بن یحییٰ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوجیوں نے اسے قتل کر دیا تھا- اس لیے ابو مخنف بنوامیہ خاندان کا جانی دشمن تھا- اس نے

کل 23 کتابیں (صحیفوں کی شکل میں) تحریر کیں جو سب کے سب بنوامیہ خاندان کو بدنام کرنے کے لئے لکھی گئیں تھیں۔ ابو مخنف کی مشہورِ زمانہ کتاب "مقتل الحسین "(170) ہجری کی ہے یعنی ممکنہ واقعہ کربلا کے تقریباً 110 سال بعد کی ہے اور اس کتاب کو مشہور مورخ حامد موانی نے بھی واقعہ کربلا پر سب سے پہلی کتاب مانا ہے۔ لوط بن یحیٰ کے اس افسانے کو شہرت اس وقت ملی جب مورخ علامہ ابن جریر طبری نے اس افسانے کو اپنی تاریخ طبری کا حصہ بنایا۔ سانحہ کربلا کے موضوع پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں اس واقعے سے متعلق جیسا جھوٹ گھڑا گیا ہے، شاید ہی کسی اور واقعے سے متعلق گھڑا گیا ہو۔ ہزاروں مرثیے لکھے گئے اور انتہاء درجے کی مبالغہ آرائی کے ساتھ اس سانحہ کو ایک افسانے کا رنگ دے دیا گیا۔ محرم میں عجیب و غریب من گھڑت قصوں، کہانیوں اور اشعار میں سانحہ کربلا کی داستانیں سنائی جاتی ہیں اور ایک ایک بات کی ایسی منظر نگاری کی جاتی ہے جیسے یہ واقعہ ان کے سامنے پیش آیا ہو۔

تاریخی کتابیں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اولین کتب تاریخ میں اس واقعے کو صرف ایک شخص نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا نام ہے ابو مخنف لوط بن یحیی۔ اس سے بالعموم جو صاحب روایت کرتے ہیں، ان کا نام ہشام کلبی ہے۔ اس واقعے کو صرف ایک شخص نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا نام ہے ابو مخنف لوط بن یحیی۔ ان سے بالعموم جو صاحب روایت کرتے ہیں، ان کا نام ہشام کلبی ہے۔ ان دونوں راویوں سے ہمارا اس تاریخی سلسلے میں پرانا تعلق ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ دونوں نہایت ہی متعصب مورخ ہیں اور مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سخت بغض رکھتے ہیں۔ تاریخ طبری میں سوائے چند ایک کے، سانحہ کربلا کی تقریباً سبھی روایات انہی دونوں سے مروی ہیں۔ ان دونوں راویوں کا حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض اتنا نمایاں ہے کہ انہوں نے ان روایات میں بھی جگہ جگہ اس بغض کو داخل کر دیا ہے۔

تاریخ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی شخص یا واقعے کے بارے میں اس سے متعصب راوی کی روایت

کو قبول نہ کیا جائے۔ اس وجہ سے مناسب یہی رہے گا کہ ہم ابو مخنف اور ہشام کلبی کی روایات سے اجتناب کریں۔ ان دونوں کے علاوہ ایک اور ناقابل اعتماد مورخ محمد بن عمر الواقدی کی بعض روایتیں سانحہ کربلا سے متعلق ہیں، جن کے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہر جھوٹی سچی بات کو ملا کر ایک کہانی بناتے ہیں اور پھر بغیر کسی سند کے بیان کر دیتے ہیں۔ کبھی وہ سند بھی بیان کر دیتے ہیں جو بالعموم مکمل نہیں ہوتی ہے۔ یہاں ہم تاریخ کی اولین کتب تاریخ میں سانحہ کربلا کی روایات سے متعلق کچھ اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں۔

واقعہ کربلا کی روایات تاریخ کی کتب میں

تاریخ کی کتاب طبت ابن سعد (168-230/784-845، چشتی) میں ٹوٹل ایک روایت ہے کربلا کے بارے اور وہ روایت بھی ناقابل اعتماد راوی واقدی، ابو مخنف اور کلبی سے ہے۔

بلاذری۔ (893/279) میں ٹوٹل 39 روایات ہیں، جن میں سے 14 روایات ناقابل اعتماد راوی واقدی، ابو مخنف، عباد بن عوام، حصین بن عبد الرحمن اور ہیثم بن عدی سے ہیں، بقایا پیچھے 25 روایات رہ جاتی ہیں۔

طبری۔ (224-310/838-922) میں ٹوٹل کربلا کے متعلق 129 روایات ہیں، جن میں سے 120 روایات ناقابل اعتبار راویوں کی ہیں، جن میں ابو مخنف اور ہشام کلبی: سے 113 اور واقدی: سے 7 ہیں، اس کتاب میں بقایا 9 روایات بچتی ہیں۔

تاریخ طبری کے بارے میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ 129 روایات کا بڑا حصہ ابو مخنف، ہشام کلبی اور واقدی سے مروی ہے۔ طبری سے پہلے کے مورخین میں ابن سعد (845/230) ہیں جو کہ ہیں تو واقدی کے شاگرد، لیکن بذات خود ایک قابل اعتماد مورخ ہیں۔ ان کے بارے میں محدثین کا یہ اصول ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان کی وہ روایات، جو وہ واقدی کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے ہیں، پر اعتماد کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کے راوی قابل اعتماد ہوں۔ ابن سعد نے سانحہ کربلا کے واقعات سے متعلق 23 روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں، لیکن ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو انہوں نے مختلف اسناد کو ملا

کر پورے واقعہ کو ایک طویل کہانی کی صورت میں بیان کی ہے۔ بقیہ 22 چھوٹی چھوٹی روایتیں ہیں جن میں ابن سعد نے واقعے کی کچھ جزوی تفصیلات کو نقل کیا ہے اور ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ان میں سے ہر روایت کو نقل کرنے کے بعد وہ رجع الحدیث إلی الأول (اب ہم پہلے بیان کی طرف واپس پلٹتے ہیں) کے الفاظ لکھ کر اسی طویل روایت کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ روایت 25-26 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جبکہ بقیہ 5-6 صفحات پر بقیہ 22 روایتیں ہیں۔

طویل روایت کی اسناد کو انہوں نے کچھ اس طرح نقل کیا ہے:

أخبرنا محمد بن عمر (الواقدي)، قال: حدثنا ابن أبي ذئب، قال: حدثني عبدالله بن عمير مولى أم الفضل۔

أخبرنا عبدالله بن محمد بن عمر بن علي، عن أبيه۔

أخبرنا يحيي بن سعيد بن دينار السعدي، عن أبيه۔

وحدثني عبدالرحمن بن أبي الزناد، عن أبي وجزة السعدي، عن علي بن حسين۔

قال: وغير هؤلاء أيضا قد حدثني. قال محمد بن سعد: وأخبرنا علي بن محمد، عن يحيي بن إسماعيل بن أبي مهاجر، عن أبيه۔

وعن (أبو مخنف) لوط بن يحيي الغامدي، عن محمد بن نشر الهمداني، وغيره۔

وعن محمد بن الحجاج، عن عبدالملك بن عمير۔

وعن هارون بن عيسى، عن يونس بن أبي إسحاق، عن أبيه۔

وعن يحيي بن زكريا بن أبي زائدة، عن مجالد، عن

الشعبي۔
قال ابن سعد : وغير هؤلاء أيضا قد حدثني في هذا الحديث بطائفة فكتبف جوامع حديثهم في مقتم الحسين رحمة الله عليه ورضوانه وصلوته وبركاته. قالوا
۔

ابن سعد نے کہا: ان اسناد کے علاوہ بھی اس روایت کو (راویوں کے) ایک گروہ نے مجھ سے بیان کیا۔ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق ان سب کی روایتوں کو اکٹھا کر کے لکھ لیا ہے۔ ان لوگوں نے بیان کیا۔ (ابن سعد طبقات الکبری 6/421-422، چشتی)

ابن سعد نے اس طویل روایت میں یہ نہیں بتایا کہ روایت کا کون سا حصہ کس راوی نے بیان کیا ہے بلکہ انہوں نے اسے ایک مسلسل قصے کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔ اب ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ تقریباً 25-26 صفحات پر پھیلی ہوئی اس روایت کا کون سا حصہ قابل اعتماد راویوں نے بیان کیا ہے اور کون سا حصہ ناقابل اعتماد راویوں نے۔ اس وجہ سے ان کی پوری روایت کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ابن سعد کی بیان کردہ تفصیلات کا موازنہ اگر طبری میں بیان کردہ ابو مخنف، ہشام کلبی اور واقدی کی روایتوں سے کیا جائے تو ان میں مماثلت پائی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن سعد نے بھی زیادہ تر تفصیلات انہی تین راویوں سے اخذ کی ہیں۔

اب آیئے تیسرے مورخ احمد بن یحیی بلاذری (893/279) کی طرف

انہوں نے سانحہ کربلا کے ضمن میں 39 روایتیں بیان کی ہیں جو کہ مکتبہ دار الفکر والے ورژن کی جلد 3 میں صفحہ 363-426 پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے 14 ایسی روایتیں ہیں جو نہایت ہی ناقابل اعتماد راویوں سے مروی ہیں۔ ان میں ابو مخنف لوط بن یحیی (راوی نمبر 4654)، عباد بن عوام (راوی نمبر 2651)، عوانہ بن حکم (راوی نمبر 4372)، حصین بن عبد الرحمن (راوی نمبر 1795) اور ہیثم بن عدی (راوی نمبر 6546) شامل ہیں۔

یہ سب کے سب راوی ضعیف اور ناقابل اعتماد ہیں۔ (سیر الاعلام النبلاء میں راویوں کے نمبر کے مطابق دیکھا جا سکتا ہے)

ان میں لوط بن یحیی اور عباد بن عوام اسی باغی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے جو مسلسل بغاوتیں اٹھاتی رہی۔ عوانہ بن حکم، ہشام کلبی کے استاذ تھے۔ ہیثم بن عدی کو محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ حصین بن عبدالرحمن اگرچہ قابل اعتماد تھے مگر ان کا حافظہ کمزور تھا اور وہ روایات کو خلط ملط کر دیا کرتے تھے۔

آپ امام ذہبی علیہ الرحمہ کے مشہور انسائیکلو پیڈیا "سیر الاعلام النبلاء" میں متعلقہ نمبر پر ان سب کے حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اگر ان راویوں کی بیان کردہ روایتوں کو چھوڑ دیا جائے تو اس طرح سے بقیہ 25 روایتیں بچتی ہیں جن سے ہم واقعے کی حقیقت کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آٹھویں صدی کے مشہور مورخ ابن کثیر نے بھی ابو مخنف وغیرہ کی ان روایتوں کو اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں درج کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے: اہل تشیع اور روافض نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بہت سا جھوٹ اور جھوٹی خبریں گھڑی ہیں۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اس کا بعض حصہ محل نظر ہے۔ اگر ابن جریر (طبری) وغیرہ حفاظ اور ائمہ نے اس کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں اسے بیان نہ کرتا۔ اس کا اکثر حصہ ابو مخنف لوط بن یحیی کی روایت سے ہے جو کہ شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک واقعات بیان کرنے میں ضعیف (ناقابل اعتماد) ہے۔ لیکن چونکہ وہ اخباری اور (خبروں کا) محفوظ کرنے والا ہے اور اس کے پاس ایسی چیزیں ہیں جو اس کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہیں، اس وجہ سے اس کے بعد کے کثیر مصنفین نے اس پر کڑی تنقید کی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (ابن کثیر 577/11، اردو ترجمہ جلد 8 صفحہ 259، چشتی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان ناقابل اعتماد مورخین کی روایتوں کو چھوڑ دیا جائے تو سانحہ کربلا سے متعلق ہمیں کچھ زیادہ معلوم نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے، جس کا کوئی حل نہیں ہے تاہم دو صورتیں ایسی ہیں جن پر احتیاط سے عمل کیا جائے تو ہم کسی حد تک درست معلومات تک پہنچ سکتے ہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ ان دونوں کی روایتوں کو چھوڑ کر دیگر روایات پر غور کیا جائے۔ اس سے جتنی معلومات حاصل ہوں، ان پر اکتفا کر کے بقیہ معاملات کو حسن ظن پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمارے نزدیک یہی صحیح طرز عمل ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ان ناقابل اعتماد مورخین کی روایات میں جہاں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض ظاہر ہوتا ہو، اسے چھوڑ کر بقیہ معاملات میں ان کی باتوں کو پوری احتیاط سے قبول کیا جائے اور ان کی کسی ایسی بات کو قبول نہ کیا جائے جس میں ان کا تعصب جھلکتا ہو اور انہوں نے واقعات کو جذباتی انداز میں ایسے بیان کیا ہو کہ اس دور کے مسلمانوں کی نہایت ہی بھیانک تصویر سامنے آئے۔

تاریخ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی شخص یا واقعے کے بارے میں متعصب راوی کی روایت کو قبول نہ کیا جائے۔ اس وجہ سے علمائے اہل سنت نے ابو مخنف اور ہشام کلبی کی روایات سے اجتناب کیا۔ ان راویوں کے علاوہ ایک اور مورخ محمد بن عمر الواقدی کی بعض روایتیں سانحہ کربلا سے متعلق ہیں، اس کے علاوہ ایک راوی عمار الدھنی ہیں، یہ تاریخی روایات میں قابل اعتبار مانے جاتے ہیں۔ واقعہ کربلا کے متعلق اہل سنت کے ہاں منقول اکثر روایات انہی کی ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صدوق یتشیع "عمار الدھنی بہت سچا راوی ہے اور شیعہ عقیدہ رکھتا ہے۔ (تقریب التہذیب صفحہ 152)

صاحب تنقیح المقال بھی لکھتے ہیں: کان شیعا ثقۃ "عمار الدھنی شیعہ عقیدہ رکھتا ہے لیکن قابل اعتبار تھا۔ (تنقیح المقال صفحہ نمبر 317 جلد نمبر 2) عمار الدھنی راوی شیعہ و سنی دونوں کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔ عمار الدھنی کی روایت تاریخ طبری، تہذیب التہذیب، الاصابہ میں موجود ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کے جتنے بھی من گھڑت واقعات ہیں وہ شیعہ روافضیوں ابن سبا کے پیرکار راویوں سے منقول ہیں وہ سب بے اصل ہیں جن کی اصل حقیقت اللہ عزوجل کو ہی معلوم ہے۔ اس سے واقعہ سے متعلق تمام روایات بعد کے ادوار میں گھڑی گئیں تاکہ اہل بیعت رضی اللہ عنہم کی

جھوٹی بناوٹی محبّت کی آڑ میں سارے خاندانِ بنوامیہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بدنام کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ صحیح و مستند رایات کی روشنی میں مقام حضرت امام رضی اللہ اور واقعہ کربلا بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نسلِ ابن سبا و ابن سبا یہودی کے پیرو کاروں کے پھیلائے جھوٹ اور شر و فتنہ سے محفوظ فرمائے آمین۔

یزید کی بیعت نہ کرنے کے دُوررَس اَثرات: امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اللہ نے نہ صِرف خوفِ خدا، تقویٰ و پرہیزگاری، جرأت و بہادری اور حِلم و بُردباری جیسے عظیم اَوصاف سے نوازا تھا بلکہ فِراست، تَدَبُّر اور دُور اندیشی جیسی اعلیٰ صلاحیتیں بھی عطا فرمائی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت نہ کرنا آپ کی فِراست اور دور اندیشی پر دلالت کرتا ہے، جس کے یہ اَثرات ظاہر ہوئے:

حق و باطل میں فرق

امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہ کرکے تاقیامت حق و باطل میں فرق کردیا۔

نااہل کو مَنْصَب دینے کی مُمانَعَت

آپ کے بیعت نہ کرنے سے دنیا پر واضح ہوگیا کہ نااہل کو کبھی کوئی منصب نہ دیا جائے اور اگر بالفرض وہ زبردستی کسی عُہدے کو حاصل کرلے تو اہلِ عزیمت کو چاہیے کہ ہرگز اُس کی اِطاعت نہ کریں۔ فسق و فجور کا دروازہ بند کردیا: اگر آپ یزید کی بیعت کرلیتے تو اس کی ہر بدکاری کے جواز کے لیے آپ کی بیعت سند (یعنی دلیل) ہو جاتی اور شریعتِ اِسلامیہ و ملّتِ حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔

نظامِ اِسلام کا تَحَفُّظ

اگر آپ یزید کی بیعت کرلیتے تو یزید آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا، خوب مال و دولت نچھاور کرتا لیکن اِسلام کا نظام درہم برہم ہوجاتا اور ایسا فساد برپا ہوتا جسے بعد میں دور کرنا دُشوار ترین ہوتا۔

اَحکامِ شَرعِیَّہ میں برابری

آپ کا یزید کی بیعت نہ کرنا اس کے فِسق و فجور کو واضح کرتا اور اس بات کو پختہ کرتا ہے کہ اَحکامِ

شرعیہ ایک عام آدمی و حاکم سب کے لیے برابر ہیں، جس طرح عام شخص کا فِسق و فجور سے بچنا ضروری ہے اسی طرح حاکم کا بھی۔

اِسلامی ریاست کا تحفُّظ

امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست سے جان لیا تھا کہ یزید بیعت کے بعد اِسلامی ریاست کا کیا حال کرے گا اسی لیے آپ نے بیعت نہ کی، آپ کی شہادت کے بعد یزیدی فوجوں نے مدینۂ منورہ پر لشکرکشی کی، سینکڑوں صحابۂ کرام علیہمُ الرِّضوان کو شہید کیا، مسجدِ نبوی شریف کے ستون سے گھوڑے باندھے، تین دن تک مسجد میں لوگ نماز سے مشرّف نہ ہوسکے، مدینہ میں خوب لوٹ مار کی گئی۔ (وفاء الوفا جلد 1 صفحہ 134، چشتی)

مکّۂ مکرّمہ پر چڑھائی کی گئی، پتھر برسائے گئے حتیٰ کہ مسجدُ الحرام کا صحن پتھروں سے بھر گیا، کعبۃُ اللہ کے غلاف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا اور کعبۃُ اللہ کی بے حرمتی کی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 167)(سوانح کربلا، صفحہ 178)

قیامِ اَمن اور رعایا کے حقوق

قیامِ اَمن اور رعایا کے حقوق پورے کرنا حاکم کی ذمّہ داریوں میں سے اہم ترین ذمّہ داری ہوتی ہے لیکن یزید اور اس کے حواری (ساتھی) قیامِ اَمن اور رعایا کے حقوق پورے کرنے کے مخالف تھے، امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت نہ کر کے پوری دنیا کو قیامِ امن اور رعایا کے حقوق پورے کرنے کا پیغام دیا۔

قربانی کا درس

امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنے احباب کی جانوں کا نذرانہ راہِ خدا میں پیش کر کے امّتِ مسلمہ کو حق پر قائم رہنے اور ظلم کے سامنے سر نہ جھکانے کا نہ صرف درس (Lesson) دیا بلکہ یہ بھی

بتایا کہ دینِ اسلام کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے سے پیچھے نہ ہٹا جائے۔ راہِ خدا میں اپنا گھربار بیوی بچے مال و دولت سب کچھ لُٹانے کے سبب امامِ حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کا نام اب تک عزّت و عَظَمت کے ساتھ لیا جاتا ہے اور آئندہ بھی لیا جاتا رہے گا جبکہ یزید اور یزیدیوں کی اب تک مذمت وملامت ہوتی آئی ہے اور تاقیامت اس کا نام تحقیر سے لیا جاتا رہے گا۔

کرامات امام حسین رضی اللہ عنہ

اللہ عزوجل نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کثیر معجزات سے نوازا بلکہ معجزہ بنا کر بھیجا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی بے شمار کرامات سے نوازا تھا جن کا ظہور میدانِ کربلا میں بھی ہوا۔ جہاں آپ رضی اللہ عنہ 50 سال سے زائد عمر ہونے کے باوجود شجاعت و بہادری کے ساتھ میدانِ کربلا میں دشمنانِ اہلِ بیت سے جنگ کرتے رہے وہیں آپ رضی اللہ عنہ سے مختلف کرامات ظاہر ہوئیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

ولادتِ باکرامت

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین سراپا کرامت تھے حتیٰ کہ آپ کی ولاد باسعادت بھی با کرامت ہے۔ حضرت سیدی عارف باللہ نورُ الدّین جامی قدس سرہ السامی "شواہد النبوۃ" میں فرماتے ہیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت چار شعبان المعظم ۴ھ کو مدینۃ المنورۃ زادھا اللہ شرفاو تعظیما میں منگل کے دن ہوئی۔ منقول ہے کہ امامِ پاک رضی اللہ عنہ کی مدت حمل چھے ماہ ہے۔ حضرت سیدنا یحیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا بچہ زندہ نہ رہا جس کی مدت حمل چھے ماہ ہوئی ہو۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۲۸، مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

رُخسار سے انوار کا اظہار

حضرت علامہ جامی قدس سرہ السامی مزید فرماتے ہیں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان یہ تھی کہ جب اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی مبارک پیشانی اور

دونوں مقدس رخسار سے انوار نکلتے اور قرب و جوار ضیا بار (یعنی روشن) ہو جاتے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۲۸)

کنویں کا پانی اُبل پڑا

حضرتِ سیدنا امامِ عالی مقام امام حُسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ (زادھما اللہ شرفا و تعظیما) کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں حضرت سیدنا ابنِ مُطیع علیہ رحمۃ اللہ البدیع سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے عرض کی میرے کنویں میں پانی بہت ہی کم ہے، برائے کرم! دُعائے بَرکت سے نواز دیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس کنویں کا پانی طلب فرمایا۔ جب پانی کا ڈول حاضر کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منہ لگا کر اُس میں سے پانی نوش کیا اور کُلّی کی۔ پھر ڈول کو واپَس کنویں میں ڈال دیا تو کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت، چشتی)

گھوڑے نے بدلگام کو آگ میں ڈال دیا

حضرتِ سیدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یومِ عاشُورا یعنی بروز جُمُعۃ المبارَک ۱۰ مُحرّمُ الحرام ۶۱ھ کو یزیدیوں پر اِتمامِ حُجّت کرنے کے لیے جس وَقت میدانِ کربلا میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے مظلوم قافلے کے خیموں کی حفاظت کے لیے خندق میں روشن کردہ آگ کی طرف دیکھ کر ایک بدزبان یزیدی (مالک بن عُروہ) اِس طرح بکواس کرنے لگا، ”اے حسین! تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی!“ حضرت سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کَذَبتَ یَا عَدُوَّ اللہ یعنی اے دُشمنِ خدا! تو جھوٹا ہے، کیا تجھے یہ گمان ہے کہ معاذ اللہ عزوجل میں دوزخ میں جاؤں گا!“ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قافلے کے ایک جاں نثار جوان حضرت سیدنا مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اُس منہ پھٹ بدلگام کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام علی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر اجازت دینے سے انکار کیا کہ ہماری طرف

سے حملے کا آغاز نہیں ہونا چاہیے۔ پھر امامِ تِشنہ کام رضی اللہ عنہ نے دستِ دُعا بلند کر کے عرض کی:
اے ربِ قہار! عزوجل اس نابکار کو عذابِ نار سے قبل بھی اس دنیائے ناپائیدار میں آگے کے عذاب میں مبتلا فرما۔ فوراً دعا مستجاب (قبول) ہوئی اور اُس کے گھوڑے کا پاؤں زمین کے ایک سوراخ پر پڑا جس سے گھوڑے کو جھٹکا لگا اور بے ادب و گستاخ یزیدی گھوڑے سے گرا، اُس کا پاؤں رَکاب میں اُلجھا، گھوڑا اُسے گھسیٹتا ہوا دوڑا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ اور بدنصیب آگ میں جل کر بھسم ہو گیا۔
امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سجدہ شکر ادا کیا، حمدِ الٰہی بجالائے اور عرض کی: یااللہ عزوجل تیرا شکر ہے کہ تُونے آلِ رسول کے گستاخ کو سزا دی۔ (سوانحِ کربلا صفحہ ۸۸)

سیاہ بچھو نے ڈنک مارا

گستاخ و بدلگام یزیدی کا ہاتھوں ہاتھ بھیانک انجام دیکھ کر بھی بجائے عبرت حاصل کرنے کے اِس کو ایک اتفاقی امر سمجھتے ہوئے ایک بے باک یزیدی نے بکا: آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ سن کر قلبِ امام کو سخت ایذا پہنچی اور تڑپ کر دُعاء مانگی: "اے ربِ جبار عزوجل اِس بدگفتار کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما۔" دعا کا اثر ہاتھوں ہاتھ ظاہر ہوا اُس بکواسی کو ایک دم قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی فوراً گھوڑے س اُتر کو ایک طرف کو بھاگا اور برہنہ ہو کر بیٹھا، ناگاہ ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا، نہایت ہی ذلت کے ساتھ اپنے لشکریوں کے سامنے اِس بدزبان کی جان نکلی۔ مگر ان سنگ دلوں اور بے شرموں کو عبرت نہ ہوئی اِس واقعہ کو بھی ان لوگوں نے اتفاقی امر سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ (سوانحِ کربلا صفحہ ۸۹)

گستاخِ حُسین پیاسا مرا

یزیدی فوج کا ایک سخت دل مُزنی شخص امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر یوں بکنے لگا: دیکھو توسہی دریائے فُرات کیسا موجیں مار رہا ہے، خدا کی قسم تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم یوں ہی پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ امامِ تشنہ کام رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رب الانام عزوجل میں عرض کی

، اللّٰہم امتہ عطشانا۔ یعنی یا اللہ عزوجل اس کو پیاسا مار۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعا مانگتے ہی اس بے حیا مزنی کا گھوڑا بدک کر دوڑا مزنی پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا، پیاس کا غلبہ ہوا اس شدت کی پیاس لگی کہ العطش ! العطش ! یعنی ہائے پیاس ہائے پیاس ! پکارتا تھا مگر جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدت پیاس میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

(سوانح کربلا صفحہ ۹۰، چشتی)

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کو امامِ پاک رضی اللہ عنہ کی بے ادبی قطعًا نا منظور ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کا بدگو دونوں جہاں میں مردود و مطرود ہے۔ گستاخانِ حُسین کو دنیا میں بھی دردناک سزاؤں کا سامنا ہوا اور اس میں یقینًا بڑی عبرت ہے۔

صدرُ الافاضل حضرت علامہ مولٰینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی بعض گستاخانِ حسین کے ہاتھوں ہاتھ ہونے والے عبرت ناک بد انجام کے واقعات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: فرزندِ رسول کو یہ بات بھی دکھا دینی تھی کہ اس کی مقبولیتِ بارگاہِ حق عزوجل پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوصِ کثیرہ و احادیثِ شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمامِ حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا عزوجل سے جنگ کرنا ہے۔ اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جو ان کے سروں پر سوار تھا اُس نے اِنھیں اندھا بنا دیا۔ (سوانحِ کربلا)

نور کا ستون اور سفید پرندے

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے سرِ منور سے متعدّد کرامات کا ظہور ہوا۔ اہلِ بیت علیہم الرضوان کے قافلے کے بقیہ افراد 11 محرم الحرام کو کوفہ پہنچے جب کہ شہدائے کربلا علیہم الرضوان کے مبارک سر اُن سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور

رُسوائے زمانہ یزیدی بدبخت خولی بن یزید کے پاس تھا یہ مردود رات کے وقت کوفہ پہنچا۔ قصرِ امارت (یعنی گورنر ہاؤس) کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ سرِ انور کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ ظالم نے سرِ انور کو بے ادبی کے ساتھ زمین پر رکھ کر ایک بڑا برتن اس پر اُلٹ کر اس کو ڈھانپ دیا اور اپنی بیوی نوار کے پاس جا کر کہا میں تمہارے لیے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں وہ دیکھ حسین بن علی کا سر تیرے گھر پڑا ہے۔ وہ بگڑ کر بولی : تجھ پر خدا کی مار! لوگ تو سیم و زر لائیں اور تو فرزندِ رسول کا مبارک سر لایا ہے۔ خدا کی قسم! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔ نوار یہ کہہ کر اپنے بچھونے سے اُٹھی اور جدھر سرِ انور تشریف فرما تھا اُدھر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کا بیان ہے: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک مثل ستون چمک رہا تھا۔ اور سفید پرندے اس کے ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو خولی بن یزید سرِ انور کو ابنِ زیاد بدنہاد کے پاس لے گیا۔ (الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

خولی بن یزید کا دردناک انجام

دنیا کی محبت اور مال و زر کی وہس انسان کو اندھا اور انجام سے بے خبر کر دیتی ہے بدبخت خولی بن یزید نے دنیا ہی کی محبت کی وجہ سے مظلومِ کربلا کا سرِ انور تنسے جدا کیا تھا۔ مگر چند ہی برس کے بعد اس دنیا ہی میں اس کا ایسا خوفناک انجام ہوا کہ کلیجہ کانپ جاتا ہے چنانچہ چند ہی برس کے بعد مختار ثقفی نے قاتلینِ امامِ حسین کے خلاف جو انتقامی کاروائی کی اس ضمن میں صدر الافاضل حضرت علامہ مولٰینا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مختار نے ایک حکم دیا کہ کربلا میں جو شخص لشکرِ یزید کے سپہ سالار عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا۔ لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لیے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تنِ اقدس سے جدا کیا تھا۔ یہ رُوسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سُولی چڑھایا، آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکر ابنِ سعد

کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھے ہزار کوفی جو حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

(سوانحِ کربلا صفحہ نمبر ۱۲۲، چشتی)

نیزہ پر سرِ اقدس کی تِلاوت

حضرتِ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب یزیدیوں نے حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کو نیزے پر چڑھا کر کُوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اُس وقت میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا۔ جب سرِ مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سرِ پاک نے (پارہ ۱۵ سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۹) تلاوت فرمائی:

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَ الرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَباً ۔ (پ۱۵ الکھف ۹)

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (شواہد النبوۃ)

اِسی طرح ایک دوسرے بُزُرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں نے سرِ مبارک کو نیزہ سے اُتار کر ابنِ زیادِ بدنہاد کے محل میں داخل کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہونٹ ہل رہے تھے اور زبانِ اقدس پر پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۲ کی تلاوت جاری تھی:

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔ (پ۱۳ ابراھیم ۴۲)

ترجمہ: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔ (روضۃ الشہدا مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۸۵)

منہال بن عمرو کہتے ہیں: واللہ میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے اُس وقت میں دِمشق میں تھا۔ سرِ مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃُ

الکہف پڑھ رہا تھا جب وہ آیت نمبر ۱۵ پر پہنچا:

اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡـكَهۡفِ وَ الرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَباً ۔ (پ۱۵ الکہف ۹)

ترجمہ: پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اُس وقت اللہ تعالیٰ نے قوتِ گویائی بخشی تو سرِ انور نے بزبانِ فصیح فرمایا: اعجبُ من اصحابِ الکہفِ قتلی و حملی "اصحابِ کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے"۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۱۲)

صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولٰینا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں یہ حکایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: در حقیقت بات یہی ہے کہ کیونکہ اصحابِ کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بیوفائی سے پانی تک بند کر دیا! ال و اصحاب علیہم الرضوان کو حضرتِ امامِ پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اہلبیت کرام علیہم الرضوان کو اسیر بنایا، سرِ مبارک کو شہر شہر پھرایا۔ اصحابِ کہف سالہا سال کی طویل نیند کے بعد بولے یہ ضرور عجیب ہے مگر سرِ انور کا تنِ مبارک سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا عجیب تر ہے۔ (سوانحِ کربلا صفحہ ۱۱۸)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نوک نیزہ سے قرآن پاک کی تلاوت کر کے شاید یزیدیوں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہوگی کہ تم ہمارا سر ہمارے بدن سے جدا تو کر سکتے ہو پر قران سے جو ہمارا رشتہ ہے وہ جدا نہیں کر سکتے اور قران کے اصل وارث ہم ہی ہیں دوسری وجہ جو علماء ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں بے پردہ تھیں تو لوگوں کی توجہ ان پر سے ہٹانے کے لیے آپ کے کٹے ہوئے سر نے تلاوت شروع کر دی جس سے لوگ آپ کے سر کی طرف متوجہ ہو

گئے۔

خون سے لکھا ہوا شعر

یزید پلید کے ناپاک لشکری شہدائے کربلا علیہم الرضوان کے پاکیزہ سروں کے لے کر جا رہے تھے دریں اثنا ایک منزل پر ٹھہرے۔ حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ نبیذ یعنی کھجور کا شیرہ پینے لگے۔ ایک اور روایت میں ہے، وھم یشربون الخمر یعنی وہ شراب پینے لگے۔ اتنے میں ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اور اس نے خون سے یہ شعر لکھا:

اترجو امة قتلت حسینا
شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ: کیا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پائیں گے؟

بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بِعثتِ شریفہ سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا۔ (الصواعق المحرقہ ۱۹۴)

سرِ انور کی کرامت سے راہب کا قبول اسلام

ایک راہب نصرانی نے دَیر (یعنی گرجا گھر) سے سرِ انور دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا: "تم بُرے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔" ان لالچیوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سرِ مبارک دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا، راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اسلام لایا اور گرجا گھر، اس کا مال و متاع چھوڑ کر اپنی زندگی اہلِ بیت کی خدمت میں گزار دی۔

(الصواعق المحرقہ ۱۹۹، چشتی)

درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئے

یزیدیوں نے لشکرِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لیے تھے اُن کو تقسیم کرنے کیلئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور اُن کے ایک طرف پارہ ۱۳ سورۂ ابراہیم کی آیت (نمبر ۴۲)

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

ترجمہ: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

اور دوسری طرف پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء کی آیت (نمبر ۲۲۷) تحریر تھی:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْآ اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

ترجمہ: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ نمبر ۱۹۹، چشتی)

سرِ انور کہاں مدفون ہوا؟

امامِ عالی مقام حضرتِ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کے مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی اور حضرتِ سیدنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یزید نے اسیرانِ کربلا اور سرِ انور کو مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا و تعظیما روانہ کر دیا اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا و تعظیما میں سرِ انور کو تجہیز و تکفین کے بعد جنتُ البقیع شریف میں حضرتِ سیدتنا فاطمہ زہرا یا حضرتِ سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دَفن کر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیرانِ کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آکر سرِ انور کو جَسدِ مبارَک سے ملا کر دفن کیا۔ بعض کا کہنا ہے، یزید نے حکم دیا تھا کہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کو شہروں میں پھراؤ۔ پھرانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے اُن سے لے کر دفن کر دیا۔ جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزّیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سرِ انور لینے کی اجازت حاصل کی اور مع فوج و خُدام ننگے پاؤں وہاں سے ۸ جمادی الآخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اُس وقت بھی سرِ انور کا خون تازہ تھا اور اُس سے مُشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ پھر اس نے سبز حَریر (ریشم) کی تھیلی میں آبنوسی کُرسی پر

رکھ کر اس کے ہم وزن مُشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہدِ حُسینی بنوایا چنانچہ قریبِ خان خلیلی کے مشہدِ حُسینی مشہور ہے۔ (شامِ کربلا صفحہ ۲۴۶، چشتی)

تُربتِ سرِ انور کی زیارت

حضرتِ سیدنا شیخ عبدُ الفتّاح بن ابی بکر بن احمد شافِعی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "نور العین" میں نقل فرماتے ہیں: شیخ الاسلام شمس الدین لقانی قدس سرہ جو کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخِ مالکیہ تھے ہمیشہ مشہد مبارک میں سر انور کی زیارت کو حاضر ہوتے اور فرماتے کہ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور اِسی مقام پر ہے۔ حضرت سیدنا شیخ شہابُ الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے مشہدِ حسینی کی زیارت کی مگر مجھے شبہ ہر رہا تھا کہ سرِ مبارک اِس مقام پر ہے یا نہیں؟ اچانک مجھ کو نیند آگئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بہ صورتِ نقیب سرِ مبارک کے پاس سے نکلا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احمد بن حلبی اور عبد الوہاب نے آپ کے شہزادے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کے مدفن کی زیارت کی ہے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللّٰہم تقبل منھما واغفرلھما۔ اے اللہ ان دونوں کی زیارت کو قبول فرما اور دونوں کو بخش دے۔ حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرتِ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور یہیں تشریف فرما ہے پھر میں نے مرنے تک سرِ مُکرّم کی زیارت نہیں چھوڑی۔ (شامِ کربلا ص ۲۴۷)

سرِ انور سے سلام کا جواب

حضرتِ سیدنا شیخ خلیل ابی الحسن تمارسی رحمۃ اللہ علیہ سرِ انور کی زیارت کے لیے جب مشہد مبارک کے پاس حاضر ہوتے تو عرض کرتے: السلام علیکم یا ابنَ رسول اللہ اور فوراً جواب سنتے: وعلیک السلام یا ابا الحسن۔ ایک دن سلام کا جواب نہ پایا، حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آگئے دوسرے

روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا۔ عرض کی، یا سیدی! کل جواب سے مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا: اے ابوالحسن! کل اِس وقت میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔ (شامِ کربلا صفحہ ۲۴۷، چشتی)

حضرت سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں اہلِ کشف صوفیا اِسی کے قائل ہیں کہ حضرتِ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور اِسی مقام پر ہے۔ شیخ کریم الدین خلوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے اس مقام کی زیارت کی ہے۔ (شامِ کربلا صفحہ ۲۴۸)

سرِ انور کی عجیب برکت

منقول ہے، مصر کے سلطان ملک ناصر کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی کہ یہ شخص جانتا ہے کہ اس محل میں خزانہ کہاں دفن ہے مگر بتاتا نہیں ۔ سلطان نے اُگلوانے کے لیے اس کی تعذیب کی یعنی اذیت دینے کا حکم دیا۔ متولیِ تعذیب نے اس کو پکڑا اور اس کے سر پر خنافس (گبریلے) لگائے اور اس پر قرمز (یعنی ایک قسم کے کیڑے) ڈال کر کپڑا باندھ دیا۔ یہ وہ خوفناک اذیت و عقوبت ہے کہ اس کو ایک منٹ بھی انسان برداشت نہیں کر سکتا اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے اور وہ فوراً راز اُگل دیتا ہے۔ اگر نہ بتائے تو کچھ ہی دیر کے بعد تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔ یہ سزا اُس شخص کو کئی مرتبہ دی گئی مگر اس کو کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ ہر مرتبہ خنافس مر جاتے تھے۔ لوگوں نے اِس کا سبب پوچھا تو اس شخص نے بتایا کہ جب حضرتِ امام عالی مقام سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یہاں مصر میں تشریف لایا تھا الحمدللہ میں نے اس کو عقیدت سے اپنے سر پر اُٹھایا تھا یہ اُسی کی برکت اور کرامت ہے۔ (شامِ کربلا صفحہ نمبر ۲۴۸، چشتی)

سرِ مبارک کی چمک

ایک رِوایت یہ بھی ہے کہ سرِ انور یزید پلید کے خزانہ ہی میں رہا۔ جب بنو اُمیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبد الملک کا دورِ حکومت (۹۶ تا ۹۹ ھ) آیا اور ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے سرِ انور کی زیارت کی

سعادت حاصل کی اس وقت سرِانور کی مبارک ہڈیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی تھیں، انہوں نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کروادیا۔

(تھذیب التھذیب جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ دار الفکر بیروت)

رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز

حضرتِ علامہ ابنِ حَجَر ھَیتمی مَکّی علیہ رحمۃ اللہ علیہ رِوایت فرماتے ہیں کہ: سُلیمان بن عبدُالملِک جنابِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے دیکھا کہ شہنشاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ مُلاطَفَت (یعنی لُطف و کرم) فرمارہے ہیں۔ صبح انہوں نے حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اِس خواب کی تعبیر پوچھی، اُنہوں نے فرمایا: شاید تُو نے آلِ رسول کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے۔ عرض کی، جی ہاں! میں نے حضرتِ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک سر کو خزانۂ یزید میں پایا تو اُس کو پانچ کپڑوں کا کفن دے کر اپنے رُفقا کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر اس کو دفن کیا ہے حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا یہی عمل رِضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سبب ہوا ہے۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۹، چشتی)

مغرور شخص پیاسا واصلِ جہنم ہوا

امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات اور آپ کا مستجاب الدعوات (جس کی دعائیں قبول ہوتی ہوں) ہونے کو دیکھ کر بھی اُن بے باک اور سخت دلوں کو غیرت نہ آئی اور ایک مغرور شخص نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کہنے لگا کہ: اے حسین! دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے مگر خدا کی قسم تم اس کا ایک قطرہ بھی نہ پی سکو گے حتیٰ کہ تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اُس مغرور شخص کی باتیں سن کر رونے لگے اور اپنے پاک پروردگار سے عرض کرنے لگے: اَللّٰھُمَّ اَمِتْہٗ عَطْشَانًا یا رب عزوجل اس کو پیاسا مار۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا دعا مانگنا تھا کہ اُس مغرور شخص کا گھوڑا اسے گرا کر بھاگنے لگا جس کو پکڑنے کے لیے اُس شخص نے دوڑ لگائی جس کے سبب اس پر پیاس کا غلبہ ہوا اور وہ

العطش العطش کہنے لگا، اُس کے ساتھیوں نے اسے پانی پلانا چاہا لیکن ایک قطرہ بھی اُس کے حلق سے نیچے نہیں اترا اور وہ مغرور شخص اسی شدتِ پیاس میں واصلِ جہنم ہو گیا۔
(روضۃ الشہداء، باب نہم جلد 2 صفحہ 186 تا 188)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات آپ کی شان و عظمت پر گواہ ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے کرامات کا ظاہر ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامات آپ کی شان و عظمت پر گواہ ہیں نیز دشمنانِ اہلِ بیت کو یہ بتانا تھا کہ دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہو اس کے مقابلے میں آنا اللہ پاک سے جنگ کرنا ہے لہٰذا اس معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرو مگر اُن بے باک لوگوں نے دنیاوی منصب پانے کے لیے حسین ابنِ علی رضی اللہ عنہما کو شہید کر ڈالا جس کی سزا انہیں دنیا میں بھی ملی جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آلِ رسول کی اللہ پاک کی بارگاہ میں کیسی قدر و منزلت ہے، صرف دعا مانگنے کی دیر تھی اور دشمنانِ آلِ رسول چند ہی لمحوں میں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اللہ پاک ہمیں بھی آلِ رسول کا ادب و احترام کرنے اور اُن کی طرح دینِ اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ عطا فرمائے آمین۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یزید پلید کی بیعت کی کا جواب: اکثر رافضیوں اور نیم رافضیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید پلید کی بیعت کی تھی۔ اس کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کی جاتی ہے اور سرِعام گستاخیاں کی جاتی ہیں جس پر ادارے و حکمران خاموش تماشائی ہی بنے رہتے ہیں ہم اداروں اور حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان گستاخوں کو لگام دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر مسلمانانِ اہلسنت خود انہیں لگام دیں پھر کچھ بھی تمہارے کنٹرول میں نہ رہے گا۔ پھر مت کہنا قانون ہاتھ میں لے لیا۔ اس بارے میں پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ اس مضمون میں مزید تحقیق پیشِ خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گستاخیوں اور گستاخوں کے شر و فتنہ سے بچائے آمین۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید پلید کی بیعت کی تھی ان میں چند بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابو سعید خدری، ابو ایوب

انصاری، ابو عبداللہ انصاری، جابر بن عبداللہ انصاری، سلمہ بن اکوع انصاری، ابو امامہ انصاری، اسامہ بن زید، انس بن مالک، جابر بن سمرہ، جریر بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر طیار، عبداللہ بن عامر، عدی بن حاتم رضوان اللہ تعالی علیہم عنہم اجمعین شامل تھے، اور پانچ امہات المونین حضرت حفصہ، حضرت جویرہ، حضرت عایشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ، اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ اس کے علاوہ ک ئی ی عظیم المرتبت تابعی جن میں حضرت محمد بن الحنفیہ برادر سیدنا حسین رضی اللہعنہما بھی بعیت میں شامل تھے۔

اس بات کا کوئی بک ریفرینس دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تقریبا20 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو نام لکھے ہیں ان کی سن وفات لکھ دیتا ہوں۔ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں کی اور پھر بیعت کیوں توڑ دی اس مضمون آپ پڑھیں گے ان شاء اللہ:

بیعت کرنے والوں میں سے چند کے اسمائے مبارکہ

حضرت حفصہ سن 54ہجری

حضرت جویریہ سن 56ہجری

حضرت عایشہ سن 58ہجری

حضرت ام سلمہ سن 59ہجری

حضرت میمونہ سن 61ہجری

حضرت عبداللہ بن عمر سن 74ہجری

حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن زبیر کے دور خلافت میں وفات پائی

حضرت ابو سیعد خدری اموی خلیفہ عبدالمالک کے عہد تک زندہ رہے

حضرت ابوایوب انصاری سن 49ہجری میں قسطنطیہ کی محاصرے میں وفات پائی

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سن 76 یا 78 ہجری

حضرت سلمہ بن اکوع سن 74ہجری

حضرت ابوامامہ باہلی سن 62 ہجری

حضرت اسامہ بن زید سن 54 یا 59 ہجری

حضرت انس بن مالک اموی خلیفہ ولید کے عہد تک زندہ رہے

حضرت جابر بن سمرہ سن 74 ہجری

حضرت جریر بن عبداللہ سن 54 ہجری

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سن 85 ہجری

حضرت عبداللہ بن عامر سن 59 ہجری

حضرت عدی بن حاتم سن 68 ہجری

یاد رہے واقعہ کربلا، حضرت امام حسین کی شہادت سن 61 ہجری میں ہوئی تھی۔(رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس کے علاوہ مزید کی نام ہیں۔ یہ معلومات فقیر چشتی نے مختلف کتابوں مثلاً تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن خلدون اور تاریخ ابن اثیر سے حاصل کیں ہیں۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کی تو اس وقت یزید پلید کا فسق و فجور ظاہر نہ ہوا تھا جب اس خبیث پلید یزید کے کرتوت ظاہر ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت توڑ دی:

محترم قارئینِ کرام: سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعۂ جانکاہ کی وجہ سے اہل مدینہ یزید کے سخت مخالف ہوگئے اور صحابی ابن صحابی حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کے دست مبارک پر بیعت کر لئے تو یزید پلید نے ایک فوج مدینہ طیبہ پر چڑھائی کے لیے روانہ کی جس نے اہل مدینہ پر حملہ کیا اور اس کے تقدس کو پامال کیا اس موقع پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما نے اہل مدینہ سے روح پرور خطاب کیا اور اس میں یزید کی خلافِ اسلام عادات واطوار کا ذکر کیا جیسا کہ محدث وقت مؤرخ اسلام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 230 ھجری) کی طبقات کبری میں اس کی تفصیل موجود ہے:

اجمعوا علی عبد اللہ بن حنظلۃ فأسندوا امرھم الیه

فبایعھم علی الموت وقال یاقوم اتقوا اللہ وحدہ لاشریک لہ فواللہ ماخرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح الامھات والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوۃ واللہ لو لم یکن معی احد من الناس لابلیت للہ فیہ بلاء حسنا ۔ (طبقات کبری جلد 5 صفحہ 66، چشتی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما نے اہل مدینہ سے تادم زیست مقابلہ کرنے کی بیعت لی اور فرمایا: اے میری قوم! اللہ وحدہ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اُٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہوجائے، وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے، شراب نوشی کرتا ہے، نماز چھوڑتا ہے، اللہ کی قسم! اگر لوگوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہ ہو تب بھی میں اللہ کی خاطر اس معاملہ میں شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاؤں گا۔

جب یزید لعین کی بدکرداریاں سامنے آئیں تو بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم بیعت توڑ دی اور یزید کے خلاف اعلان جنگ کیا اور اکثر ان میں سے شہید ہوئے۔

(تاریخ ابن خلدون جلد نمبر2 صفحہ نمبر550، چشتی)

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی630 ھجری) کی تاریخ کامل ابن اثیر میں 51 ہجری کے بیان میں ہے وقال الحسن البصری ۔ سکیرا خمیرا یلبس الحریر ویضرب بالطنابیر: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ یزید کے بارے میں فرماتے ہیں وہ انتہا درجہ کا نشہ باز، شراب نوشی کا عادی تھا ریشم پہنتا اور طنبورے بجاتا۔

علامہ ابن کثیر (مولود 700ھ متوفی 774ھ) لکھتے ہیں:

وکان سبب وقعة الحرۃان وفدامن اهل المدینة قدمواعلی یزید بن معاویة بدمشق ۔ ۔ ۔ فلمار جعوا ذکروا لاهلیهم عن یزید ماکان یقع منه القبائح فی شربه الخمرو مایتبع ذلک من الفواحش التی من اکبر ها ترک الصلوۃ عن وقتها بسبب السکر فاجتمعوا علی خلعه فخلعوه عند المنبرالنبوی فلما بلغه ذلک بعث الیهم سریة یقدمها رجل یقال له مسلم بن عقبة وانما یسمیه السلف مسرف بن عقبة فلما وردالمدینة استباحها ثلاثة ایام فقتل فی غضون هذه الایام بشرا کثیرا ۔

ترجمہ: واقعۂ حرہ کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل مدینہ کا وفد دمشق میں یزید کے پاس گیا ،جب وفد واپس ہواتواس نے اپنے گھروالوں سے یزید کی شراب نوشی اور دیگر بری عادتوں اور مذموم خصلتوں کا ذکر کیا جن میں سب سے مذموم ترین عادت یہ ہیکہ وہ نشہ کی وجہ سے نماز کو چھوڑدیتا تھا،اس وجہ سے اہل مدینہ یزید کی بیعت توڑنے پر متفق ہوگئے او رانہوں نے منبر نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے پاس یزید کی اطاعت نہ کرنے کا اعلان کیا،جب یہ بات یزید کو معلوم ہوئی تواس نے مدینہ طیبہ کی جانب ایک لشکر روانہ کیا جس کا امیر ایک شخص تھا جس کو مسلم بن عقبہ کہا جاتا ہے سلف صالحین نے اس کو مُسرِف بن عقبہ کہا ہے جب وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو لشکر کے لئے تین دن تک اہل مدینہ کے جان و مال سب کچھ مباح قرار دیا چنانچہ اس نے ان تین روز کے دوران سینکڑوں حضرات کو شہید کروایا۔(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 262،چشتی)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (مولود 384ھ متوفی 458ھ) کی دلائل النبوۃ میں روایت ہے:

عن مغيرة قال أنهب مسرف بن عقبة المدينةثلاثة ايام فزعم المغيرة أنه افتض فيها الف عذراء ۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مسرف بن عقبہ نے مدینۂ طیبہ میں تین دن تک لوٹ مار کی اور ایک ہزار مقدس وپاکبازان بیاہی دختران اسلام کی عصمت دری کی گئی۔ العیاذ باللہ۔

جبکہ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے والے کیلئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے مسند احمد، مسند المدنیین میں حدیث مبارک ہے:

عن السائب بن خلاد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من اخاف اهل المدينة ظلماً اخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لايقبل الله منه يوم القيامةصرفاولاعدلا ۔

ترجمہ: سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اہل مدینہ کو ظلم کرتے ہوئے خوف زدہ کیا اللہ تعالی اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالی اس سے قیامت کے دن کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں فرمائے گا-(مسند احمد، مسند المدنیین حدیث نمبر 15962)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس شخص کا کیا انجام ہوگا جو اہل مدینہ کو صرف خوفزدہ وہراساں ہی نہیں کیا بلکہ مدینہ طیبہ میں خونریزی قتل وغارتگری کیا اور ساری فوج کے لئے وحشیانہ اعمال کی اجازت دیدی۔

فن عقیدہ میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی صفحہ 117 میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

وبعضهم اطلق اللعن عليه لما انه كفر حين امر بقتل الحسين واتفقوا على جواز اللعن على من قتله او امر به او اجازه ورضى به .والحق ان رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك واهانة اهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم مما تواتر معناه وان كان تفاصيله احاداً فنحن لانتوقف فى شانه بل فى ايمانه لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه۔

ترجمہ: بعض ائمہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دینے کی وجہ سے مرتکب کفر قرار دیکر یزید پر لعنت کو جائز رکھا ہے، علماء امت اس شخص پر لعنت کرنے کے بالاتفاق قائل ہیں جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کرنے کا حکم دیا یا اسے جائز سمجھا اور اس پر خوش ہوا، حق یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزید کا راضی ہونا اس سے خوش ہونا اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنا ان روایت سے ثابت ہے جو معنوی طور پر متواتر کے درجہ میں ہیں اگرچہ اس کی تفصیلات خبرِ واحد سے ثابت ہیں چنانچہ ہم یزید کے بارے میں توقف نہیں کرسکتے بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گے اس پر اور اس کے اعوان و مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید کافر اور لعنتی:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1225ھ) جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اپنے دور کا بیہقی" ہونے کا لقب دیا، اپنی مشہور رفسیر تفسیرِ مظہری میں لکھتے ہیں: یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہلِ بیت کی دشمنی کا جھنڈا انہوں نے بلند کیا اور حضرت حسین کو انہوں نے ظلماً شہید کر دیا اور یزید نے دینِ محمدی کا ہی انکار کر دیا اور حضرت حسین کو شہید کر چکا تو چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آلِ محمد اور بنی ہاشم سے ان کا کیسا بدلہ لیا۔ یزید نے جو اشعار کہے تھی ان میں آخری شعر یہ تھا: احمد نے جو کچھ (ہمارے بزرگوں کے ساتھ بدر میں) کیا اگر اولاد سے میں نے اس کا انتقام نہ لیا تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔

یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دے دیا تھا۔ شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے کے بعد آخری شعر میں اس نے کہا تھا: اگر شراب دینِ احمد میں حرام ہیں تو (ہونے دو) مسیح بن مریم کے دین (یعنی عیسایت) کے مطابق تم اس کو (حلال سمجھ کر) لے لو۔ یزید اور اس کے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے ایک ہزار مہینے تک رہے، اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ بچا۔ (تفسیر مظہری عربی جلد 5 صفحہ 271 سورہ 14 آیت 29)، (تفسیر مظہری جلد پنجم صفحہ نمبر 327، چشتی)

یزید بد بخت نے امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کروایا اور اسے بدر والے مقتول کفار کا بدلہ قرار دیا، یزید شرابی کو حلال جنات، حرمت کعبۃ اللہ و مدینۃ المنوّرہ پامال کی غرض کونسا جرم ہے جو اس نے نہ کیا۔ (تفسیر مظری جلد پنجم صفحہ 645)

نوٹ: ہمیشہ کی طرح دیوبندیوں نے دارالاشاعت کراچی کے ترجمہ میں ڈنڈی مارہے اور یزید کے اشعار جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں وہ مکمل طور پر نقل نہیں کئے۔

یزید ملعون کے کفریہ اشعار یہ ہیں:

لَعِبَتْ هاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلاَ ------- خَبَرٌ جاءَ وَلاَ وَحْيٌ نَزَلْ

لَيْتَ اَشْياخِي بِبَدْر شَهِدُوا ------- جَزَعَ الْخَزْرَجُ مِنْ

وَقْعَ الاَسَلْ

لاَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحاً ـــــــ وَلَقالُوا يا يَزِيدُ لاَ تَشَلْ

فَجَزَيْناهُ بِبَدْرٍ مَثَلا ـــــــ وَ اَقَمْنا مِثْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

لَسْتُ مِنْ خِنْدِف اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ ـــــــ مِنْ بَنِى اَحْمَدَ

ما كانَ فَعَلْ

ترجمہ اشعار: اے کاش ہمارے وہ آباء و اجداد (کفّار) جو بدر میں مارے گئے، وہ زندہ ہوتے تو وہ دیکھ لیتے کہ آل احمد سے ہم نے کیسے انتقام لیا۔ ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر کے بدر کا بدلہ چکا دیا ہے۔ اگر آل احمد سے بدلہ نہ لیا، تو میں بنی خندف سے نہیں ہوں، بنی ہاشم نے حکومت کے ساتھ کھیل کھیلا ہے ان پر نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے اور نہ کوئی فرشتہ اترا آیا ہے۔

(سیرہ ابن ھشام جلد 3 صفحہ 143)(تاریخ طبری جلد 7 صفحہ 383)(البدایہ والنہایہ ج 8 ص 208)(اخبار الطوال دینوری ص267)(تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 423)(ابن جوزی، المنتظم ،ج 2،ص 199)(ابو الفرج اصبھانی، مقاتل الطالبیین ،ج 1 ،ص 34)(ابن المطھر ،البدء والتاریخ ،ج 1،ص 331،چشتی)(الدولة الأموية للصلابی ،ج 2،ص 256)(البداية والنهاية ،ج 8،ص 192)(تاریخ الطبری ،ج 8،ص 187)(تاریخ الطبری - ،ج 8 ،ص 188)(تفسیر مظھری عربی، ج 5 ص 271 سورہ 14 آیت 29)(تفسیر مظھری جلد پنجم صفحہ نمبر 327)

سورہ نمبر 24 آیت 55 کی تفسیر میں بھی قاضی ثناءاللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت "و من کفر بعد ذلک" میں یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ ہو۔ یزید نے رسول اللہ کے نواسے کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا۔ یہ ساتھی خاندانِ نبوت کے ارکان تھے، عزتِ رسول کی بے عزتی کی اور اس پر فخر کیا اور کہنے لگا آج بدر کے دن کا انتقام ہوگیا، اسی نے مدینۃ الرسول پر لشکر کشی کی اوت حرہ کے واقع میں مدینہ کو غارت کیا اور وہ مسجد میں جس کی بناء تقویٰ پر قائم کی گئی تھی اور جس کے جنت کو باغوں میں سے ایک باغ کہا گیا ہے اس کی بے حرمتی کی، اس نے بیت اللہ پر سنگباری کے لیے منجیقیں نصب کرائیں اور اس نے اول خلیفہ رسول حضرت ابوبکر کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر

کو شہید کرایا اور ایسی ایسی نازیبا حرکتیں کیں کہ آخر اللہ کے دین کا منکر ہو گیا اور اللہ کی حرام کی ہوئی شراب کو حلال کر دیا۔ (تفسیر مظہری جلد 8 صفحہ 268)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ السّیف المسلول میں فرماتے ہیں: یزید پر لعنت کرنا جائز ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن سے ثابت کیا ہے اور جو اللہ کو مانتا ہے وہ یزید سے دوستی نہیں کرے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید پر لعنت ہے، اور یزید کا کفرِ صریح یہ ہے کہ اس نے سرِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی اور کفریہ اشعار پڑھے ایسوں پر اللہ، تمام فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (السیّف المسلول صفحہ نمبر 488 تا 490)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں تحریر کیا: غرض یہ کہ یزید کا فر معتبر روایت سے ثابت ہے۔ پس وہ مستحقِ لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن الحب فی اللہ البغض فی اللہ اس کا متقاضی ہے۔ (المکتوبات صفحہ نمبر 203)۔

یزید ملعون کو جنّتی کہنے والوں کے تابوت میں آخری کیل: کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے یزید پلید کو جنتی ثابت کرنے کا پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے اور اس کے لیے بخاری شریف کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ یوں یزید کو امیر المومنین اور رحمۃ للہ علیہ کہنے کی دلیل بنائی جاتی ہے۔ لہٰذا قارئین کرام کے سامنے اس حدیث سے متعلق گزارشات پیشِ خدمت ہیں۔ سب سے پہلے بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ فرمایئے:

قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر پر حملہ کرے گا اس کی مغفرت فرمادی گئی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجهاد ما قیل فی قتال الروم رقم الحدیث ۲۹۲۴، صحیح بخاری مترجم ۱۰۷/۲ باب نمبر ۱۳۷، کتاب الجهاد

والسیر رقم الحدیث ۱۸۴ طبع لاھور ترجمہ عبدالحکیم خان اختر شاہ جھانپوری)(صحیح بخاری مترجم وحید الزماں ۱۸۸/۲ باب نمبر ۱۳۷ کتاب الجھاد والسیر پارہ نمبر ۱۱ رقم ۱۸۵ طبع لاھور)(البدائیہ والنھایہ ص ۹۶۹ باب نمبر ۷۲ ما قیل فی قتال الروم مکتبہ بیت الافکار، المستدرك حاکم ۵۹۹/۴ رقم الحدیث ۸۶۶۸،چشتی)(سلسلة الحادیث الصحیحہ ۷۶/۱ رقم ۲۶۸، حلیة الاولیا ابو نعیم اصفھانی، مسند الشامین طبرانی)

بخاری شریف کی درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

قال محمود بن الربیع فحدثنھا قوما فیھم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی غزوتہ التی توفی فیھا ویزید بن معاویة علیھم بارض الروم۔

(صحیح بخاری ۱۵۸/۱ کتاب التہجد باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ)

ترجمہ: حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو حدیث بیان کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ارض روم کے غزوات میں انتقال فرما گئے تھے اور یزید بن معاویہ اس غزوہ کا امیر تھا۔

جواباً گزارش ہے کہ ان روایات سے یزید کے جنتی ہونے کا استدلال کرنا کئی وجوہ سے باطل ہے:

1: مغفرت کی بشارت والی حدیث میں قسطنطنیہ کے الفاظ کسی کتاب میں نہیں۔

2: بشارت والی حدیث میں ہے کہ جو پہلا لشکر قیصر روم کے شہر پر حملہ کرے گا، وہ مغفور لھم ہو گا۔

3: یزید بن معاویہ اس لشکر میں شامل تھا جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔

4: یہ لشکر آخری غزوہ کا تھا جو ۵۲ ہجری کو ہوا۔

5: محدثین نے اس کی شرح کرتے ہوئے کیا یزید کو مغفور لھم میں شامل کیا؟

قیصر روم پر پہلا غزوہ اور بشارت مغفور لہم

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں: ۳۲ ہجری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاد روم پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۱۵۹، چشتی)

حافظ ابن کثیر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: خلیج قسطنطنیہ کی جنگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ۳۲ ہجری میں ہوئی اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔ با سی طرح ان کتابوں میں بھی ہے کہ وہ غزوہ ۳۲ ہجری میں ہوا۔

(المنتظم از ابن جوزی 5/19) (تاریخ طبری 4/304) (العبر از امام ذہبی 1/24، چشتی) (تاریخ اسلام امام ذہبی۔ یزید کی اس وقت عمر تقریباً چھ سال تھی۔ (تقریب التہذیب ۲/۳۳۲)

امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فیها كانت وقعة المضيق بالقرب من قسطنطنية واميرها معاوية۔

اس سن میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر "معاویہ" رضی اللہ عنہ تھے۔

(تاریخ اسلام امام ذہبی عہد خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۷)

حضرت امیر معاویہ نے یہ حملہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں کیا۔

اس حدیث میں مدینۃ قیصر سے مراد "حمص" ہے نہ کہ قسطنطنیہ لہذا بشارت مغفرت کے امین حمص پر حملہ کرنے والے مجاہدین ہیں نہ کہ مجاہدین قسطنطنیہ اور حمص پر حملہ ۱۵ ہجری میں ہوا جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ سخت سردیوں کے موسم میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کیا۔ سردیوں کے

اختتام تک محاصرہ جاری رہا۔ بالاخر حضرت ابوعبیدہ رضی للہ عنہ نے حمص فتح کر لیا۔ حضرت بلال حبشی حضرت مقداد رضی للہ عنہم اور دیگر امراء کے ذریعے حضرت عمر رضی للہ عنہ کے پاس فتح کی خوشخبری اور حمس روانہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۵۲، چشتی)

شیخ الاسلام محمد صدر الصدور نے بھی "مدینۃ قیصر" سے مراد "حمص" لیا ہے۔ فرماتے ہیں: بعضے تجویز کنندہ کہ مراد "بمدینۃ قیصر" مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزی کہ فرمود ایں حدیث را آنحضرت و آں حمص است کہ در آن وقت دار مملکت او بود وللہ اعلم۔

ترجمہ: بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ شہر قیصر سے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا جس روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی اور یہ شہر حمص تھا جو اس وقت قیصر کا دارالسلطنت تھا۔ وللہ اعلم۔ (شرح فارسی صحیح بخاری برحاشیہ تیسر القاری ۴/۶۶۹)

عامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: وجوز بعضہم ان المراد بمدینۃ قیصر المدینۃ التی کان بہا یوم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلک المقالۃ وہی حمص وکانت دار مملکتہ اذ ذاک۔

ترجمہ: اور بعض علماء کے نزدیک مدینہ قیصر سے مراد وہ شہر جہاں قیصر اس دن تھا (یعنی جو اس کا دارالسلطنت تھا) جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمان فرمایا: وہ حمص ہے جو اس وقت انکار دارالسلطنت تھا۔ (فتح الباری ۱۲/۶۱)

اس وقت ۱۵ ہجری میں یزید پیدا ابھی نہیں ہوا تھا۔ بعض مورخین محدثین نے یزید بن معاویہ کو اول جیش کا امیر لکھا ہے۔ یہ سہواً ہوا ہے کہ کیونکہ وہ امیر یزید بن فضالہ بن عبید تھے یہاں یزید بن معاویہ کا نام راوی کی غلطی ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں: عمران بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری بھی ہمارے لشکر میں شامل تھے۔ وکنا بالقسطنطنیہ وعلی اہل مصر عقبۃ بن عامر وعلی اہل الشام رجل یزید ابن فضالۃ ابن عبید۔ اور ہم قسطنطنیہ میں تھے۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید امیر تھے

۔(تفسیر ابن کثیر ا/۲۱۷، چشتی)

سنن ابوداؤد کی یہ روایت بھی ملاحظہ ہو:

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وہب نا حیوۃ بن شریح و ابن لهیه عن یزید بن ابی حبیب عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینة یزید القسطنطنیة وعلی الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن ولید ۔

ترجمہ: ابوعمران کا بیان ہے کہ ہم جہاد کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اور سپہ سالار عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے۔

(سنن ابو دائود مع احکام البانی صفحہ ۴۴۱ باب فی قوله عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکۃ کتاب الجهاد رقم ۲۵۱۲ (صحیح)،چشتی)(سنن ابو داؤد مترجم ۲۸۱/۲ طبع لاهور)(مستدرك حاكم ۱۴۰/۲ رقم ۴۸۹ طبع قاهره)(جامع البيان فی تفسير القرآن ۱۱۸،۱۱۹/۲)(احكام القرآن جصاص ۳۲۶/۱)(تفسير ابن ابی حاتم رازی ۳۳۰،۳۳۱/۱)

اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی یہ اشارہ کرتی ہے کہ عبدالرحمن بن خالد بن ولید لشکر کے امیر تھے:

حدثنا سعید بن منصور ثنا عبدالله بن وہب قال اخبرنی عمر بن الحارث عن بکیر بن الاشجع عن ابن الاشج عن ابن تفلی قال غزونا من عبدالرحمن بن خالد بن الولید فاتی باربعة اعلاج من العدود فامرہم فقتلوا صبرا قال ابو دائود قال لنا غیر سعید عن ابن وہب فی ہذا الحدیث قال بالنبل صبرا فبلغ ذالک ابا ایوب الانصاری قال سمعت رسول لله صلی الله علیه و آله وسلم ینهی عن قتل الصبر فوالذی نفسی بیدہ لو کانت دجاجة ماصبرتها فبلغ

ذالک عبدالرحمن ابن خالد بن الولید فاعتق اربع رقاب۔

ترجمہ: بکیر بن اشجع نے ابن تفلی سے روایت کی ہے کہ ہم نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی معیت میں جہاد کیا تو دشمن کے چار قیدی لائے گئے جن کے متعلق آپ نے حکم دیا تو انہیں باندھ کر قتل کیا گیا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ سعید کے علاوہ دوسروں نے ابن وہب کے واسطے سے یہ حدیث ہم سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ باندھ کر تیروں کے ساتھ۔ جب یہ بات ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے ہوئے سنا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مرغی بھی ہو تو اسے نہ باندھوں گا۔ جب یہ بات عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو پہنچی تو انہوں نے چار غلام آزاد کیے۔

(سنن ابو دائود مترجم ۳۴۳/۲)(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۸/۵،چشتی)(مسند احمد ۴۲۳/۵، برقم ۲۳۹۸۷)(صحیح ابن حباب ۴۵۰/۸)(طبرانی ۴۹/۴، رقم ۴۰۰۲)(الطحاوی ۱۸۲/۳)(السنن الکبریٰ بیہقی ۷۱/۹)(سنن دارمی ۱۱۳/۲، رقم ۱۹۷۴)(سنن سعید بن منصور صفحہ ۲٦٧)

بشارت والی حدیث اور محدثین

بشارت والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے محدثین کرام نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے کہ یزید قطعاً اس بشارت کا مصداق نہیں ہے اور مغفرت عموم سے بالکل خارج ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر غیر مقلدین اور دیوبندی مکتبہ فکر کے بعض علماء نے اس حدیث سے یہی باور کرایا ہے کہ یزید جنتی ہے اور اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے ”رشید ابن رشید“ نامی کتاب پر ان دونوں مکاتب فکر کے علماء کی تصدیقات ہیں۔ اسی طرح دیگر کئی کتب جو یزید کو امیر المومنین اور رحمۃ اللہ علیہ ثابت کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ ان میں محدثین کی نامکمل عبارات لکھ کر لوگوں کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ محدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے:

قولہ قد اوجبوا فعلوا وحبت لھم بہ الجنۃ قولہ مدینۃ

قیصر ای ملک الروم قال قسطلانی کان اول من غزا مدینۃ قیصر یزید ابن معاویۃ وجماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمروابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب انصاری وتوفی بھا ابو ایوب اثنتین وخمیسن من الھجرۃ انتھیٰ کذا قالہ فی الخیر الباری و فی الفتح قال المھلب فی ہذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر ومنقبۃ لو لدہ لانہ من غزا مدینۃ قیصر وتعقبہ ابن التین وابن المنیر بما حاصلہ انہ لایلزم من دخولہ فی ذالک المعموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اہل العلم ان قولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مغفور لھم مشروط بان تکونوا من اہل المغفرۃ حتی لو ارند واحد ممن غزا ہا بعد ذالک لم یدخل فی ذالک العموم اتفاقاً فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرۃ فیہ منھم ۔

ترجمہ: قولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قد اوجبوا" ان کے لیے جنت واجب ہے ۔ مدینہ قیصر یعنی ملک روم، قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا۔ اس کے ساتھ سادات صحابہ کی ایک جماعت تھی ۔ مثلا حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی للہ عنہم ۔ اور آپ کا انتقال بھی ۵۲ ہجری میں وہیں پر ہوا۔ خیر الباری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی للہ عنہ کی منقبت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے بحری لڑائی کی اور آپ کے بیٹے

(یزید) کی منقبت ہے کہ اس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی ابن تین اور ابن منیر نے مہلب کا تعاقب کیا اور انہوں نے کہا کہ اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص سے اس بشارت سے خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہلِ علم کا اس میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اہلیت مغفرت کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ اگر ان (مجاہدین) میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس (بشارت) کے عموم سے ہرگز داخل نہیں ہو گا۔ پس ثابت ہوا کہ مغفور لہم کی بشارت انہی کے لیے ہے جن میں شرط مغفرت پائی جائے گی۔ (بخاری شریف کی حدیث کا حاشیہ جلد اول صفحہ ۴۰)

علامہ قسطلانی نے بھی یہی کچھ لکھا اور مزید فرمایا کہ (یزید) بنو امیہ کی حمیت کی وجہ سے اس غزوہ پر گیا تھا۔

(ارشاد الساری شرح بخاری ۱۲۵/۵، چشتی)

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی تقریباً یہی بات لکھی ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری ۶۱/۱۲)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وکان فی ذالک الجیش ابن عباس وابن عمرو ابن زبیر وابو ایوب الانصاری قلت الاظہروا ان ہؤلاء السادات من الصحابة کانوا مع سفیان ہذا فلم یکونوا مع یزید لانہ لم یکن اہلاً ان یکون ہولاء السادات فی خدمته قال المهلب فی ہذا الحدیث منقبة لمعاویة کان اول من غزا البحر ومنقبة لولدہ یزید لانہ اول من غزا مدینة قیصر قلت ای منقبة لیزید وحاله مشهور فان قلت قال صلی الله

علیه و آله وسلم فی حق ہذا الجیش مغفور لهم قلت قیل
لا یلزم من دخوله فی ذالک العموم ان لا یخرج بدلیل
خاص اذالا یختلف اہل العلم ان قوله صلی الله علیه و آله
وسلم مغفور لهم مشروط بأن یکوانو من اہل المغفرة
حتی لو ارتد واحد ممن غزاہا بعد ذالک لم یدخل فی
ذالک العموم فدل علی اناَ المراد مغفور لمن وجد شرط
المغفرة منهم ۔

ترجمہ: اور اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھے ۔ نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ یزید ہرگز اس قابل نہ تھا کہ سادات صحابہ اس کی سرکردگی میں ہوں ۔ مہلب نے کہا اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے ۔ اگر تم کہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کے لیے ''مغفور لہم'' فرمایا تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے، کیونکہ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد مغفور لہم مشروط ہے کہ وہ آدمی مغفرت کا اہل ہو۔ حتیٰ کہ اگر غازیوں میں کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں رہتا ۔ پس ثابت ہوا کہ مغفرت اسی کے لیے ہے جو مغفرت کا اہل ہو گا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ۱۲/۱۰ مطبوعہ مصر، چشتی)

یزید بن معاویہ جس لشکر میں شامل تھا وہ ۵۲ ہجری میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ جبکہ پہلا حملہ اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اوپر تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے ۔ یزید والا لشکر ۵۲ ہجری میں حملہ آور ہوا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۲ ہجری میں ہوا۔

علامہ ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں: وذالک سنۃ ۵۲ھ اثنتین و خمسین و معہم ابوایوب فمات ہناک۔ اسی سال ۵۲ ہجری میں ان کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ کا انتقال بھی وہیں ہوا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۵۹/۸)

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وکان ابوایوب سنۃ ۵۲ ہجری۔
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۲ ہجری میں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲۹/۱)

علامہ ابن اثیر نے ۵۲ ہجری کے حوادث میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ (ابن اثیر ۴۹۲/۳)

یزید کے حامی محمود احمد عباسی ناصبی خارجی نے بھی طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھا:

وتوفی ابو ایوب انصاری عام غزا یزید ابن معاویۃ القسطنطنیۃ خلافۃ ابیہ سنۃ ۵۲ھ ۔ (خلافت معاویہ ویزید صفحہ ۷۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وکانت غزوۃ یزید المذکورۃ فی سنۃ اثنتین فی خمیس من الھجرۃ وفی تلک الغزوۃ مات ابو ایوب الاناصری فاوحی ان یدفن عند باب القسطنطنیۃ ۔

ترجمہ: اور یزید کا مذکورہ غزوہ ۵۲ھ میں ہوا۔ اسی غزوہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے قسطنطنیہ کے دروازے کے پاس دفن کیا جائے۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ یزید کے لشکر میں شامل تھے اور وہ لشکر ۵۲ ھجری میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا اور اسی حملہ میں صحابی رسول حضرت ابو

ایوب انصاری رضی للہ عنہ کی وفات ہوئی اور یہ قسطنطنیہ پر آخری حملہ تھا۔ جبکہ مغفرت کی بشارت والی حدیث میں صراحت ہے کہ "پہلا لشکر جو ہو گا اس کی مغفرت ہوگی" دوسری طرف دیکھیے کہ یزید اس غزوہ میں شوق یا جوش جہاد سے نہیں گیا بلکہ مجاہدین کو پہنچنے والی تکالیف پر خوشی کا اظہار کرنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے اسے جبراً بھیجا تھا۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: ۵۰ ہجری میں حصرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے ایک بہت بڑا لشکر حضرت سفیان بن عوف کی قیادت میں بلادِ روم پر حملے کے لیے بھیجا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس میں شریک ہونے کو کہا لیکن اس نے بڑی گرانی محسوس کی تو اسے آپ نے چھوڑ دیا۔ پھر لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس لشکر کے مجاہدین سخت بھوک اور بیماری کا شکار ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کو اطلاع ملی کہ یزید نے اس لشکر کا حال سن کر یہ اشعار پڑھے:

مان ابا لی بمالاقت جمود عھم بالفد قد البید من الحمیٰ
ومن شوم اذا انطات علی الانماط مرتفقا بدید مران
عندی ام کلثوم وہی امراته بنت عبدالله ابن عامر
فخلف لیخلفن بھم فسار فی جمع کثیر

ترجمہ: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ بخار اور بدقسمتی کی وجہ سے اس کھلے صحرا میں ان لشکروں پر کیا بیتی۔ جبکہ میں نے دیر مران میں بلند ہو کر قالینوں پر تکیہ لگا لیا۔ اور میرے پہلو میں ام کلثوم موجود ہے۔ یہ عبداللہ بن عامر کی بیٹی (اور یزید کی بیوی تھی) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ یزید کو اس لشکر کے ساتھ بھیجیں گے چنانچہ جماعت کثیرہ کے ساتھ وہاں چلا گیا۔

(تاریخ ابن خلدون ۳/۲۰،۱۹)

علامہ ابن اثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (ابن اثیر ۳/۴۵۸)

اگر بالفرض یزید کو بشارت والی حدیث کا مصداق مان لیا جائے تو اس حدیث کا مفاد صرف یہ ہے

کہ یزید کے اس وقت تک جتنے گناہ تھے، وہ بخش دیے گئے۔ بعد میں یزید کے افعالِ قبیحہ نے اسے اس بشارت سے محروم کر دیا کیونکہ جہاد ایک عمل خیر ہے جس سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن بعد والے معاف نہیں ہوتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پاک ''مغفور لہم'' سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ اس دوسرے لشکر میں شریک تھا بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ گواہی دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کئے وہ بخش دیے گئے، کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کی شان یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کرتا ہے۔ بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اسی کے ساتھ یہ فرما دیا ہوتا کہ قیامت تک کے لیے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی۔ اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں، بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ للہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے، جیسے امام حسین رضی للہ عنہ کو شہید کروانا، مدینہ طیبہ کو تاخت و تاراج کرانا، شراب نوشی پر اصرار کرنا، ان سب گناہوں کا معاملہ للہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ چاہے تو معاف کرے، چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گناہ گاروں کے حق میں یہ ہی طریقہ رائج ہے۔ (شرح تراجم ابواب البخاری ص ۳۲،۳۱، چشتی)

یہی مفہوم علامہ قسطلانی نے ''ارشاد الساری ۱۲۵/۵، اور علامہ بدرالدین عینی نے ''عمدۃ القاری ۱۰/۱۲'' میں فرمائی ہے۔

غیر مقلدین کے محدث حافظ زبیر علی زئی نے ماہنامہ ''الحدیث'' شمارہ ۶ ص ۴ اور عبدللہ دامانوی نے ماہنامہ ''محدث'' جنوری ۲۰۱۰ء صفحہ ۴۸ میں اور مولانا ارشاد الحق نے بھی ماہنامہ ''محدث'' اگست ۱۹۹۹ء میں یہی موقف اپنایا ہے کہ یزید اس حدیث کا مصداق نہیں اور نہ اس حدیث سے اس کی نجات

ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غفور الرحیم ہے ۔ وہ مالک یوم الدین ہے ۔ وہ اگر یزید کو بخشنا چاہے تو اس کی مرضی ، لیکن قواعدِ شرعیہ کی رو سے عترتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قاتل ، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تاخت و تاراج کرنے والے اور حرمِ کعبہ پر سنگ بازی کے مجرم یزید کو جنتی کہنا بہت بڑی جہالت ، سخت لادینیت ہے ۔

محترم قارئینِ کرام : موجودہ دور نفسانفسی اور فتنوں کا دور ہے ۔ روز بروز ایک نیا فتنہ اسلام کا نام لے کر کھڑا ہوتا نظر آرہا ہے ۔ موجودہ دور میں ماڈرن لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ ان ماڈرن لوگوں میں یہ بیماری ہے کہ وہ ماڈرن مذہبی اسکالرز کی بات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آج میڈیا پر خشخشی داڑھی والے غامدی ' کوٹ پینٹ ٹائی والے ذاکر نائیک اور ہاتھوں میں بینڈ باجے لئے بابر چوہدری اور نجم شیراز جیسے لوگ جو نہ سند یافتہ عالم ہیں اور نہ ہی شکل اور حلیے سے مذہبی معلوم ہوتے ہیں ۔ بھولے بھالے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں ۔ وہ روزانہ میڈیا پر ایک نیا شوشہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو کوئی فسادی اور فرقہ پرست نہیں کہتا ۔

آج کل انہی جیسے لوگوں نے یہ بات مشہور کر دی ہے کہ یزید بے قصور آدمی تھا ۔ یزید کے لئے تو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ قتل حسین پر راضی نہ تھا ۔ ان کے اس میٹھے زہر کا مقابلہ ہم آج اس مضمون میں کریں گے اور احادیث ' جید تابعین اور علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے جس یزید کو ناصبی اپنی آنکھ کا تارا تصور کرتے ہیں وہ دین اسلام کی اصل شکل کو مسخ کرنے کے ارادے سے حکمرانی کر رہا تھا ۔

یزید کا مختصر تعارف

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یزید بیٹا معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہے ' کنیت اس کی ابو خالد ہے ۔ یزید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا

ہوا (تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد 11 صفحہ 360)

یزید احادیث کی روشنی میں

حضرت ابوعبیدہ رضی للہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہو گا جس کو یزید کہا جائے گا۔

(مسند ابویعلیٰ حدیث نمبر 872 ص 199، چشتی)(مجمع الزوائد جلد 5 ص 241)(تاریخ الخلفاء ص 159، الصواعق المحرقہ ص 221)

محدث امام رؤیانی نے اپنی مسند میں حضرت ابودرداء رضی للہ عنہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلا وہ شخص جو میرے طریقے کو بدلے گا وہ بنی امیہ میں سے ہو گا جس کو یزید کہا جائے گا۔

(جامع الصغیر جلد اول صفحہ 115)(تاریخ الخلفاء صفحہ 160 چشتی)(ماثبت من السنہ صفحہ 12)

حضرت ابوہریرہ رضی للہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سن ساٹھ کے آغاز سے تم لوگ للہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اس وقت دنیا (حکومت) احمق اور بدعادت کے لیے ہو گی۔

(خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ 139)

علامہ قاضی ثناء للہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: چھوکروں اور احمقوں کی حکومت سے مراد یزید کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔

(تفسیر مظہری جلد اول صفحہ 139)

یزید جید تابعین کی نظر میں

حضرت عبدللہ بن حنظلہ رضی للہ عنہ فرماتے ہیں کہ: خدا تعالیٰ کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب

پیتا اور نمازیں چھوڑ دیتا تھا۔
(تاریخ الخلفاء صفحہ 207)(الصواعق المحرقہ صفحہ 134)(طبقات ابن سعد جلد 5 صفحہ 66، چشتی)

حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے کہا "بے شک یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم انعام دیا مگر اس کا یہ سلوک مجھے اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا کہ میں تمہیں اس کا حال نہ سناؤں۔ خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اسے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔
(ابن اثیر جلد چہارم صفحہ 42، چشتی)(وفاء الوفاء جلد اول صفحہ 189)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! بلاشبہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا جو قائم اللیل اور صائم النہار تھے جو ان سے ان امور کے زیادہ حقدار تھے اور اپنے دین و فضیلت و بزرگی میں ان سے بہتر تھے۔ خدا کی قسم! وہ قرآن مجید کے بدلے گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کی مجلسوں میں ذکر الٰہی کے بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ یہ باتیں انہوں نے یزید کے متعلق کہی تھیں۔ پس عنقریب یہ لوگ جہنم کی وادی غیّ میں جائیں گے۔
(ابن اثیر جلد چہارم صفحہ 40، چشتی)

نوفل بن ابو انضرت نے فرمایا: میں پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ پس ایک شخص نے آکر یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کو یوں کہا۔ امیر المومنین یزید بن معاویہ" یہ سننا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے۔ آپ نے فرمایا تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے۔ پھر آپ کے حکم پر اس کو بیس کوڑے مارے گئے۔
(الکامل جلد سوم صفحہ 277، چشتی)(تہذیب التہذیب جلد 11 صفحہ 361' تاریخ الخلفاء صفحہ 160)(ماثبت من السنہ صفحہ 13)

یزید علمائے اسلام اور محدثین کی نظر میں

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ متوفی 241ھ نے اپنے فرزند کو فرمایا: کیوں لعنت نہ کی جائے اس یزید پر جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔ آپ کے بیٹے نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہاں یزید پر لعنت کی ہے؟ آپ نے فرمایا سورہ محمد کی ان آیات میں: ترجمہ: تو کیا

تمہارے لچھن (کردار) نظر آتے ہیں اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلائو اور ایسے رشتے دار کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں
(سورہ محمد آیت 23-22)

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر امام سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ فرماتے ہیں: یعنی سورہ محمد کی ان آیات سے استدلال کیا گیا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے اور میں یزید جیسے فاسق' فاجر پر لعنت شخص کی طرف جاتا ہوں کیونکہ یزید کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور یزید کے ساتھ ابن زیاد' ابن سعد اور یزید کی ساری جماعت شریک ہے۔ پس اللہ کی لعنت ہو' ان سب پر اور ان کے مددگاروں پر اور ان کے حامیوں پر اور ان کے حامیوں پر اور ان کے گروہ پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو' ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔
(تفسیر روح المعانی جلد 26 صفحہ 72، چشتی)

علامہ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی 774ھ نے لکھا ہے۔ یعنی یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ جب تو کوفہ پہنچ جائے تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کے قتل کر دینا۔
(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 152)

ابن زیاد نے (یزید کے حکم کے مطابق) حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا' ابن زیاد نے حضرت ہانی کو سوق الغنم میں شہید کرایا۔
(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 157)

یزید نے ان بزرگوں کو قتل کر دینے پر ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا
(شہید کربلا از مفتی شفیع دیوبندی)

گیارہویں صدی کے مجدد محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی 1052ھ فرماتے ہیں: ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین دراصل گناہ کبیرہ ہے کیونکہ ناحق مومن کا قتل کرنا گناہ کبیرہ میں آتا ہے' کفر میں نہیں آتا مگر لعنت تو کافروں کے لئے مخصوص ہے ایسی رائے کا اظہار کرنے والوں پر

افسوس ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد سے بغض وعداوت اور انہیں تکلیف دینا توہین کرنا باعث ایذا وعداوت نبی ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ حضرات' یزید کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عداوت رسول کفر اور لعنت کا سبب نہیں ہے؟ اور یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کے لیے کافی نہیں؟۔ (تکمیل الایمان صفحہ نمبر 178، چشتی)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن زیاد اور یزید پر امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ دل اس ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 80)

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ متوفی 1043ھ فرماتے ہیں: یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کراسخن کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند، یعنی یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس نے کئے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا۔
(مکتوبات امام ربانی جلد اول صفحہ 54، چشتی)

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی 1239ھ فرماتے ہیں: پس انکار کیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے کیونکہ وہ فاسق' شرابی اور ظالم تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ شریف تشریف لے گئے۔ (سر الشہادتین صفحہ 12)

امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری متوفی 542ھ فرماتے ہیں: یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں امام علامہ قوام الدین الصنعاری علیہ الرحمہ اپنے والد سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے اور فرماتے ہیں یزید پلید پر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
(خلاصتہ الفتاویٰ جلد چہارم صفحہ 390)

حضرت عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ متوفی 898ھ فرماتے ہیں: یعنی یزید پر سو لعنتیں ہوں اور بھی۔
(تذکرہ مولانا عبدالرحمن جامی صفحہ 66)

چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔ (الملفوظ حصہ اول صفحہ 114)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہلسنت کے تین اقوال ہیں۔ امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی علیہ الرحمہ وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو' بالاخر بخشش ضرور ہوگی اور ہمارے امام' امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سکوت (خاموشی) فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر (رحمۃ اللہ علیہ) بھی نہ کہیں لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ (احکام شریعت صفحہ 88)

محترم قارئینِ کرام: فقیر ڈاکٹر فیض احمد چشتی ادنیٰ خادمِ اہلبیتِ اطہار رضی اللہ عنہم نے آپ کے سامنے احادیث مبارکہ' اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علمائے اسلام علیم الرحمہ کے اقوال کی روشنی میں یزید پلید کی شدید مذمت بیان کی۔ اب فیصلہ ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان خود کرے' ہم اکابر محدثین کی بات مانیں یا موجودہ دور کے نام نہاد مذہبی اسکالر اور وہ بھی کوٹ پتلون اور ٹائی میں ملبوس فیشن ایبل لوگوں کی؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم تو اکابرین اور محدثین علیہم الرحمہ کی بات مانیں گے۔

یہ بات فقیر نے اس لیے کہی کہ 2008ء کے اوائل میں ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اپنے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ ''کربلا کی جنگ سیاسی جنگ تھی'' اس کے بعد یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہا (اس کی ویڈیو یٹیوب پر موجود ہے)۔ ذاکر نائیک کے ان الفاظ پر پوری دنیا کے علماء کرام اور مفتیان کرام نے ذاکر نائیک کو گمراہ اور بے دین قرار دیا۔ پہلے تو ذاکر نائیک نے اس فتوے کو کوئی اہمیت نہ دی مگر جب پوری دنیا سے اس کے جواب کی مذمت کی گئی تو فوراً اس نے یہ کہا کہ جو فتویٰ مجھ پر لگاتے ہو' وہی فتویٰ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ پر بھی لگاؤ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ذاکر نائیک نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کا فتویٰ یزید کے متعلق صحیح پڑھا اور سمجھا ہی نہیں ہے لہٰذا امام غزالی علیہ الرحمہ کا یزید کے متعلق فتویٰ ملاحظہ ہو:

حجتہ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ کا فتویٰ

اگر کوئی پوچھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہنا جائز ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل اگر توبہ کرکے مرا ہے تو اس پر خدا کی لعنت نہ ہو کیونکہ یہ ایک احتمال ہے کہ شاید اس نے توبہ کرلی ہو۔

(احیاء العلوم جلد 3 صفحہ 122 مطبوعہ مصر)

امام غزالی علیہ الرحمہ کے فتوے سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

1۔ پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ناحق تھا (لہٰذا ثابت ہوا کہ ناحق قتل کرنے والے یزید اور یزیدی ظالم اور قاتل تھے ورنہ قاتل پر خدا کی لعنت جائز نہ ہوتی۔

2۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ توبہ کی قید لگانا امام غزالی علیہ الرحمہ کے کمال تقویٰ کی دلیل ہے۔

3۔ تیسری بات یہ ہے کہ آپ نے پورے فتوے میں ذاکر نائیک کی طرح معرکہ کربلا کو سیاسی جنگ قرار نہیں دیا۔

4۔ چوتھی بات یہ ہے کہ آپ نے پورے فتوے میں ذاکر نائیک کی طرح یزید کو "رحمۃ اللہ علیہ" نہیں کہا

5۔ پانچویں بات یہ ہے کہ یزید اور قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کی توبہ کہیں سے بھی ثابت نہیں لہٰذا امام غزالی کے فتوے کے مطابق امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

یزید کو نادم اور بے قصور کہنے والوں سے فقیر چشتی کے کچھ سوالا اب تک ہیں جواب کے منتظر؟

سوال: یزید اگر ظالم نہ تھا تو اس نے صحابیِ رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کرکے ابن زیاد کو کوفے کا گورنر کیوں بنایا؟

سوال: اگر اس کے کہنے پر سب کچھ نہیں ہوا تو اس نے معرکہ کربلا کے بعد ابن زیاد، ابن سعد اور شمر کو سزائے موت کیوں نہیں دی؟

سوال: معرکہ کربلا کے بعد اہلبیت کی خواتین کو قیدیوں کی طرح کیوں رکھا گیا؟

سوال: حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنی فتح کا خطبہ کیوں پڑھا؟

سوال: جب اس کے دربار میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور لایا گیا تو اس پر اس نے چھڑی کیوں ماری ؟

سوال: اگر یزید بے قصور تھا تو اس نے گھرانہ اہلبیت سے معافی کیوں نہیں مانگی؟

سوال: معرکہ کربلا کے بعد مسجدِ نبوی کی بے حرمتی کیوں کی گئی؟ اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا کہ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے۔

سوال: بیت اللہ پر یزید نے سنگ باری کیوں کروائی؟ امام سیوطی علیہ الرحمہ کے مطابق بیت اللہ میں آگ لگی اور غلافِ کعبہ جل گیا۔ (تاریخ الخلفا)

کیا یزید کے لیے جنت کی بشارت دی گئی تھی؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاتح قسطنطنیہ کو جنت کی بشارت دی تھی اور یزید بھی اس لشکر میں شامل تھا لہذا وہ جنتی ہوا۔

حدیث قسطنطنیہ ملاحظہ ہو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا وہ لشکر بخش دیا جائے گا جو قیصر کے شہر پر سب سے پہلے حملہ کرے گا۔

(صحیح بخاری، جلد اول کتاب الجہاد باب ما قیل فی قاتل الروم ص 410)

تفصیلی جواب ہم عرض کر چکے ہیں مزید پڑھیں قیصر کے شہر سے مراد کون سا شہر ہے؟

قیصر کے شہر سے مراد وہ شہر ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے وقت قیصر کا دارالمملکت تھا اور وہ حمص تھا۔ (فتح الباری جلد ششم صفحہ 128)

قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر میں کیا یزید شامل تھا؟

البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 31 پر ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ 43 ھجری میں حضرت بسر بن ارطاہ رضی للہ عنہ کی قیادت میں ہوا تھا۔(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 31)

قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ 46 ھجری میں کیا گیا تھا۔ علامہ ابن اثیر متوفی 630 ھجری لکھتے ہیں: یعنی 49 ھجری اور کہا گیا 50 ھجری میں حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے ایک بڑا ابلادِ روم کی جانب جنگ کے لیے بھیجا۔ اس کا سپہ سالار سفیان بن عوف رضی للہ عنہ کو بنایا۔ اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جائے تو وہ بیمار بن گیا اور عذر کر دیا۔ اس پر اس کے باپ رہ گئے۔ لوگوں کو بھوک اور سخت بیماری لاحق ہوگئی۔ یہ سن کر یزید نے یہ اشعار پڑھے:

مقام فرقدونہ میں لشکر پر کیا بلا ترمہ اشعار: نازل ہوئی' بخار آیا کہ سرسام میں مبتلا ہوئے۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں جبکہ میں اونچی قالین پر دیر سران میں بیٹھا ہوں اور ام کلثوم میرے بغل میں ہے۔

ام کلثوم یزید کی بیوی تھی۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے یہ اشعار سنے تو یزید کو قسم دی کہ ارض روم جاکر سفیان کے ساتھ ہو جا تاکہ تو بھی ان مصائب سے دوچار ہو' جن سے غازیان اسلام ہوئے۔ اب مجبور ہو کر یزید گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک بڑی جماعت کر دی۔(الکامل فی التاریخ جلد سوم صفحہ نمبر 131، چشتی)

نتیجہ: اب یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یزید پہلے جیش میں نہیں بلکہ اس کے بعد والے جیش میں بطور ایک معمولی سپاہی اور بادلِ ناخواستہ شریک ہوا۔

اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ یزید اول جیش میں بھی شریک تھا تو اس حدیث کی وجہ سے کیا وہ جنتی ہے؟ اُصولِ فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ "مامن عام الاخص منہ البعض" یعنی عموم ایسا نہیں جس میں سے بعض افراد مخصوص نہ ہوں۔ معلوم ہوا کہ ہر عموم سے بعض افراد مخصوص ضرور ہوتے ہیں۔ اس اُصول کی بناء پر حفاظ حدیث قسطنطنیہ والی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں: یزید کا اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص سے اس عموم سے خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل علم میں

سے کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مغفور لہم مشروط ہے مطلق نہیں۔ وہ یہ کہ مغفور لہم وہ ہے جو بخشش کے اہل ہوں۔ اگر کوئی فرد لشکر کا مرتد (بے ایمان) ہوجائے وہ اس بشارت مغفرت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس بات پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے۔ پس یہ اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ لشکرِ قسطنطنیہ کا وہ شخص مغفرت یافتہ ہے جس میں مغفرت کی شرائط مرتے وقت تک پائی جائیں۔ (فتح الباری جلد 11 صفحہ 92 مطبوعہ نولکشور ہندوستان، چشتی)

محدثین اور حفاظ کے فیصلے کی مزید توفیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ: انسان زبان سے ''لاالہ الا اللہ'' کہہ دے وہ جنتی ہے۔ مرزا قادیانی کے ماننے والے بھی کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں وہ کافر کیوں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام فرقے ''لاالہ الا اللہ'' کہنے والے ہوں گے لیکن پھر بہتر (72) جہنمی کیوں؟ بات دراصل یہ ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھے اور مرتے دم تک مرتد (بے ایمان) نہ ہو، وہ جنتی ہے۔ فقیر چشتی نے آپ کے سامنے تابعین اور علمائے امت علیہم الرحمہ کے یزید کے متعلق تاثرات پیش کر دیے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی زبردستی یزید کو رحمۃ للہ علیہ، امیر المومنین اور جنتی کہے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ دعا کرے کہ:

یااللہ میرا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ فرما؟

یزید لعین کے متعلق اس کے سگے بیٹے کی رائے:

یزید کے بیٹے نے چند دن حکومت میں رہ کر حکومت سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے کہا کہ میرے باپ یزید نے حکومت سنبھالی حالانکہ وہ اس قابل نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس نے جنگ کی اور اس کی عمر کم ہوگئی، اور وہ اپنے گناہوں کو لے کر قبر میں جا

پھنسا، پھر یزید کا بیٹا رو پڑا، کہا ہمارے لیے بڑا صدمہ یزید کے بُرے انجام کا ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا، کعبہ کو تباہ کیا۔ (صواعق المحرقہ صفحہ 224)

نوٹ اب کیا کہتے ہیں یزید کے حواری اور اس کی ناجائز روحانی اولادیں جواب دلیل سے دیں؟۔

واقعہ کربلا حقائق و واقعات کی روشنی میں: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوہرِ شہادت کا ظہورِ تام تھی اس لیے اسے شہرت بھی اسی مقام کی نسبت سے حاصل ہوئی۔ کائنات میں کسی بھی شخص کی شہادت کا چرچا اس کی شہادت سے پہلے نہیں ہوا جس طرح کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو حاصل ہوا۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد قائم ہونے والے دور حکومت کے بارے میں فرمایا:

اَلْخَلَافَةُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مَلکٌ بَعْدَ ذٰلِکَ۔

(بیہقی السنن الکبریٰ جلد 5 صفحہ 47 رقم الحدیث 1855)

ترجمہ: میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔

چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق خلافت تیس برس رہی۔ یہ زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ عہد خلافتِ راشدہ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعلان خلافت کے ساتھ ہی ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آزاد حکومت قائم کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہ کیا۔ اس پر امت مسلمہ متفق رہی ہے کہ خلافت بہر طور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔ آپ ہی خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جداگانہ اعلان حکومت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی کشمکش کا آغاز ہو گیا جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے چھوٹے بڑے معرکے ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش گوئی کے مطابق سن 60ہجری میں قبیلہ قریش کی شاخ بنو امیہ کا اوباش نوجوان یزید تخت نشین ہوااور 61ہجری کے ابتدائی دس دنوں میں سانحہ کربلا پیش آیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ اس کے لیے سب سے اہم اور بڑا مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا تھاکیونکہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی قبول نہ کی تھی اس سلسلے میں یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر بھیجی اور ساتھ ہی یہ حکم نامہ بھیجا کہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے میرے حق میں بیعت لو اور جب تک وہ میری بیعت نہ کریں انہیں ہرگز مت چھوڑو۔ (تاریخ، الطبری 113)

ولید بن عقبہ رحمدل اور خاندان نبوت کی تعظیم وتوقیر کرنے والا شخص تھا۔ اس نے اس حکم کی تعمیل پر گھبراہٹ محسوس کی اور اپنے نائب مروان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ مروان سنگدل اور سخت انسان تھا۔ اس نے کہا میرے خیال میں تم ان حضرات کو اسی وقت بلا بھیجو اور انہیں بیعت کرنے کے لیے کہو اگر وہ بیعت کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ انکار کی صورت میں تینوں کا سر قلم کردو۔
(ابن اثیر، 4-15، البدایہ والنھایہ، 8:1417، چشتی)

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی حفاظت کا سامان کرکے ولید کے پاس پہنچے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی اور پھر یزید کی بیعت کیلئے کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تعزیت کے بعد فرمایا: ''میرے جیسا بندہ اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کرسکتا، اور نہ ہی میرے لیے اس طرح چھپ کر بیعت کرنا مناسب ہے اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی بیعت کی دعوت دیں تو یہ الگ بات ہے''۔ ولید جو کہ ناپسند آدمی تھا اس نے کہا اچھا! آپ تشریف لے جائیں، اس پر مروان نے ولید سے کہا اگر اس وقت تم نے ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو

تم کبھی بھی ان پر قابو نہ پاسکو گے تاوقتیکہ بہت سے لوگ قتل ہوجائیں ان کو قید کرلو، اگر یہ بیعت کرلیں توٹھیک ہے ورنہ ان کا سر قلم کردو۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "ابن الزرقا! تومجھے قتل کرے گا؟ خدا کی قسم توجھوٹا اور کمینہ ہے"۔ یہ کہہ کر آپ گھر تشریف لے آئے۔(ابن اثیر،4:15-16)

بعد ازاں اہلِ کوفہ نے باہم مشاورت سے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ اہل کوفہ کے خطوط اور وفود کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوحالات سے آگاہی کے لئے کوفہ بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی بے پناہ عقیدت و محبت کو دیکھتے ہوئے امام عالی مقام کو لکھ بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئیں، یہاں ہزاروں افراد آپ کی طرف سے میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔

چنانچہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا عزم صمیم کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے 8ذی الحجہ کو کوفہ کیلئے روانہ ہوئے۔ راستے میں صفاح کے مقام پر عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ وہ کوفہ سے آرہا تھا۔ فرزدق نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا اور دعا دیتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے اور آپ کو وہ چیز عطا فرمائے جس کے آپ طلبگار ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا:

"لوگوں کے دل توآپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔"

فرزدق سے ملاقات کے بعد قافلہ حسینی رضی اللہ عنہ کوفے کے حالات سے بے خبر کوفہ کی جانب رواں دواں تھا۔ راستے میں ہر چراہ گاہ سے جس پر قافلے کا گزر ہوتا کچھ لوگ ہمراہ ہوجاتے۔ جب قافلہ حسینیہ رضی اللہ عنہ "ثعلبیہ" کے مقام پر پہنچا توحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ کی شہادت کی خبر ملی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سفر جاری

رکھا اور جب آپ رضی اللہ عنہ "کوہ ذی حسّم" کے مقام پر پہنچے تو حُر بن یزید جو کہ حکومت یزید کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا ایک ہزار مسلح سواروں کے ساتھ پہنچ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا اور ابن زیاد کا حکم دیا کہ آپ کو لے کر اس کے پاس پہنچوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں اور اہل و عیال کے ہمراہ 2 محرم الحرام 61 ہجری بروز جمعرات اپنے ساتھیوں اور اہل و عیال سمیت خیمہ زن ہو گئے۔ حر نے آپ کے مقابل خیمے نصب کر لئے۔ حر کے دل میں اگرچہ اہل بیت نبوت کی عظمت تھی یہاں تک کہ اس نے اپنی نمازیں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی ادا کیں تھیں مگر وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا۔

جس مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں اور اہل و عیال کے ہمراہ خیمہ زن ہوئے اس دشت و بیابان کی اداس و مغموم فضا کو دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس مقام کا نام کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس جگہ کو "کربلا" کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس یہیں خیمے لگا لو، یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے۔

سرزمین کربلا پہنچتے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فرامین یاد آرہے تھے جو انہوں نے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے تھے کہ میرا بیٹا، میرا حسین سرزمین طف (کربلا) میں شہید کر دیا جائے گا۔ اس لئے جب آپ کو علم ہوا کہ یہی سرزمین کربلا ہے تو آپ نے حتمی فیصلہ دیتے ہوئے اسی مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس طرح قافلہ حسینی رضی اللہ عنہ غریب الوطنی کے عالم میں کربلا کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ دوسری طرف یزیدی حکومت ان نفوس قدسیہ پر قیامت برپا کرنے کی بھرپور تیاریوں میں مصروف تھی چنانچہ 3 محرم الحرام کو عمر بن سعد چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے کوفہ سے کربلا پہنچا۔

عمر بن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اہل کوفہ نے مجھے لکھا تھا کہ ان کے پاس آؤں۔ اب اگر وہ مجھ سے

بیزار ہیں تو میں واپس مکہ چلا جاتا ہوں"۔ جب ابن سعد کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا کہ میری یہ تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح مجھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ سے بچالے چنانچہ اس نے ابن زیاد کو یہ بات لکھ بھیجی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی ان سے بیزاری پر واپس مکہ جانا چاہتے ہیں لیکن ابن زیاد نے جواب دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو اور حسین رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ خود اور ان کے ساتھی یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں۔ جب وہ بیعت کر لیں گے تو ہم سوچیں گے کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ اس پر عمر بن حجاج کی قیادت میں ابن سعد کے آدمیوں نے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے پر پانی بند کر دیا۔

9 محرم الحرام 61ھ کو ابن سعد کا دستہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیموں کی طرف آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے ان سے آنے کا ارادہ معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ امیر ابن زیاد کا حکم ہے کہ تم اس کی اطاعت قبول کر لو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا: "ان لوگوں سے کہو کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دیں تاکہ اس آخری رات ہم اچھی طرح نماز پڑھ لیں، دعا مانگ لیں اور توبہ استغفار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت اور دعا و استغفار سے بڑا قلبی تعلق ہے۔ (البدایہ والنہایہ، 175/8)

ابن سعد کے دستہ نے یہ بات مان لی اور قافلہ حسینی رضی اللہ عنہ نے رات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مناجات میں بسر کی۔

رفقاء سے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب

ابن سعد کے دستے واپس لوٹنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو جمع کیا۔ للہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے نہایت فصیح و بلیغ خطاب فرمایا کہ: میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ

وفادار اور بہتر نہیں سمجھتا اور نہ کسی کے اہل بیت کو اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا کرے گا۔ اگر تم میں سے کوئی جانا چاہتا ہے تو رات کی تاریکی میں چلا جائے۔ بے شک یہ لوگ میرے ہی قتل کے طالب ہیں جب مجھے قتل کریں گے تو پھر کسی اور کی ان کو طلب نہیں ہوگی مگر آپ رضی اللہ عنہ کے اصحاب اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے "اے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے، ہم اپنی گردنوں، پیشانیوں، ہاتھوں اور جسموں سے آپ رضی اللہ عنہ کا دفاع کریں گے۔ جب ہم قتل ہو جائیں گے تو سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، 8/176-177، چشتی)

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے جذبات سن کر انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں رات بھر نوافل ادا کئے اور بارگاہِ ایزدی میں عاجزی وانکساری کے ساتھ مغفرت کی دعائیں مانگیں۔

(البدایہ والنہایہ، 8/177، چشتی)(ابن اثیر، 4/59)

10 محرم الحرام 61ھ کا خونی آفتاب اپنی پوری خون آشامیوں کے ساتھ طلوع ہوا حسینی فوج کے 72 سپہ سالاروں نے یزیدی فوج کا ڈٹ کے مقابلہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یزیدی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ جائے گی۔ اس طرح مٹھی بھر جانثارانِ حسین رضی اللہ عنہ پروانہ وار شمع امامت پر قربان ہونے لگے۔ اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ علیل تھے۔ علالت کے باوجود اپنے والد گرامی سے اجازت طلب کی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ ایک تو آپ رضی اللہ عنہ علیل ہیں اور دوسرے آپ رضی اللہ عنہ کا زندہ رہنا ضروری ہے کیونکہ خانوادئہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر چراغ گل ہو چکا ہے، ہر پھول مرجھا چکا ہے، اب میری نسل میں فقط تو ہی باقی رہ گیا، مجھے تو شہید ہونا ہی ہے اگر تو بھی شہید ہو گیا تو میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کیسے چلے گی۔ تجھے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کی بقاء کے لئے زندہ رہنا ہے" پھر آپ کو کچھ

نصیحتیں کیں اور یوں فرزند صاحب ذوالفقار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر خود میدان کربلا میں اترے۔ مقابلے میں آپ رضی اللہ عنہ دیر تک یزیدیوں کو واصل جہنم کرتے رہے۔ پورے یزیدی لشکر میں کہرام مچ گیا۔ حیدر کرار کا یہ فرزند جس طرف تلوار لے کر نکلتا یزیدی لشکر خوفزدہ بھیڑوں کی طرح آگے بھاگنے لگتا۔

اسی معرکہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کو بہت پیاس لگی، آپ رضی اللہ عنہ نے پانی کے لئے دریائے فرات کا رخ کیا مگر دشمن سخت مزاحمت کرنے لگا، اچانک ایک تیر آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک پر لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیر کھینچ کر نکالا پھر ہاتھ چہرے کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا خون آسمان کی طرف اچھال دیا اور للہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: ''الٰہی میرا شکوہ تجھی سے ہے، دیکھ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کے ساتھ کیا برتاؤ ہو رہا ہے۔ (الطبری جلد 6 صفحہ 33، چشتی)

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دن کا طویل حصہ میدان کربلا میں تنہا دشمن کا مقابلہ کرتے رہے اور دشمنوں میں سے ہر کوئی آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کو دوسرے شخص پر ٹالتا رہا کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کوئی بھی اپنے ذمہ نہ لینا چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن نے کہا: ''تمہارا برا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کام تمام کیوں نہیں کرتے؟ آپ رضی اللہ عنہ ہر طرف سے نرغہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ وللہ! میرے بعد کسی بندے کے قتل پر للہ تعالیٰ اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر۔ (ابن اثیر جلد 4 صفحہ 78)

شمر لعین کے اکسانے پر یزیدی لشکر آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑا، زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری جس سے آپ رضی اللہ عنہ لڑکھڑا گئے۔ اس پر سب حملہ آور پیچھے ہٹے پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا جس سے آپ رضی اللہ عنہ گر پڑے۔ سنان نے سواری سے اتر کر آپ رضی اللہ عنہ کا سر تن سے جدا کر

کے خونی یزید کے حوالے کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 188، چشتی)

یوں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشۂ بتول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے میدان میں جانثاری کی ایک نئی تاریخ رقم کر کے قربانی کی ایک لازوال مثال قائم کر دی اور رہتی دنیا تک یہ پیغام دے دیا کہ باطل کے خلاف حق کی سربلندی کے لئے اگر سر تن سے جدا بھی ہوتا ہے تو پرواہ نہ کی جائے اور قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔

اس سانحہ کو قید زمین و مکاں نہیں
اک درس دائمی ہے شہادت حسین کی

یہ رنگ وہ نہیں جو مٹانے سے مٹ سکے
لکھی گئی ہے خون سے امامت حسین کی

آج جہاں ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ سیرتِ حسین رضی اللہ عنہ پر عمل پیرا ہوں۔ اپنے ظاہر و باطن کو ان کی سیرت میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ باہمی رنجشوں اور فرقہ واریت کو چھوڑ کر محبت و عمل کا نشان، دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمبردار اور اسلام کی خاطر مر مٹنے والے بن جائیں تاکہ روز حشر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے سامنے سرخرو ہو سکیں اور کہہ سکیں کہ اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیاں دین کی سربلندی کی خاطر قربان کی ہیں۔

سو جان سے فدا تھے نبی (ﷺ) کیوں حسین پر
عقدہ کھلا یہ معرکۂ کربلا کے بعد

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم میدانِ کربلا میں موجود

تھے اور شہداءِ کربلا رضی اللہ عنہم کا خون ایک شیشی میں جمع کیا ہوا تھا۔ (فتاویٰ علمیّہ جلد دوم صفحہ 269 یہ حدیث صحیح راوی ثقہ ہیں حافظ زبیر علی زئی محدث و محقق غیر مقلد وہابی حضرات)

اہلحدیث حضرات کے محقق لکھتے ہیں: شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر نبی کریم ﷺ نے دے دی تھی اور بوقتِ شہادت امام آپ ﷺ کربلا میں موجود تھے آپ ﷺ کو صدمہ ہوا۔

(فضائل صحابہ صفحہ 104 تحقیق حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اہلحدیث وہابی)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میدانِ کربلا میں موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حیات ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صدمہ، پریشانی اور تکلیف ہوئی۔

یزید کے وکیلو ذرا سوچو کیا منہ دکھاؤ گے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ کہو گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خاندان کو تکلیفیں پہچانے والے یزید پلید کی حمایت میں زندگی گزار دی؟

عن ام سلمة قالت قال رسول لله ﷺ يقتل حسين بن علي علي رأس سيتن من المهاجري۔

(مجمع، 190:9)۔ (بحوالہ طبراني في الاوسط)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا حسین بن علی کو ساٹھ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔

غیب کی خبریں بتانے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی نشاندہی کر دی کہ یہ عراق کا میدان کربلا ہو گا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ یہ عظیم سانحہ 61 ہجری کے اختتام پر رونما ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر دعا فرمایا کرتے:

اللھم انی اعوذبک من رائس الستین و امارۃ الصبیان۔

ترجمہ: اے اللہ میں ساٹھ ہجری کی ابتدا اور (گنوار) لڑکوں کی حکومت سے
تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (الصواعق الحرقہ: 221)

60 ہجری کی ابتدا میں ملوکیت کی طرف قدم بڑھایا جاچکا تھا اور یہی ملوکیت وجہ نزاع بنی۔ اور اصولوں کی پاسداری اور اسلامی امارت کے شہریوں کے بنیادی حقوق کی خاطر نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں حق کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی اور اپنے جان نثاروں کی جانوں کی قربانی دینا پڑی۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اہل حق کٹ تو سکتے ہیں کسی یزید کے دست پلید پر بیعت کر کے باطل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ نیزے کی انی پر چڑھ کر بھی قرآن سناتے ہیں۔ ان کے بے گور وکفن لاشوں پر گھوڑے تو دوڑائے جاسکتے ہیں لیکن انہیں باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا، یہی لوگ تاریخ کے چہرے کی تابندگی کہلاتے ہیں اور محکوم ومظلوم اقوام کی جد و جہد آزادی انہی نابغانِ عصر کے عظیم کارناموں کی روشنی میں جاری رکھتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 60 ہجری کی ابتدا سے پناہ مانگتے تھے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم سے انحراف کی راہ نکالی جارہی تھی، لڑکوں کے ہاتھ میں عنان اقتدار دے کر اسلامی ریاست کو تماشا بنایا جارہا تھا۔ کہ اب سنجیدگی کی جگہ لاابالی پن نے لے لی تھی۔

حضرت یحیٰ حضرمی کا ارشاد ہے کہ سفرِ صفین میں مجھے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ جب ہم نینوا کے قریب پہنچے تو دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو عبد اللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے عرض کیا "یہ کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے:

ان الحسین یقتل بشط الفرات و ارانی قبضة من تربته۔

ترجمہ: حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے قتل ہوگا اور مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی۔

(الخصائص الکبریٰ جلد 2 صفحہ 12، چشتی)

حضرمی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی شیر خدا رک کر اس زمین کو دیکھنے لگے تو اچانک بلند آواز میں گویا ہوئے۔ ابو عبداللہ! حسین رضی اللہ عنہ بر کرنا۔ ہم سہم گئے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میدان کربلا میں میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گا۔

حضرت اصبغ بن بنانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اتینا مع علي موضع قبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابھم و موضع رحالھم و مھراق دمائھم فئۃ من ال محمد صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم یقتلون بھذہ العرصۃ تبکی علیھم السماء والارض۔

ترجمہ: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبر حسین رضی اللہ عنہ کی جگہ پر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور یہ ان کے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون بہنے کا مقام ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گروہ اس میدان میں شہید ہو گا جس پر زمین و آسمان روئیں گے۔ (الخصائص الکبری جلد 2 صفحہ 126) (سر الشھادتین صفحہ 13)

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کا پورا نقشہ کھینچ دیا کہ یہاں پر وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گا اور یہاں خاندان رسول ہاشمی کا خون بہے گا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین کو عراق میں قتل کر دیا جائے۔ اور یہ کہ جبرئیل نے کربلا کی مٹی لا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاام سلمہ اذا تحولت ھذہ التربہ دما فاعلمي ان ابني قد قتل فجعلتھا ام سلمۃ في قارورۃ ثم جعلت تنظر الیھا کل یوم و تقول ان یوما تحولین دما لیوم عظیم۔

ترجمہ: اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا

کہ میرا یہ بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں اے مٹی! جس دن تو خون ہو جائے گی وہ دن عظیم ہو گا۔

(الخصائص الکبری، 125:2، چشتی)۔(سر الشھادتین، 28)۔(المعجم الکبیر للطبرانی، 108:3)

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رونے کا سبب پوچھا اور کہا: کس شے نے آپ کو گریہ و زاری میں مبتلا کر دیا ہے؟ آپ نے کہا: میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ کا سر انور اور ریش مبارک گرد آلود تھی۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کی کیسی حالت بنی ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ابھی ابھی حُسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ حدیث ان کتب میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں۔

(جامع ترمذی صفحہ نمبر 1028 حدیث نمبر 3771 باب مناقب حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) طبع الاولیٰ 1426ھ، دار الکتب العربی بیروت)۔(مستدرک امام حاکم تلخیص: علامہ ذہبی جلد 4 صفحہ 387 حدیث نمبر 6895 باب ذکر ام المومنین ام سلمہ //طبع قدیمی کتب خانہ پاکستان، جز:5، چشتی)(تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی جلد 2 صفحہ 356 طبع الاولی ھند)(البدایہ والنھایہ ابن کثیر محقق: عبدالمحسن ترکی جلد 11 صفحہ 574 طبع الاولیٰ 1418ھ، جز:21 الھجر بیروت)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ غبار آلود دوپہر کے وقت خون سے بھری ہوئی ایک شیشی لیے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ فداک ابی و امی، یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ حسین (رضی اللہ عنہما) اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے اکٹھا کر رہا ہوں۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو ٹھیک وہی دن شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا روز تھا۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہیں۔ (البدایۃ والنھایۃ)

ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن محمد بن ہانی ابو عبدالرحمن نحوی سے، انہوں نے مہدی بن سلیمان سے اور انہوں نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سو کر اٹھے تو "اناللہ و

انا الیہ راجعون" کہا اور کہنے لگے اللہ کی قسم امام حسین شہید کر دیے گئے ہیں۔ ان کے اصحاب نے پوچھا کہ اے ابن عباس! کیوں کر؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خون کی ایک شیشی لیے ہوئے خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن عباس! کیا تم جانتے ہو کہ میرے بعد میری امت کے اشقیاء نے کیا کیا؟ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہید کر دیا ہے۔ اور یہ اس کا اور اس کے اصحاب کا خون ہے جسے میں اللہ تعالی کے حضور پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ دن اور گھڑی لکھ لی گئی۔ اس کے بعد چوبیس دن بعد مدینہ شریف میں یہ خبر آئی کہ امام حسین کو اسی دن اور اسی وقت میں شہید کیا گیا۔ حمزہ بن زیارت نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ دونوں پیغمبر امام حسینؑ کے روضہ پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ ابو نصر نے بالاسناد حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر انور پر ستر ہزار فرشتے اترے اور قیامت تک آپ کے کے لیے اشکباری کرتے رہیں گے۔ (البدایۃ والنھایۃ)

عن ام سلمه قالت قال رسول لله ﷺ أخبرني جبرئيل ان ابني الحسين يقتل بأرض العراق فقلت لجبرئيل ارني تربة الارض التي يقتل فيها، فجاء فهذه تربتها ـ (البدايه والنهايه، 8 : 196 200)۔(كنز العمال، 12 : 126، حديث : 34313)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی للہ عنھا روایت کرتی ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرئیل امین نے (عالم بیداری میں) بتایا کہ میرا یہ بیٹا حسین عراق کی سرزمین میں قتل کر دیا جائیگا میں نے کہا جبرئیل مجھے اس زمین کی مٹی لاکر دکھا دو جہاں حسین کو قتل کر دیا جائے گا پس جبرئیل گئے اور مٹی لاکر دکھادی کہ یہ اس کے مقتل کی مٹی ہے۔

عن عائشة عنه انه قال أخبرني جبرئيل ان ابني الحسين يقتل بعدي بأرض الطف۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر دی کہ میرا یہ بیٹا حسین میرے بعد مقام طف میں قتل کر دیا جائے گا۔

(المعجم الکبیر جلد 3 صفحہ 107 حدیث نمبر 2814)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی روایت بھی کم و بیش وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے، یہ بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع ہے۔ یہ روح فرسا اطلاع پاکر قلب اطہر پر کیا گزری ہوگی اس کا تصور بھی روح کے در و بام کو ہلا دیتا ہے، پلکوں پر آنسوؤں کی کناری سجنے لگتی ہے اور گلشن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تباہی کا دلخراش منظر دیکھ کر چشم تصور بھی اپنی پلکیں جھکا لیتی ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمان مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کیا بات ہے چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ: ان امتک ستقتل ھذا بارض یقال لھا کربلاء۔ ترجمہ: آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے حسین کو اس سرزمین پر قتل کر دے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، 3:109، حدیث: 2819، چشتی)

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام

محترم قارئینِ کرام: سید الشہدا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے اول یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق پر صداقت پر جما رہے باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی جن خرابیوں کے باعث مخالفت کی ویسے لوگوں سے اپنے آپ کو الگ کرے اور فسق و فجور والا کام نہ کرے اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دے

نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھاجاتے ہیں مگر جو حق ہے وہ سچائی ہے وہ کبھی ماند نہیں پڑتی مات نہیں کھاتی اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتی ہے۔ یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت حسینیت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لیے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہوکر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ وروپ کی بحالی کے لیے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو۔ اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں۔ اگر ایمانی طاقت کار فرما ہو تو اس کے عزم واستقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ لندن کے مشہور مفکر "لارڈ ہیڈلے" کے بقول "اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرمانہ ہوتا تو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں رحم وکرم، صبر واستقلال اور ہمت وجوانمردی ہرگز عمل میں آہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ وحقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے۔

فقیر ڈاکٹر فیض احمد چشتی اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے محبتِ اہلبیت و امام حسین رضی اللہ عنہم کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم انے پیغام کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ حضرت امام عالی مقام سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پہلا پیغام عملی جدوجہد کا پیغام ہے۔ محبت حسین رضی اللہ عنہ کو فقط رسمی نہ رہنے دیا جائے بلکہ اسے اپنے عمل وحال و قال میں شامل کرلیا جائے اور اپنی زندگی کا مقصد بنایا جائے، یعنی معلوم کیا جائے کہ یزیدی کردار کیا ہے اور حسینی کردار کیا ہے۔

یزید نے کھلم کھلا اسلام کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی بتوں کی پوجا کی تھی، مسجدیں بھی مسمار نہیں کی تھیں۔ وہ اسلام کا نام بھی لیتا تھا، وہ یہ بھی کہتا تھا کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں، میں مسلمان بھی ہوں، میں موحد بھی ہوں، میں حکمران بھی ہوں، میں آپ کا خیر خواہ بھی ہوں۔ اسلام کا انکار یہ تو ابوجہلی ہے، ابولہبی ہے۔ یزیدی کردار یہ ہے کہ مسلمان بھی ہو اور اسلام سے دھوکہ بھی کیا جائے، امانت کی دعویٰ بھی

ہو اور خیانت بھی کی جائے، نام اسلام کا لیا جائے اور آمریت بھی مسلط کی جائے۔ اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو کچلا جائے۔ اسلام سے دھوکہ فریب یزیدیت کا نام ہے۔ بیت المال میں خیانت کرنا، دولت کو اپنی عیش پرستی پر خرچ کرنا یزیدیت کا نام ہے۔ معصوم بچوں اور بچیوں کے مال کو ہڑپ کرنا یزیدیت کا نام ہے۔ مخالف کو کچلنا اور جبراً بیعت اور ووٹ لینا یزیدیت کا نام ہے۔ (چشتی)

آج روح حسین رضی اللہ عنہ ہم سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ: میری محبت کا دم بھرنے والوں میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری محبت رسمی ہے یا پھر آج تم کوئی معرکہ کربلا برپا کرتے ہو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری محبت میں پھر تم آج کے وقت یزیدیوں کو للکارتے ہو یا نہیں۔ روح حسین رضی اللہ عنہ آج پھر دریائے فرات کو رنگین دیکھنا چاہتی ہے، آج تمہارے صبر و استقامت کا امتحان لینا چاہتی ہے۔ کہ کون اسلام کا جھنڈا سربلند کرتے ہوئے تن من دھن کی بازی لگاتا ہے، کون ہے جو مجھ سے حقیقی پیار کرتا ہے
۔

حسینیت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں جہاں تمہیں یزیدیت کے کردار کا نام و نشان نظر آئے حسینی لشکر کے غلام وفرد بن کر یزیدیت کے بتوں کو پاش پاش کردو۔ اس کے لیے اگر تمہیں مال، جان، اور اپنی اولاد ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔ خصوصاً آج جو کچھ مقبوضہ کشمیر میں ہمارے بھائیوں، بچوں، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ ہو رہا ہے حسینیت کا تقاضا ہے کہ ہم سب ان کے حق میں آواز بلند کریں۔

پہلے حسینی کردار کی تجلی اپنے اندر پیدا کرو، سیرت حسین کو اپنے سینے پہ سجالو، پھر اس قوت حسینی سے یزیدی کردار کی مخالفت کرو اور اس کا مقابلہ کرو۔ کاش ہمیں وہ دل نصیب ہو جائے جس میں عمل و محبت امام حسین رضی اللہ عنہ ہو۔ کیوں کہ یہ دنیا تو ہر کسی کو چھوڑنی ہے، جس نے اقتدار کے نشے میں اگر لوگوں کا قتل عام کیا، معصوموں کا خون بہایا، ظلم کے پہاڑ گرائے وہ بھی مر گیا، جس نے اپنے سینے پر تیروں کو جگہ دی، شریعت کی پیروی کی، مخلوق کی خدمت کی وہ بھی چلا گیا۔ لیکن یزیدیت تباہی و بربادی کا نام ہے، اور حسینیت محبت و اخوت و بہادری کا نام ہے۔ جو ظالم ہو کر مرتا ہے وہ خالق و مخلوق کی نظر

میں مردود ہے ۔ جو عادل ہو کر اپنی جان رب کریم کے حوالے کرتا ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے ۔ یہی شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا فلسفہ تھا۔ یہی آپ کا جذبہ تھا کہ حسینیت کبھی کسی ظالم و جابر کے سامنے سرخم نہیں کرتی اور کبھی مصیبت میں نہیں گھبراتی ۔ وہ مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہے تو خوشی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہے ۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول ''حسین کی قربانی ہر قوم کے لیے مشعلِ راہ و ہدایت ہے'' اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت حسین پہ کہا ہے کہ:

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اور کسی شاعر نے بہت پیاری بات کہی ہے:

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق ہے اور یزید باطل ہے اور دین کی بقا کے لیے ہر دور میں شبیری کردار درکار ہے کہ مرورِ وقت کے باوجود خونِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرخی اور زیادہ بڑھتی جا رہی ہے ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عظیم الشان قربانی سے اس داستانِ حرم کی تکمیل ہوئی جو سیّدنا اسماعیل علیہ السّلام سے شروع ہوئی تھی اور حق و باطل ، کفر و اسلام ، نیکی و بدی اور خیر و شر کے درمیان تمیز ہو گئی اور حد فاصل قائم ہو گئی ۔ یزیدیت مذموم ٹھہری اور یزید کا نام قیامت تک کے لیے گالی بن کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے سبق لینے ، حق پر چلنے اور ہمیں پیغامِ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

۔(طالبِ دعا و دعا گو ڈاکٹر فیض احمد چشتی)

اہل بیت اطہار یا اولیاء عظام کی توہین کا حکم

محترم قارئینِ کرام: اہل بیت کو عزت و توقیر، تقدس و حرمت سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ملا ہے اس لیے نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَحِبُّونِي بِحُبِّ لِلّٰه وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي ۔

ترجمہ: مجھ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے سبب سے محبت کرو۔

(ترمذي، السنن، 5:664، رقم: 3789، بیروت، لبنان: احیاء التراث العربي)

اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اپنے ساتھ نسبت و تعلق اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عن سلمان رضی الله عنه قال سمعت رسول لله صلیٰ الله عليه وآله وسلم يقول الحسن والحسين ابناي من أحبهما أحبني ومن أحبني أحبه لله ومن أحبه لله أدخله الجنة ومن أبغضهما أبغضني ومن أبغضني أبغضه لله ومن أبغضه لله أدخله النّار ۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین علیہما السلام میرے بیٹے ہیں۔ جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ

اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔

(حاکم المستدرک علی الصحیحین، 3:181، رقم:4776، بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، چشتی)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ محبتِ رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ تصور جو نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں تھا وہ بعد از وِصال بھی ہمیشہ سے اسی طرح قائم و دائم ہے اور یوں ہی بغض و عداوت اور دشمنی و عنادِ رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روش بھی قائم ہے۔ یہی طرز عمل ازواج مطہرات ،اہل بیت عظام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے لیے بھی پایا جاتا ہے تو جو کوئی ان ذوات مقدسہ کی بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں ذلیل اور رسوا ہو گا اور اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔

ترجمہ: اے ازواجِ پیغمبر !تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مِثل نہیں ہو۔

(سورہ الاحزاب 32:33)

دنیا میں بے شمار عورتیں اپنی عزت و عظمت، تقوی و طہارت اور صالحیت و روحانیت کے اعتبار سے ایک دوسری سے فائق و برتر ہونگی مگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقام و مرتبے، فضلیت و حیثیت کو قیامت تک کوئی خاتون نہیں پہنچ سکتی کیونکہ انہیں نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کی ایسی عظیم نسبت و شرف حاصل ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے ان کی عزت و تکریم اور ادب و تعظیم بھی در حقیقت نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور ادب ہی مقصود ہو گا اور ان کی توہین و تحقیر بھی خود نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و تنقیص شمار ہو گی۔

لہٰذا ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت اطہار، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے ادبی و گستاخی کرنے والا گمراہ اور بے ایمان ہے، اس کو اسلامی عدالت میں تعزیراً سزا دی جائے گی جو حد سے بھی سخت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام علیہم الرحمہ کی بے ادبی و گستاخی کرنے والا گمراہ اور

بدعقیدہ ہے اس کو بھی جو مناسب ہو تعزیراً سزا دی جائے گی۔

مذکورہ بالا تمام سزائیں بذریعہ عدالت تمام تر قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد لاگو کی جائیں گی، کسی کو بھی اپنے طور پر کوئی سزا لاگو کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

محبتِ اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واجب ہے

محترم قارئینِ کرام: الحمد للہ ہم اہلسنّت و جماعت ہیں ہمیں نہ رافضیت قبول ہے جو اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبّت کی آڑ میں توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے ہیں اور نہ ہی ناصبیت و خارجیت قبول ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی آڑ میں توہین اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کرتے ہیں الحمد للہ ہم اہلسنّت صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم دونوں سے محبت کرتے ہیں اور دونوں کا ادب و احترام کرتے ہیں آیئے اس مضمون میں محبتِ اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق پڑھتے ہیں:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى.

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیئے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔

(الشوریٰ، 23:42)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى} [الشورى، 42: 23]، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت: ”فرما دیجیے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر

(میری) قرابت (اور للہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)" [الشوری، 42: 23] نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول للہ! آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہم)

-

(طبرانی، المعجم الکبیر، 3: 47، رقم: 2641، الموصل: مکتبۃ الزھراء)

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل فرمایا اور اپنی بندگی، عبادت اور طاعت کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے رشتے میں منسلک کیا۔ آقا علیہ السلام کی محبت کے باب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ مظاہر بنائے ہیں اور اہل بیت اطہار اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی محبت کو اہم ترین مظاہرِ ایمان اور مظاہرِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل فرمایا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اپنی قرابت اور اپنی اہل بیت کی محبت کو ہمارے اوپر فرض و واجب قرار دیا ہے اور یہ وجوب مذکورہ حکم الٰہی سے ثابت ہے۔

حضور علیہ السلام نے تبلیغ رسالت کے ذریعے ہم پر جو احسان فرمایا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے کوئی اجر طلب نہیں فرمایا سوائے اِس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت اور قرابت سے محبت کریں۔ یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرابت سے محبت کا جو حکم دیا، یہ اجر بھی آقا علیہ السلام بدلہ کے طور پر اپنے لئے طلب نہیں فرما رہے بلکہ یہ بھی ہمارے بھلے کے لیے ہے۔ اِس سے ہمیں ایمان وہدایت کا راستہ بتا رہے ہیں، ہمارے ایمان کو جِلا بخش رہے ہیں اور اہل بیت وقرابت کی محبت کے ذریعے ہمارے ایمان کی حفاظت فرما رہے ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فرمان کے ذریعے ہماری ہی بھلائی کی راہ تجویز فرما رہے ہیں۔

ہر تفسیر اور ہر مفسر امام قرطبی، امام بغوی، امام نسفی، حافظ ابن کثیر، امام ابن العادل الحنبلی، امام بقائی، امام ہیثمی، عسقلانی، زمحشری، امام سیوطی، امام ابو نعیم، ابن المنذر، ابن الحاتم، طبرانی، ابن حجر مکی، امام احمد بن حنبل، امام بزار، امام شوکانی الغرض جملہ محدثین و آئمہ کی کتب میں احادیث سے بے حساب تائیدات اور آئمہ تفسیر کی تصریحات اس معنی پر ملتی ہیں، جس سے اس معنی پر کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔

اہلِ قرابت کون ہیں؟

اہل بیت کی عظمت و شان میں بہت سی آیات ہیں، مگر اُن کی محبت کا ہم پر فرض ہونا مذکورہ آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جملہ آئمہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس آیت میں جن کی محبت فرض کی گئی ہے وہ قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهَا۔

ترجمہ: یارسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی قرابت والے وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ، اور اس کے دونوں بیٹے (حسن اور حسین)۔

(أخرجه ابن أبي حاتم الرازي في تفسيره 10/3276 الرقم 18473، چشتی)

امام احمد بن حنبل روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ل

َمَّا نَزَلَتْ: {قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى} (الشورىٰ، 42/23)، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ

وَابْنَاهُمَا۔

ترجمہ: جب مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم۔

(احمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ، 2:669، رقم:1141)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر آقا علیہ السلام نے اس آیت مبارکہ کی خود تفسیر کی اور امت پر واضح فرمادیا کہ ان پر کن کن کی مؤدت اور محبت واجب و فرض ہے۔

یہی معنی حضرت ابوالعالیہ التابعی، سعید بن جبیر، ابو اسحاق، عمرو بن شعیب، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل، امام حاکم، امام بزار، امام طبرانی الغرض کتب احادیث اور کتب تفسیر میں کثرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا:

أَحِبُّوا للهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِه۔ وَأَحِبُّوْنِي بِحُبِّ للهِ۔ وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي۔

ترجمہ: یعنی اللہ سے محبت کرو اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا، وہ تم سے محبت کرتا ہے، تم پر شفقت، بے حساب رحمت، کرم اور لطف و عطاء فرماتا ہے۔ صبح و شام تم اُس کی نعمتوں اور رحمتوں کے سمندروں میں غوط زن رہتے ہو، تم پر اللہ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش رہتی ہے، اِس کی وجہ سے اللہ سے محبت کیا کرو۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، 5:664، رقم:3789، چشتی)

پھر فرمایا: اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے، اس لئے کہ اللہ کی محبت میری محبت کے

بغیر نہیں ملتی۔ میری محبت ہی اللہ کی محبت کا راستہ، واسطہ، ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ لہذا مجھے سے محبت کرو، تاکہ تم اللہ سے محبت کر سکو۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی محبت کا راستہ بتایا ہے۔

اور پھر فرمایا: میری اہل بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لیے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو۔

حسنین کریمین سے محبت میں امت کے لیے پیغام

حسنین کریمین رضی اللہ عنھما سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والہانہ محبت کا اظہار فرماتے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین کریمین سے محبت کا والہانہ و بے ساختانہ اظہار بغیر کسی مقصد کے تھا؟ نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ اس والہانہ اندازِ محبت میں بھی امتِ مسلمہ کے لئے ایک پیغام ہے۔ آیئے سب سے پہلے ایک حدیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر اس میں موجود پیغام پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ لِلّٰه ﷺ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهِ فَقَالَ رَجُلٌ : نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُـلَامُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ۔

ترجمہ: آقا علیہ السلام ایک روز سیدنا امام حسین کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر چل رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھا تو دیکھتے ہی اُس نے کہا اے بیٹے مبارک ہو، کتنی پیاری سواری تمہیں نصیب ہوئی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں سواری کا اچھا ہونا نظر آرہا ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ سوار کتنا پیارا، خوبصورت اور اعلیٰ ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، 5:661، رقم:3784، چشتی)

یہاں ایک نکتہ کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ حدیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ گھر کے اندر کا نہیں ہے۔ یعنی گھر کی چار دیواری کا نہیں بلکہ باہر کا ہے، اسی لیے ایک غیر شخص

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عملِ مبارک پر اظہار خیال کر رہا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گلی میں لے کر چل رہے تھے۔ اب ایک طرف آقا علیہ السلام کے مرتبہ، شان، عظمت، جلالت اور قدر بھی ذہن میں رکھیں اور یہ عمل بھی دیکھیں۔ ہم یہ کام نہیں کرتے، اپنا بیٹا ہو، پوتا ہو، نواسا ہو، نواسی ہو، جس سے بہت پیار ہو، اسے کندھے پر اٹھا کر گلی میں نہیں چلتے بلکہ شرماتے ہیں حالانکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آقا علیہ السلام نے یہی پیار اگر فقط اپنی ذات تک رکھنا ہوتا تو یہ عمل گھر کے اندر چار دیواری میں کرتے، کندھوں پر بٹھا کر اس طرح گلی میں نہ چلتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل تمام لوگوں کے سامنے کرنا، آقا علیہ السلام کا امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار کرنے کا یہ طرز عمل، وطیرہ اور ادا کا سبب دراصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ دیکھو یہ ہے میرے پیار کا عالم حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔۔۔ یہ ہے میرا انداز اُن رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کا۔ لہذا اے امت مسلمہ تم بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے اسی طرح ٹوٹ کر محبت کرنا تاکہ تمہیں اسی واسطہ و وسیلہ سے میری محبت نصیب ہو جائے۔

حضرت یعلی العامری روایت کرتے ہیں کہ ہم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت پر گئے۔ گلی سے گزر رہے تھے، راستے میں بچے کھیل رہے تھے اور وَحُسَيْنٌ مَعَ غِلْمَانٍ يَلْعَب، اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ان بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آقا علیہ السلام نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو کھیلتے دیکھا تو ہر چیز کو نظر انداز کر کے یہ ارادہ کیا کہ دوڑ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑیں۔ فَطَفِقَ الصَّبِيُّ يَفِرُّ هٰهُنَا مَرَّةً، وَهٰهُنَا مَرَّةً۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پکڑنے کے لیے دوڑے، امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی دوڑ کر اِدھر چلے جاتے اور کبھی دوڑ کے اُدھر چلے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں پکڑنے کے لئے کبھی ایک طرف بھاگتے ہیں اور کبھی دوسری طرف بھاگتے ہیں۔ صحابہ کرام اور دیگر لوگ اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔

آقا علیہ السلام حضرت امام حسین کو ہنساتے جا رہے ہیں اور انہیں پکڑنے کے لیے ان کے پیچھے

پیچھے دوڑ رہے ہیں اور انہیں خوش کر رہے ہیں۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اٹھالیا، اپنی زبان مبارک اُن تمام صحابہ کے سامنے اُن کے منہ میں ڈال دی۔ پھر انہیں چوما اور چوم کر آقا علیہ السلام نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ۔ أَحَبَّ ﷲُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا۔

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اُس سے محبت کرے اور کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ (احمد بن حنبل، المسند، 4:172)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں ایک حقیقت بھی بیان فرمائی اور ایک دعا بھی دی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، اللہ اُس سے محبت کرتا ہے اور اِس میں آقا علیہ السلام نے دعا بھی کی کہ اللہ اُس سے محبت کر جو میرے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی اور دیگر آئمہ علیہم الرّحمہ نے تو اس حدیث کو حدیث صحیح لکھا ہی ہے مگر سعودی عرب میں سلفی مکتب فکر کے نامور عالم محدث علامہ البانی ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے مختلف کتب حدیث کے اوپر تخریجات اور تحقیقات کی ہیں۔ وہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یعنی اِس حدیث کی صحت کا عالم یہ ہے کہ علامہ البانی جیسے شخص بھی اِس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار نہیں کر سکے اور اپنے السلسلہ الصحیحہ میں اِسے درج بھی کیا اور صحیح بھی کہا ہے۔

یاد رکھیں: آقا علیہ السلام کا کوئی عمل غیر ارادی نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عمل بھی غیر ارادی نہیں ہے، بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے۔ اگر اس طرح کا عمل غیر ارادی صادر ہوتا ہو تو ایسا کام ہم کیوں نہیں کر لیتے۔ ہم باہر نکلیں اور ہمارا پوتا، نواسا، پوتی، نواسی، جس سے ہمیں پیار ہے، وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہو اور ہم اپنے دوست احباب کے ساتھ جا رہے ہوں تو کیا ہم اُن کو چھوڑ کر، نظر انداز کر کے اس بچے کے ساتھ گلی میں کھیلنے لگ جائیں گے، انہیں پکڑنے کے لیے پیچھے پیچھے دوڑیں گے؟ نہیں، ہم ایسا نہیں کرتے اس لیے کہ ہمیں اپنے مقام و مرتبہ کا خیال رہتا ہے، اپنے ہونے کا احساس ہوتا ہے کہ ہم کیا ہیں۔۔۔؟

لوگ کیا کہیں گے۔۔۔؟ ہم سوسائٹی کی respectable figure ہیں۔۔۔ honourable figure ہیں۔۔۔ ایک سنجیدہ مزاج شخص ہیں۔۔۔ لوگ ہمارے بارے میں ایک امیج رکھتے ہیں۔ ہم تو اِن چیزوں میں گھرے رہتے ہیں اور یہ کام نہیں کرتے۔ اِس طرح کے کام اگر کرنے ہوں تو گھر کے اندر کریں گے، باہر کوئی نہیں کرتا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آقا علیہ السلام کیوں کر رہے ہیں؟ کیا معاذاللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر ارادی طور پر ایسا فعل صادر ہو جاتا تھا کہ کبھی نماز پڑھا رہے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود ہیں، حالتِ نماز میں امام حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر چڑھ جاتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ طویل کر لیتے ہیں، سجدہ سے اٹھتے وقت انہیں اٹھا کر بٹھا لیتے ہیں، پھر چڑھا لیتے ہیں، کیا یہ غیر ارادی فعل ہے۔۔۔؟ کیا اِس عمل سے دین اور ایمان کی کوئی تعلیم اخذ نہیں کی جائے گی۔۔۔؟ کیا اِس سے آقا علیہ السلام کا کوئی پیغام امت کے نام اخذ نہیں کیا جائے گا۔۔۔؟ کیا اِس عمل سے آقا علیہ السلام ہم پر کچھ فرض نہیں کرنا چاہ رہے۔۔۔؟ کیا اس عمل مبارکہ سے ہمارے لئے کچھ سنت نہیں بنانا چاہ رہے۔۔۔؟ کیا ہمیں کسی امر کے کرنے کی کوئی نصیحت نہیں فرمانا چاہ رہے۔۔۔؟ کیا اپنا طرزِ عمل امت کو دکھانا نہیں چاہ رہے۔۔۔؟ اس سوال کا جواب ہمیں اِس فرقہ بندی اور صف بندی سے نکالتا ہے جس نے معاشرے کے لوگوں کے عقائد کو راہ اعتدال سے ہٹا دیا ہے۔ یاد رکھیں کہ محبت و مؤدت اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، محبت و مودت حسنین رضی اللہ عنہما، محبت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور مودت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صرف شیعوں سے منسوب عقیدہ نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں، اسلام اور امت مسلمہ کی میراث ہے۔ یہ ایمان ہے، یہ قرآن کا پیغام ہے، اِس کو قرآن نے تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیت سے اتنی شدید محبت کرتے اور آئمہ اطہار اہل بیت رضی اللہ عنہم کی اتنی تکریم کرتے کہ لوگوں نے اُن پر شیعہ ہونے کا طعنہ کیا اور اُن کو شیعہ کہتے۔ اگر

محبت اہل بیت کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ شیعہ ہو گئے تو پھر سنی کون بچا ہے ؟

(ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح، 67/1، چشتی)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الصواعق المحرقہ"، امام الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اعانۃ الطالبین" اور بہت سارے محدثین نے اہل بیت کی محبت کے وجوب کے باب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ایک رباعی بیان کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ
فَرَضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ أَنَّكُمْ
مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ، لَا صَلَاةَ لَهُ

ترجمہ: اے اہلِ بیتِ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، جسے اس نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے اور آپ کے لیے یہ عظیم مرتبہ ہی کافی ہے کہ آپ وہ ہستیاں ہیں کہ جو شخص آپ پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز مکمل نہیں ہوتی۔

ان اشعار میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو قرآن مجید کی طرف سے امت مسلمہ پر فرض ہونے کو بیان کیا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ، لَا صَلَاةَ لَهُ کہ جو شخص نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھے اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ گویا ہم پر محبتِ اہلِ بیت فرض کر دی گئی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی محبت اہل بیت کی وجہ سے لوگ شیعہ اور رافضی کہتے تھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر محبت اہل بیت کا نام شیعہ ہونا ہے تو مجھے یہ تہمت قبول ہے۔ اگر امام شافعی شیعہ ہیں تو پھر باقی سنی کون بچا ہے ؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت اطہار کے لیئے بڑی تعظیم و تکریم تھی۔ سمجھانا یہ چاہتا ہوں کہ محبت و مؤدتِ اہل بیت کسی مکتبہ فکر کی میراث نہیں ہے۔

اہلِ بیت سے بغض کا تاریخی پس منظر

جس طرح کی تفریق بدقسمتی سے آج محبتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں ہے، اس کا آغاز یزید کے دورِ حکومت سے ہوا۔ یزید نے ایک نئی طرز پیدا کر دی۔ اُس بدبخت اور ملعون کے زمانہ میں ایک کلچر develop ہو گیا، سارے معاملہ نے سیاسی رنگ اختیار کر لیا، معاملہ Politicize ہو گیا۔ حکومت کے چھوکرے، لونڈے، عمال، انتظامیہ، بیوروکریسی، وزیر، مشیر، سیاسی نمائندگان، جن کو چھوٹی چھوٹی سطح کا اقتدار ملتا ہے، علاقوں میں اُن کے ذمہ داران، یہ تمام اہل بیت اطہار کے خلاف ہر سطح پر ایک ماحول پیدا کرتے اور انہیں گالیاں دیتے تھے۔ سیدنا مولا علی المرتضی اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے۔ حکمران اور ان کے گماشتے چونکہ جان سے مار دیتے تھے، قتل کر دیتے تھے، داڑھی منڈھوا دیتے تھے، کوڑے مارتے تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر تابعین اس ظلم و ستم اور سب و شتم کو دیکھ کر بڑی احتیاط کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو روایت کرتے تاکہ دین امت تک پہنچے۔

حتیٰ کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جو پانچویں خلیفہ راشد کہلاتے ہیں، جب اُن کا دور آیا، تو انہیں یہ قانون نافذ کرنا پڑا کہ جو یزید کو امیرالمومنین کہے گا، شرعی طور پہ اُس کو بیس کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس حوالے سے مزید سخت اقدامات لینے پڑے۔ آپ نے منبروں پر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہما اور اہل بیت اطہار کو گالی دینے کا کلچر حکماً بند کر دیا۔ الغرض لوگوں کے ذہن اتنے یکطرفہ اور اتنے زہر آلودہ ہو چکے تھے کہ باقاعدہ احکامات صادر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

عام نئی نسلیں جس ماحول میں جنم لیتی ہیں، وہ جو کچھ پیدا ہوتے ہی دیکھتے اور سمجھتے ہیں، اسی کو دین

سمجھتے ہیں۔ مثلاً روس اور چین کے اندر جب سیکولرازم آیا، تو تین چار نسلیں اس کے اندر گزر گئیں، انہوں نے اسلام نہیں دیکھا تھا۔ جب سے آنکھ کھلی وہ سب کچھ سیکولرازم ہی کو سمجھتے رہے۔ اسی طرح اور بھی دنیا کی کئی جگہیں ایسی ہیں، جہاں ایک عقیدہ مسلط کر دیا جاتا ہے، تو تین تین چار نسلیں اس میں گزرتی ہیں، اس لیے کہ اُنہوں نے اور کچھ دیکھا ہی نہیں ہے، اصل دین نہیں دیکھا، باپ دادا سے جو دیکھا، اسے ہی اصل دین سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً اصل تاریخ سے منقطع (cutoff) ہو جاتے ہیں۔

اِسی طرح جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اطہار کو اور سیدنا مولا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے پر پابندی لگا دی تو تاریخ کی کتب، اسماء الرجال کی کتب، محدثین کے ہاں یہ درج ہے کہ عامۃ الناس نے شور مچایا کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے سنت بند کر دی۔ حالانکہ وہاں سنت سے لغوی معنی مراد ہے کہ وہ ایک طریقہ اور شیوہ جو پرانا چلا آرہا تھا، اس کو ختم کر دیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ سنت بند نہیں کی بلکہ جو بند کیا وہ بے ہودگی تھی، دین کے خلاف ایک ماحول تھا، جو بعض لوگوں نے اپنے مفادات کے لیے بنا رکھا تھا تاکہ حکومت سے مراعات لیں لہٰذا اُس کو بند کیا ہے۔

قاتلینِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی نشاندہی

آقا علیہ السلام نے قاتلین حسین کی نشاندہی خود فرما دی تھی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آقا علیہ السلام کا بڑا معجزہ ہے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر پیشین گوئیاں فرمائی ہیں اور آنے والے زمانوں کے حالات اور واقعات بتائے ہیں، اُن میں سے یہ چیز بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں کے نام تک سے امت کو آگاہ فرما دیا تھا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُقْتَلُ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی الله عنهما عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ مِنْ مُهَاجَرَتِي. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالدَّيْلَمِيُّ وَزَادَ فِيْهِ: حِيْنَ يَعْلُو

الْقَتِيْرُ، الْقَتِيْرُ: الشَّيْبُ.

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو میری ہجرت کے ساٹھویں سال کے آغاز پر شہید کر دیا جائے گا۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 3/105، الرقم/2807)

اس حدیث کو امام طبرانی اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔ امام دیلمی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: جب ایک (اَوباش) نوجوان ان پر چڑھائی کرے گا۔

حضرت عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يَزَالُ أَمْرُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ. حَتّٰى يَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يَثْلِمُهُ. رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ. يُقَالُ لَهُ يَزِيْدُ.

ترجمہ: یعنی میری امت کا نظام، اُس میں دین کا نظام، دین کی قدریں، عدل کے ساتھ چلتی رہیں گی، حتی کہ ایک شخص اقتدار پر آئے گا۔ یہ پہلا شخص جو میرے دین کی قدروں کو پامال کر دے گا۔ وہ شخص بنوامیہ میں سے ہوگا۔ اُس کا نام یزید ہوگا۔ (ابویعلی، المسند، 2:176، رقم: 871، چشتی)

آقا علیہ السلام نے تو قیامت تک کی نشانیاں بیان کی ہیں اور واقعہ کربلا تو اُسی صدی کا واقعہ ہے، آقا علیہ السلام اس کی نشانیاں کیوں بیان نہ فرمائیں گے۔ یہ نشانیاں تو آقا علیہ السلام کے اُس حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق ہیں جن کو کندھوں پر اٹھا کر چل رہے ہیں اور جن کے لیے کہہ رہے ہیں کہ سواری کی بات نہ کرا ے بندے، سوار کی بات کر اور جن کے منہ میں اپنی زبان مبارک دے رہے ہیں، جنہیں فرما رہے ہیں:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْن.

یہ تو اُن سے متعلق معاملہ ہے، اِس کی نشاندہی میرے آقا علیہ السلام کیوں نہیں کریں گے؟

شہادت امام حسین علیہ السلام کی یہ تمام احادیث آقا علیہ السلام کی نگاہ پاک میں اس شہادت اور

امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کی اہمیت کو واضح کر رہی ہیں کہ آقا علیہ السلام کی آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کتنی ہے اور اِس رتبہ شہادت کا عالم کیا ہے؟ دوسری طرف آج اہل سنت و جماعت کا ہر مکتبہ فکر اور محبت اہل بیت کا نام لینے والے بطور خاص اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ وہ محبت اہل بیت کا کتنا دم بھرتے ہیں؟ شہادت امام حسین کی عظمت کا ذکر کتنا کرتے ہیں کہ جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی محبت دلوں میں پیدا ہو؟ جس سے دل امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار کی محبت اور مودت کی طرف راغب ہوں؟ یاد رکھیں! ہمارا دین روکھا دین نہیں ہے۔ اُس میں ہر جگہ جہاں ذات آئی ہے وہاں تعلیمات بھی آئی ہیں اور تعلیمات کے ساتھ ذات کو بھی جوڑا ہے۔ ذات سے محبت، ادب، تعلق قلبی، تعلق روحی، تعلق عشقی، ادب اور احترام کا رشتہ ہوتا ہے، دل جھکتے ہیں، اُس سے فیض ملتا ہے، ایمان کی تقویت ہوتی ہے جبکہ تعلیمات عمل، اُسوہ اور سیرت کو سنوارتی ہیں۔ پیغام سے زندگی کا اُسوہ اور طریقہ ملتا ہے، باطل سے ٹکرانے کی جرات ملتی ہے۔ ہر چیز کی اپنی اپنی جگہ اہمیت ہے، مگر ہم نے تعلیم اور پیغام پر زور دے کر بڑی عیاری و مکاری یا نادانستگی و نادانی کے ساتھ امام عالی مقام اور شہداء کربلاء معلی اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت اور مودت کے رشتے کو کمزور کر لیا ہے۔ اُن کا ذکر کرنا، کثرت سے اُن کا بیان کرنا، ہم نے شیعہ حضرات کے کھاتے میں ڈال دیا ہے کہ یہ اُن کا مسلک ہے۔

سوسائٹی میں ایک غلط سوچ پیدا کر دی گئی ہے کہ جو اُن کا بہت ذکر کرے گا وہ شیعہ ہے۔ چونکہ محرم کو وہ اپنے خاص طریقے کے ساتھ مناتے ہیں، اُن کا اپنا طرز عمل، طرز فکر، طریق اور مسلک و انداز ہے، اس کا اہتمام وہ اپنے طریقے سے کرتے ہیں۔ ہم اُس طریق سے نہیں کرتے، ہمارا اپنا عقیدہ و مسلک ہے، ہمارا اپنا انداز ہے، ہم اُس طریق سے بعض چیزیں نہیں کرتے جو اہل تشیع اپنے مسلک کے اندر کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ وہ اپنے انداز اور طریق سے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے اور اہل بیت سے محبت کرتے ہیں لیکن اِس کا مطلب یہ کہاں سے پیدا ہو گیا کہ ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی چھوڑ دیں، شہادت حسین کی عظمت کا بیان ہی چھوڑ دیں، مؤدت و محبت اہل بیت بھی چھوڑ

دیں، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ذکر اور اُن کی محبت کا تذکرہ ہی چھوڑ دیں کہ کیونکہ یہ شیعہ کرتے ہیں لہذا ہم نہیں کریں گے۔ یہ رویہ کہاں سے آگیا؟ یہ ظلم ہے۔ یہ ایک ایسا عجیب پہلو ہے کہ اِس سے ہم اپنے ایمان اور اُس کی جڑ پر چھری چلا رہے ہیں، اپنے ایمان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

یاد رکھ لیں اہل بیت کی محبت کسی ایک مسلک کا شعار ہے نہ کسی ایک مسلک کی وارثت ہے۔ یہ عین ایمان ہے اور عین اسلام ہے۔ امت مسلمہ کے ساتھ نادانستہ طریقے سے یہ ظلم ہوتا جارہا ہے کہ چونکہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مجالس اہل تشیع کرتے ہیں، لہذا جو سنی ہیں، وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر چھوڑ دیں، وہ محبت و مودت اہل بیت کا نام لینا چھوڑ دیں۔ تو کیا محبت حسنین رضی اللہ عنہما، محبت علی رضی اللہ عنہ، محبت فاطمہ رضی اللہ عنہا، مودت اہل بیت، آپ نے ایک مسلک کا ورثہ بنا دیا؟ یہ سوچ خارجیت کا اثر ہے، سنیت نہیں ہے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مودت اہل بیت نکل گئی تو آپ ایمان سے محروم ہو گئے۔ محبت اہل بیت نہ رہی تو آپ کا رشتہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کٹ گیا۔ آپ خود ہی ایمان سے محروم ہو رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر بٹھا کر گلی میں نکلتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پوری گلی میں، مجمع عام، سب کے سامنے زبان مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالتے ہیں، انہیں چومتے ہیں اور شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں اعلان فرماتے کہ حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ تو اس سے آقا علیہ السلام ایک سنت قائم کر رہے ہیں، امت کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ دیکھو میری محبت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیسی ہے۔۔۔ دیکھو میں اہل بیت سے کیسی محبت کرتا ہوں۔۔۔ میں نے تبلیغ دین، تبلیغ رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگا سوائے اپنی قرابت کی محبت کے۔۔۔ اور وہ بھی اِس لیے نہیں مانگ رہا کہ حسین رضی اللہ عنہ میرا نواسہ ہے تم اِس سے محبت کرو، کوئی بدلے کے طور پر نہیں مانگ رہا، نہیں، بلکہ اس لیے کہہ رہا ہوں

کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرو گے تو تمہارا ایمان بچ جائے گا۔ اِس میں بھی تمہارے ایمان کی فکر کر رہا ہوں۔ میری اہل بیت سے محبت کرو گے تمہارا ایمان بچ جائے گا۔ یہ کشتی نوح ہے، جو اِس میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا، جو رہ گیا وہ ڈوب گیا۔ میں اپنی قرابت اور اہل بیت کی محبت اور مودت کی تاکید بھی تمہارے بھلے کے لیے کر رہا ہوں، یہ تمہارے بھلے کے لیے ہے، اِس سے تمسک کرو گے، اِس سے لپٹ جاؤ گے تو تمہارا اسلام اور تمہارا دین بچ جائے گا۔ اہل بیت کی محبت سے میری محبت نصیب ہوتی ہے اور میری محبت سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔

(حاکم، المستدرک، 3:181، رقم: 4776، چشتی)

یہ ایک سلسلہ ہے، جو ہمیں محبت الٰہی تک لے جاتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت و تمسک عطا فرمائے، اُن کے طفیل آقا علیہ السلام کی محبت تک پہنچائے اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جرات و شجاعت کی داستان حضرت سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا

محترم قارئینِ کرام: واقعہ کربلا کے بعد۔ 11 محرم الحرم کو شہداء کے بے گوروکفن لاشوں سے جدا ہو کر۔ اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا لُٹا ہوا، اور غمزدہ قافلہ کوفہ کے لیے روانہ ہوا، جو کہ اس صوبے کا دارالخلافہ تھا۔ کربلا سے کوفہ تقریبًا 70 کلو میٹر ہے، یہ شہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت 17 ہجری میں اس وقت بسایا گیا، جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن فتح کیا، آپ کو فوج کے قیام کے لیے ایک ایسی فوجی چھاؤنی کی ضرورت تھی، جس کا صحرائی ماحول عرب کے مزاج سے موافق ہو، یہ شہر بالعموم سیاسی انتشار اور معاشرتی خلفشار کی آماجگاہ رہا، تاہم اس کی علمی مرکزیت بھی مسلم رہی، اور حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ کے ”دبستانِ حدیث“ نے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ کوفے کی ”مسجد حنانہ“ میں اہل بیت اطہار کے اس قافلے کو رات بسر کرنا تھی، تاکہ دن کے

اُجالے میں اس قافلے کو" دارالامارہ"یعنی گورنر ہاؤس میں، ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ یزیدی ہر کارے اور شاہی کارندے تختِ دمشق کی کامیابی کے نقّارے بجارہے تھے۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ان عظیم المرتبت شخصیات کو دربارِ کوفہ میں پیش کرنے کے لیے لے جایا جارہا تھا، جن کی عظمت وسطوت کے لیے کبھی وحی نازل ہوتی تھی، اس مظلوم قافلہ کی سالار حضرت سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا تھیں جن کی ولادت شعبان المعظم 5 ہجری بمطابق 626ء میں مدینہ المنورہ میں ہوئی، آپ سیّدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی بڑی صاحبزادی تھی، بوقتِ ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر سفر پر تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ نے بیٹی کا نام تجویز کرنے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توقف فرمایا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے، سلام کے بعد عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس بچی کا نام "زینب" رکھ دیں۔" امام شعرانی نے مزید لکھا ہے کہ پھر حضرت جبرائیل نے مستقبل میں اس صاحبزادی کو پیش آنے والے مصائب سے آگاہ کیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج بمطابق 10 ہجری، جس وقت حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک 5 سال سے کچھ زیادہ تھی، کو اپنے نانا جان کی رفاقت کی منفرد سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپ سیّدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی پاکیزہ اور اعلیٰ ترین آغوشِ تربیت کی پروردہ اور علم وحکمت، دین و ادب، شجاعت وسخاوت اور ایمان و ایقان کے پاکیزہ جواہر سے آراستہ تھیں۔ مسجد حنانہ میں جہاں مخدرات اہل بیت نبوت سیّدہ کائنات کی سب سے بڑی اور جلیل القدر صاحبزادی کی سرکردگی میں۔ اس مقام پر قیام فرما ہوئیں، عالمِ تصوّرات فقیر چودہ سو سال پیچھے چلا گیا کہ جب اسی کوفہ کو خلفیۃ المسلمین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ بنایا اور یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا، تو آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بڑی صاحبزادی عقیلۂ بنی ہاشم سیّدہ زینب جب یہاں تشریف فرما ہو رہی تھیں، تو اُن کے استقبال کے لیے از خود حضرت علی المرتضیٰ شہر سے باہر استقبال کے لیے آئے تھے، دنیا میں بیٹیوں کو عزت واکرام اور محبت وچاہت سے مشرف کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیاری نواسی جس کو

اپنے دونوں بھائیوں کی طرح اپنے نانا کی پشت پر سوار ہونے کا اعزاز میسر رہا اپنے والد کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا قرار تھیں۔ آپ کی اولو العزمی اور بلند ہمتی کے سبب۔ ''ام العزائم'' کے لقب سے معروف اور اصابتِ رائے کے پیش نظر ''شوریٰ'' کا حصہ رہتی، آپ کی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ از حد محبت تھی، کربلا کی خیمہ گاہوں میں بھی اس بہن کا خیمہ اپنے عظیم بھائی سے متّصل تھا، اور یوں باہمی مشاورت کا طویل سلسلے جاری رہتا۔ بہرحال۔ پھر ایسے حالات میں جبکہ بیٹی کی والدہ دنیا سے پردہ فرما گئی ہوں۔ تو باپ اپنی بیٹیوں کے لیے لاڈ اور چاؤ کس طرح کرتے ہیں؟ ہماری معاشرت بھی اس سے خوب آگاہ ہے۔ فقیر کو کوفہ میں خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین کے اس مختصر سے گھر اور اس میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے چھوٹے سے کمرے کی زیارت کا بھی شرف میسر آیا جس میں آپ نے 35 سے 40 ہجری کے دوران قیام فرمایا تھا، یہ گھر مسجد کوفہ سے تقریبًا 200 میٹر کے فاصلے پر ہے، ''بیتِ علی'' اور مسجد کوفہ کے درمیان اسی ''دارالامارہ'' کوفہ کے کھنڈرات کے نشان اب بھی موجود ہیں۔ جس کی وسیع و عریض عمارت تقریبًا بیس ایکڑ پر محیط تھی، اس عمارت کو حضرت سعد بن ابی وقاص نے عہد فاروقی میں بنوایا تھا، یزیدی دور میں یہ عمارت اہل بیت کرام کے خلاف ظلم و ستم کا مرکز رہی۔ یہی پر امام عالی مقام کا سرِ اقدس ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا، پھر اسی مقام پر ابن زیاد کا سر ایک تھال میں رکھ کر مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا، پھر مختار ثقفی کا سر اسی دارالامارہ میں مصعب بن عمیر کے سامنے پیش ہوا، اسی جگہ مصعب بن عمیر ضی اللہ عنہ کا سر عبدالملک کے سامنے لایا گیا۔ ابن عمیر لیثی نے سروں کی یہ داستانِ عبرت جب عبدالملک کو سنائی تو وہ خوف سے کانپ اُٹھا، اس نے گورنر ہاؤس کو دوسری جگہ منتقل کر کے اس منحوس عمارت کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی قدسی صفت ہستیاں قیدی بنا کر اسی گورنر ہاؤس میں ابن زیاد کے سامنے پیش ہوئیں، اسی سفر میں مختلف مقامات پر، سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے برجستہ ارشادات اور وقیع خطبات، اس داستانِ عزیمت کا ایک مستقل باب ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے خلاصہ خانوادہ نبوت، دین و شریعت کے منار اور نوجوانانِ جنت کے سردار کو قتل کیا... نامرادو! تم نے اپنے لیے کیسا راستہ منتخب کیا، تم پر اللہ کا غضب اور عذاب ہو

۔ جانتے ہو تم نے جگر رسول کو پارہ پارہ کیا، تم برے کام کے مرتکب ہوئے ہو، جس کی پاداش میں آسمان ٹوٹ پڑیں، زمین پھٹ جائے، پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ آسمان تم پر خون کے آنسو روئے ؟ یقیناً اُخروی عذاب سخت رسوا کرنے والا ہے اور وہاں تمہارا کوئی یار و مدد گار نہ ہو گا۔ اسی اندوہناک اور دلدوز واقعہ کے بعد جب اہل بیت کا یہ مظلوم قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حاضر ہوا تو ضبط کے بند ٹوٹ گئے ہوں گے، لالہ و شیون سے مدینہ کے بام و در تھرا اُٹھے اور یقیناً سیّدہ زینب روضہ اقدس سے لپٹ گئی ہوں گی اور اپنی مظلومیت اور بے کسی کی فریاد پیش کی ہوگی۔ ان حالات میں بھی سیّدہ زینب کا مدینہ منورہ میں قیام تختِ دمشق اور شامی حکمرانوں کو گوارا نہ ہوا۔ کیونکہ اس عظیم سانحہ اور دلدوز حادثہ پر پُرسہ دینے، تعزیت کرنے والوں کا تانتا باندھا رہتا، چنانچہ گورنر مدینہ نے پیغام بھیجا کہ آپ کا مدینہ میں مزید قیام حکمرانوں کو گوارا نہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور جگہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ شعبان 61 ھجری کو آپ ایک بار پھر مدینہ سے روانہ ہوئیں ۔ لیکن اب کے بار آپ کا رُخ مصر کی طرف تھا اور تقریباً ایک سال کے مختصر قیام کے بعد ہی آپ 62 ھجری میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں اِنَّا للهِ وَاِنَّا اِلَيهِ رَاجِعونَ، اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یک حسین رقم کرد دیگر زینب

محترم قارئینِ کرام: مختلف مسالک کی دنیا میں یہ ایک غلط مفروضہ قائم ہو چکا ہے کہ خانوادہ اہلبیت رضی اللہ عنہم اور خاص طور پر کربلا کے شہدا اور مقتدر شخصیات کے بارے میں سب سے زیادہ علم یا عشق و محبت کسی ایک مخصوص فرقے کو یا مسلک کو حاصل ہے۔ فقیر چشتی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی اس میں کم از کم میں نے اس فرق کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ محبت اور عشق دراصل ایک رویہ ہے لیکن اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ دنیا بھر میں عشق اور محبت کا ایک ہی رنگ اور ایک ہی ڈھنگ ہے۔ انسانوں سے محبت سے قطع نظر اپنے رب سے بھی محبت کے کتنے ہی انداز ہیں اور فقیر کی نظر میں کوئی انداز بھی غلط نہیں۔ یہی سوچ کر فقیر ڈاکٹر فیض احمد چشتی نے اپنی استطاعت اور علمی و دینی

علوم کی کمی سے واقف ہونے کے باوجود کربلا کی اس شیر دل خاتون اور ثانیِ بنت رسول علیہم السلام پر قلم اٹھانے کی جرآت کی ہے جو صرف مسلم خواتین کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کی حریت پسند خواتین کے لیے ایک مینارہ نور ہیں۔

حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نبی کریم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم کی نواسی، مولا علی و حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شہزادی اور جنّتی نوجوانوں کے سردار حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سگی بہن ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم کی حیاتِ ظاہری میں پیدا ہوئیں، بڑی عقل مند، دانا اور فراخ دِل تھیں۔ (اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 146، چشتی)

زینبِ کبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ہی کو کہا جاتا ہے۔ (تاریخِ مدینہ دمشق جلد 69 صفحہ 174)

نکاح اور اولاد آپ کے والد حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرتِ سیّدنا عبدُاللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے آپ کا نِکاح کیا، ان سے آپ کے ہاں چار بیٹوں حضرت علی، حضرت عون اکبر، حضرت عبّاس، حضرت محمد اور ایک بیٹی حضرت اُمِّ کلثوم رضوان اللہ تعالٰی علیہم اَجمعین کی وِلادت ہوئی۔ (اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 146)

سیّدہ زینب بنتِ علی 5 جمادی الاوّل 5 ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت علی اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہم کی بیٹی اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نواسی تھیں۔ زینب بنتِ علی تاریخِ اسلام کی اہم اور محترم شخصیت ہیں۔ آپ کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رکھا تھا۔ آپ کا نام دو الفاظ کا مجموعہ ہے زین کا مطلب زینت اور اب کا مطلب باپ یعنی زینب کے معنی باپ کی زینت۔ آپ شکل و صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشابہ تھیں۔ آپ اسلام اور انسانیت کی تاریخ کا ایک روشن ستارہ ہیں۔

القابات

تاریخی کتابوں میں آپ کے ذکر شدہ القابات کی تعداد 61 ہے۔ ان میں سے کچھ مشہور القابات

درج ذیل ہیں:

ثانی زھرا

صدیقہ صغریٰ

عقیلہ بنی ھاشم

محدثه

نائبة الزهرا

فاضلہ

شریکته الحسین

نائبة الحسین

عالمہ غیر معلمہ

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ایک فرد نہیں بلکہ اپنے مقدس وجود میں ایک عظیم کائنات سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی عظیم کائنات جس میں عقل و شعور کی شمعیں اپنی مقدس کرنوں سے کاشانہ انسانیت کے درو بام کو روشن کئے ھوئے ہیں اور جس کے مینار عظمت پر کردار سازی کا ایسا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا ہے کہ بی بی زینب کے مقدس وجود میں دنیائے بشریت کی وہ تمام عظمتیں اور پاکیزہ رفعتیں سمٹ کر ایک مشعل راہ بن جاتیں ہیں۔

عورتوں کی فطری ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور بنی آدم علیہ السلام کو حقیقت کی پاکیزہ راہ دکھانے میں جہاں مریم و آسیہ و ہاجرہ و خدیجہ و عائشہ اور طیبہ و طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن جیسی عظیم شخصیات اپنے مقدس کردار کی روشنی میں ہمیشہ جبین تاریخ کی زینت بن کر نمونہ عمل ہیں وہاں جناب زینب سلام اللہ بھی اپنے عظیم باپ کی زینت بنکر انقلاب کربلا کا پرچم اٹھائے ہوئے آواز حق و باطل، سچ اور جھوٹ، ایمان و کفر اور عدل و ظلم کے درمیان حد فاصل کے طور پر پہچانی جاتی ہیں۔

آغاز میں ہی ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں جو عام مسلمانوں نے شاید جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کی تینوں صاحبزادیوں کا نام زینب ہی تھا جو دراصل ''زینِ اب'' یعنی والد کی زینت اور فخر ہے۔

کربلا کی شیر دل خاتون زینب کبریٰ ہیں جو عقیلہ بنی ہاشم کہلاتی ہیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کربلا کی سرزمین پر وہ مقام حاصل کیا جس کی سرحدیں دائرہ امکان میں آنے والے ہر کمال سے آگے نکل گئیں اور حضرت زینب کی شخصیت تاریخ بشریت کی کردار ساز ہستیوں میں ایک عظیم اور منفرد مثال بن گئیں۔ سیدہ زینب کی ولادت اور سرکار دو عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرشاری

حضرت زینب سلام اللہ علیہا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ وہ 5 جمادی الاول 6 ھجری کو مدینہ میں پیدا ہوئیں۔

سیدہ سلام اللہ علیہا کی پیدائش پر پورے مدینہ میں سرور و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں ان کی عزیز بیٹی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی آغوش میں ایک چاند کا ٹکڑا اتر آیا تھا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو آغوش میں لیا ایک کان میں اذان اور ایک میں اقامت کہی اور دیر تک سینے سے لگائے ٹہلتے رہے۔
حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نواسی کا نام منتخب فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ جب بھی کہیں جاتے تو اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو سلام کر کے رخصت ہوتے تھے اور جب بھی کہیں سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے سیدہ سلام اللہ علیہا کو آکر سلام کرتے اور بیٹی سے ملاقات کے بعد کہیں اور جاتے تھے۔ حسب معمول جیسے ہی سفر سے واپس تشریف لائے سب سے پہلے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں داخل ہوئے تو اہل خانہ نے نومولود کی مبارک باد پیش کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھ کر سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے تھے اور

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے بیٹی کوماں کی آغوش سے لے کرنانا کی آغوش میں دے دیا۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار کیا اور کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا: خدانے اس بچی کا نام "زینب" منتخب کیا ہے۔

زینب کے معنی ھیں باپ کی زینت جس طرح عربی زبان میں "زین "معنی زینت اور "اب "معنی باپ کے ہیں یعنی باپ کی زینت ہیں۔ حضور اقدس نے جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو اپنے سینہ اقدس سے لگالیا اور اپنا رخسار مبارک زینب بنت علی سلام اللہ علیہا کے رخسار مبارک پر رکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ آقا دوعالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ زینب پر آنے والے مصائب سے آگاہ تھے۔

نشوونماء

سیدہ زینب کا بچپن فضیلتوں کے ایسے پاکیزہ ماحول میں گذرا جو اپنی تمام جہتوں سے کمالات میں گھرا ہوا تھا جس کی طفولیت پر نبوت وامامت کا سایہ ہر وقت موجود تھا اور اس پر ہر سمت نورانی اقدار محیط تھیں۔ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی روحانی عنایتوں سے نوازا اور اپنے اخلاق کریمہ سے زینب کی فکری تربیت کی بنیادیں مضبوط و مستحکم کیں۔

نبوت کے بعد امامت کے وارث مولائے کائنات نے انھیں علم و حکمت کی غذا سے سیر کیا، عصمت کبریٰ فاطمہ زہراء نے انہیں ایسی فضیلتوں اور کمالات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ جناب زینب تطہیر و تزکیہ نفس کی تصویر بن گئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ حسنین کریمین نے انھیں بچپن ہی سے اپنی شفقت آمیز ہم عصری کا شرف بخشا جو زینب سلام اللہ علیہا کے پاکیزہ تربیت کی وہ پختہ بنیادیں بنیں جن سے اس مخدومہ اعلیٰ کا عہد طفولیت ایک روشن مثال بن گیا۔

شعوری اور فکری تربیت

فضیلتوں اور کرامتوں سے معمور گھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ و حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مانند عظیم ہستیوں کے دامن میں زندگی بسر کرنے والی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا وجود تاریخ بشریت کا ایک غیر معمولی کردار بن گیا ہے کیونکہ اپنی بے مثل ذکاوت سے کام اور علم و معرفت کی کرنیں سمیٹ کر وہ خود اخلاق و کمالات کی درخشاں قندیل بن گئیں۔

جب بھی ہم جناب زینب سلام اللہ علیہا کی تاریخ حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے معنوی کمالات کی تجلیاں، جو زندگی کے مختلف شعبوں پر محیط نظر آتی ہیں، آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔ چاہے وہ اپنی ماں کی آغوش میں ہنستی اور مسکراتی تین چار ماہ کی ایک معصوم بچی ہو۔ چاہے وہ کوفہ میں خلیفہ وقت کی بیٹی کی حیثیت سے خواتین اسلام کے درمیان اپنے علمی دروس کے ذریعہ علم و معرفت کے موتی نچھاور کرنے والی ہو یا کربلا کے خون آشام معرکے میں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ شریک و پشت پناہ، فاتح کوفہ و شام ہو، ہر جگہ اور ہر منزل میں اپنے وجود اور اپنے زریں کردار و عمل کے لحاظ سے منفرد اور لاثانی نظر آتی ہے۔

روایت کے مطابق حضرت زینب سلام اللہ علیہا ابھی چار سال کی بھی نہیں ہوئی تھیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ ایک ضرور تمند کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے اپنے مہمان کے لئے کھانے کی فرمائش کی، انہوں نے عرض کی یا ابا الحسن !اس وقت گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے صرف مختصر سی غذا ہے جو میں نے زینب سلام اللہ علیہا کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ یہ سن کر بیٹی زینب سلام اللہ علیہا نے مسکراتے ہوئے کہا: مادر گرامی، میرا کھانا بابا کے مہمان کو کھلا دیجئے، میں بعد میں کھالوں گی۔ یہ سن کر ماں نے بیٹی کو سینے سے لگا لیا اور باپ کی آنکھوں میں مسرت و فرحت کی کرنیں بکھر گئیں اور فرمایا: ”تم واقعتا زینب ہو“۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو بھی بچپن میں ہی اپنے نانا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت اور پھر چند ہی ماہ بعد اپنی عظیم ماں کی مادرانہ شفقت سے محروم ہونا پڑا لیکن زمانے کے ان

حادثوں نے مستقبل کے عظیم فرائض کی ادائیگی کے لئے پانچ سالہ زینب کے حوصلوں کو اور زیادہ قوی و مستحکم کر دیا۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی رحلت کے بعد تمام خانگی امور کے علاوہ خواتین اسلام کی تہذیب و تربیت کی ذمہ داریوں کو اس طرح اپنے کاندھوں پر سنبھال لیا کہ تاریخ آپ کو ''ثانی زہراء'' اور ''عقیلہ بنی ہاشم'' جیسے خطاب عطا کرنے پر مجبور ہوگئی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے نبوت و امامت کے بوستان علم و دانش سے معرفت و حکمت کے پھول اس طرح اپنے دامن میں سمیٹ لئے تھے کہ آپ نے احادیث کی روایت اور تفسیر قرآن کے لئے مدینہ اور اس کے بعد اپنے والد گرامی حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کے دور خلافت میں کوفہ کے اندر، با قاعدہ مدرسہ کھول رکھا تھا جہاں خواتین کی ایک بڑی تعداد اسلامی علوم و معارف کی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے زمانے کی عورتوں کے لئے تعلیم و تربیت کا ایک وسیع دستر خوان بچھا رکھا تھا جہاں بہت سی خواتین آئیں اور اعلی علمی و عملی مراتب پر فائز ہوئیں۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بچپن فضیلتوں کے ایسے پاکیزہ ماحول میں گزرا جو اپنی تمام جہتوں سے کمالات میں گھرا ہوا تھا جس کی طفولیت پر نبوت و امامت کا سایہ ہر وقت موجود تھا اور اس پر ہر سمت نورانی اقدار محیط تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی روحانی عنایتوں سے نوازا اور اپنے اخلاق کریمہ سے فکری تربیت کی بنیادیں مضبوط و مستحکم کیں۔

نبوت کے بعد امامت کے وارث مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں علم و حکمت سے سیر کیا۔ عصمت کبریٰ سیّدۃ فاطمہ زہرا نے انہیں ایسی فضیلتوں اور کمالات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ سیّدہ زینب تطہیر و تزکیہ نفس کی تصویر بن گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حسنین کریمین نے انہیں بچپن سے ہی اپنی شفقت آمیز ہم عصری کا شرف بخشا جو سیّدہ زینبؓ کی پاکیزہ تربیت کی وہ بنیادیں بنیں جن سے ان کا عہدِ طفولیت ایک روشن مثال بن گیا۔

حضرت علی کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار کے فرزند حضرت عبداللہ سے آپ کی شادی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار عرب کے مشہور جواد و کریم اور حضرت علی کے جان نثار تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر سے حضرت زینب رضی اللہ عنہم کی جو اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں علی، عون، اکبر، عباس، اُمِ کلثوم، جعفر اکبر اور محمد۔ جن میں سے عون اور محمد کربلا میں امام حسین کے ہمراہ شہید ہو گئے۔

معرکۂ کربلا میں شرکت میدانِ کربلا میں آپ اپنے دو شہزادوں حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تشریف لائیں، دونوں شہزادوں نے دورانِ جنگ بہادری کے خوب جوہر دِکھائے، بالآخر ظالم یزیدیوں کو تہِ تیغ کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کر گئے
۔(سوانح کربلا صفحہ نمبر 127، چشتی)

صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے رضائے الٰہی پر راضی رہنا انتہائی اعلیٰ صفات ہیں، صبر کرنے سے اللہ پاک کی خاص مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، حضرت سیّدتنا بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کربلا کے قیامت نُما سانحہ میں اپنے بیٹے، بھتیجے حتّٰی کہ جان سے عزیز بھائی امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوتے دیکھے لیکن اس کے باوجود ایک لمحے کے لیے بھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور آپ کے پائے استقامت میں ذرّہ برابر بھی لرزش نہیں آئی، گویا آپ صبر کا پہاڑ تھیں جنہیں درد و غم کا کوئی بھی طوفان ان کی جگہ سے ہٹا نہیں پایا۔

گھر لُٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلبیت
(ذوقِ نعت صفحہ 73)

مشکل وقت میں ان پاک ہستیوں کے مصائب یاد کرنے سے بھی صبر کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک یزیدی نے کربلا کی ظاہری برتری کو اپنی فتح کی دلیل بناتے ہوئے طنز کا زہریلا تیر چلایا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے منہ توڑ جواب دیا، پھر اللہ پاک کے انعامات پر یوں حمد بجا

لائیں: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے ذریعے ہمیں عزّت بخشی اور ہمیں خوب ستھرا کیا۔(الکامل فی التاریخ، ج3، ص435، چشتی)

امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے دو روز بعد اسیرانِ کربلا کو کوفہ لے جایا گیا، کوفہ سے واپسی پر جب ان کا گزر میدانِ کربلا سے ہوا تو وہاں شہداء کے خون سے لَت پَت مبارک جسم دیکھ کر عزّت مآب خواتینِ اہلِ بیت کے دل بیتاب ہو گئے، دل کا درد ضبط نہ ہو سکا، حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس موقع پر بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم! آپ پر آسمان کے فرشتوں کا درود ہو، دیکھئے! یہ حسین میدان میں لیٹے ہوئے ہیں، خون میں لَت پَت ہیں، ان کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہیں، آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کر دی گئی ہے اور ہوا ان پر خاک اُڑا رہی ہے۔(الکامل فی التاریخ، ج3، ص434)

اہلِ بیتِ اَطہار کی محبت کا دم بھرنے والو! مشکل گھڑی آن پڑے تو ان پاکیزہ نفوس کی پیروی میں آپ بھی بارگاہِ رسالت میں استغاثہ پیش کیا کیجئے، شرعًا اس میں کوئی حرج نہیں اور اللہ پاک چاہے تو اس کی برکت سے مشکلات بھی حل ہو جاتی ہیں۔

واللہ وہ سُن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دِل سے
(حدائقِ بخشش صفحہ143)

واقعہ کربلا کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا دمشق میں اہلِ بیتؓ کے ساتھ رہیں۔ استقامت، جرأت، ایثار، جہاد اور حمایتِ دین کا جو مظاہرہ آپؓ نے فرمایا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ان کا حضرت امام حسینؓ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا تک کا سفر غیر معمولی کارنامہ ہے۔ دس (10) محرم الحرام کو امام حسینؓ کے شہید ہو جانے پر یتیموں، بیوائوں اور بچوں کی نگہبانی کی۔ جوانانِ اہلِ بیتؓ کی دردناک شہادت پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ لٹے ہوئے قافلے کے اسیر ہو کر کوفہ جانے کے دوران

سب کی حفاظت کرنا اور ہمت بندھانا، کوفہ میں ان کی لاجواب تقاریر، ابنِ زیاد کی گستاخیوں کا جواب دینا، اس کے بعد شام کا سفر، شام کے بازار اور یزید ملعون کے دربار میں اپنی حقانیت کا اعلان کرنا، فصیح و بلیغ خطبے اور برجستہ جوابات، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ خطبہ دے رہے ہیں، امام زین العابدین کو ابنِ زیاد کے بے رحم ہاتھوں سے زندہ بچا لانا آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اہم کارنامے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین ابن علی کے مقصد میں بھرپور ساتھ دیا اور شریکتہ الحسین کہلائیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک بلند مقام سے جنگ دیکھ رہی تھیں جو آج بھی ''ٹیلہ زینبیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت زین العابدینؓ کو اور باقی تمام عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ فوجِ یزید قتلِ عام کے بعد آگے بڑھی اور اہلِ بیت کے تمام خیموں کو آگ لگا دی۔ نواسیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تپتے ہوئے صحرا میں لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ اکیلی رہ گئیں۔ تمام عورتوں اور بچوں کی ڈھارس بندھائی جبکہ اپنا سینہ دکھوں اور غموں سے نڈھال تھا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسینؓ رقم کرد دیگرے زینب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پا کر کربلا میں تاریخ رقم کی اور پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کربلا سے دمشق تک کے سفر میں جا بجا تقاریر کر کے اور تمام یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھ کر تاریخ رقم کی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر شہید کرنے والوں کو حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا

شیعوں کا مشہور محقق ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی لکھتا ہے:

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا عنہا کا خطبہ

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے کوفہ والو! اے مکارو خیانت کارو! اے بے غیرت لوگو! خدا کرے تمھاری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکے اور تمھارے نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو۔ کیا تم میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے لیے رو رہے ہو روؤ کہ تم اسی لائق ہو، ہنسو کم روؤ زیادہ کہ تمہارے دامن پر ذلت کی گرد بیٹھ چکی ہے، یہ بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر ہمیشہ رہے گا اسے ہرگز نہ چھڑا سکو گے۔

(احتجاج طبرسی جلد سوم وچہارم صفحہ نمبر 68 مترجم اردو مطبوعہ ادارہ تحفظِ حسینیت لاہور پاکستان، چشتی)، (صحیفہ کربلا صفحہ نمبر 388 علی نظر منفرد مترجم نثار احمد زین پوری)

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کوفہ والوں کا جن کا تعلق عبد اللہ بن سبا سے تھا اور جو منافقت کرکے حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما اور اب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر گئے۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بد دعا کا آج بھی اثر دیکھا جا سکتا ہے۔ ہر طرف آپ کو آج بھی وہ لوگ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر روتے اور ماتم کرتے ہوئے نظر آئینگے۔ دنیا میں انبیاء علیہم السّلام کو بھی شہید کیا گیا اور بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جنگوں میں شہید ہوئے لیکن اسلام نے کسی کے لئے ماتم پایا یا ہر سال نوحہ اور سینہ کوبیاں نہیں کیں۔ بلکہ یہ سب کچھ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ان کوفی رافضیوں نے ایجاد کی جنہوں نے پہلے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا بلایا اور پھر بے وفائی اور غداری کرکے ان کو شہید کیا اور آخر میں اپنا جرم چھپانے کیلیئے پہلے "توابین" بنے اور پھر بعد میں رونا پٹنا ایجاد کیا تاکہ کوئی ہم کو پہچان نہ لے۔ رب کی قدرت دیکھئے کہ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زبان مبارکہ سے ہی ان منافقوں کی نشاندھی ہوگئی اور آج آپ پوری دنیا میں اِن حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو باآسانی پہچان سکتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے دلیرانہ خطبات نے یزید کی ناپاک حکومت کے ستون ہلا کر رکھ دیے اور اس کو دین اور دنیا میں قیامت تک کے لیے ذلیل کردیا۔ یزید کی محفل میں جب حضرت زینب رضی اللہ

عنہا کی نظر اپنے بھائی امام عالی مقامؑ کے سر مبارک پر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہا نے غمناک آواز میں فریاد کی جس سے تمام درباریوں کے دل دہل گئے۔ آپؓ نے فرمایا:

اے حسین، اے محبوبِ خدا، اے مکہ و منیٰ کے بیٹے، اے فاطمہ زہرا سیّدۃ النساء کے بیٹے، اے محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے!

راوی اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خدا کی قسم! بی بی زینب رضی اللہ عنہا کی آواز سے تمام لوگ رونے لگے جو یزید ملعون کے دربار میں موجود تھے اور یزید اس طرح خاموش بیٹھا تھا گویا اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ یزید ملعون نے لکڑی لانے کا حکم دیا پھر یزید ملعون نے اس لکڑی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے لبوں اور دندان مبارک پر لگایا۔ ابو بردہ اسلمی (جو صحابیِ رسولؐ تھے) نے یزید ملعون کو مخاطب کر کے کہا۔ اے یزید! کیا تو اس چھڑی کو فرزندِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دندانِ مبارک پر مار رہا ہے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین رضی اللہ عنہٗ اور ان کے بھائی حسن رضی اللہ عنہٗ کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے تم دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہو، جو تمہیں قتل کرے اسے خدا غارت کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لیے جہنم کو تیار کرے۔ اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ یزید ملعون غصے میں چیخنے لگا اور حکم دیا کہ ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو باہر نکال دو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر طویل خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی پاکیزہ اہلِ بیت پر۔ امابعد بلآخر ان لوگوں کا انجام بُرا ہے جنھوں نے اپنے دامنِ حیات کو بُرائیوں سے داغدار کر کے اپنے خدا کی آیات کی تخریب کی اور آیاتِ پروردگار کا مذاق اڑایا۔ اے یزید کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر دربدر پھرانے سے تو خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہوا اور ہم رسوا ہوئے ہیں؟ کیا ہم تیرے خیال میں مظلوم ہو کر ذلیل ہو گئے اور تو ظالم بن کر سربلند ہوا ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں تجھے

شان و مقام حاصل ہو گیا ہے ؟ آج اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں سر مست ہے۔ مسرت و شادمانی سے سر شار ہو کر اپنے غالب ہونے پر اترا رہا ہے اور خلافت کے ہمارے مسلمہ حقوق کو غصب کر کے خوشی و سرور کا جشن منانے میں مشغول ہے اپنی غلط سوچ پر مغرور نہ ہو اور ہوش کی سانس لے، کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا ہے ”حق کا انکار کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں یہ ان کے حق میں بھلائی ہے۔ ہم انہیں مہلت اس لیے دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں زیادتی کریں اور ان کے لیے خوار کرنے والا عذاب ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا:

اے یزید! کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی مستورات اور لونڈیوں کو چار دیواری کا تحفظ فراہم کر کے پردے میں بٹھا رکھا ہے جبکہ رسولؐ زادیوں کو سر برہنہ دربدر پھرا رہا ہے۔ تو نے عصمت کی چادریں لوٹ لیں اور ان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا تیرے حکم پر رسولؐ زادیوں کو بے نقاب کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔

اے یزید یاد رکھ کہ خدا آلِ رسول کا تجھ سے انتقام لے کر ان مظلوموں کا حق انہیں دلائے گا اور انہیں امن و سکون کی نعمت سے مالا مال کر دے گا اور خدا کا فرمان ہے ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں ربّ کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔“ افسوس تو اس بات پر ہے کہ شیطان کے ہمنوا اور بدنام لوگوں نے رحمان کے سپاہیوں اور پاکباز لوگوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور ابھی تک اس شیطانی ٹولے کے ہاتھوں سے ہمارے پاک خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور صحرا کے بھیڑیے پاکباز شہیدوں کی مظلوم لاشوں کے ارد گرد گھوم رہے ہیں اور جنگل کے نجس درندے ان پاکیزہ جسموں کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ تو (یزید) جتنا چاہے مکر و فریب کر لے اور بھرپور کوشش کر کے دیکھ مگر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تُو نہ تو ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وحی الٰہی کے پاکیزہ آثار محو کر سکتا ہے۔ تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دے کہ ظاہر سازی کے ذریعے ہماری شان و منزلت کو پا لے گا۔ تو نے جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا بدنما داغ اپنے دامن سے نہیں دھو

پائے گا۔ تیرا نظریہ نہایت کمزور اور گھٹیا ہے تیری حکومت کے گنتی کے چند دن باقی ہیں۔ تیرے سب ساتھی تیرا ساتھ چھوڑ جائیں گے اور تیرے پاس اس دن حسرت و پریشانی کے سوا کچھ نہیں بچے گا جب منادی ندا کرے گا کہ ظلم و ستم گر لوگوں کے لیے خدا کی لعنت ہے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خطبہ سن کر یزید سکتے میں آ گیا اور اس کو خطرہ ہوا کہ کہیں لوگ خاندانِ رسالت کی حمایت میں میرے خلاف نہ اُٹھ کھڑے ہوں۔ اس نے قافلے کو فوراً واپس مدینہ بھیجنا مناسب سمجھا اور حضرت نعمان بن بشیر انصاری کی زیرِ حفاظت قافلہ اہلِ بیت کو مدینہ روانہ کیا۔ واپس آکر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک پر تشریف لائیں تو یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری ہو گئے:

اے میرے مقدس نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں آپ کے فرزند اور اپنے بھائی حسین کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔ آپ کی اولاد کو رسیوں سے باندھ کر بے پردہ کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔" پھر آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ کی قبر پر تشریف لائیں اور کربلا کا تمام حال ایسے درد ناک الفاظ میں بیان کیا اور اتنی گریہ و زاری کی کہ پتھروں کا کلیجہ بھی چھلنی ہو جائے۔

بے پناہ مصائب نے شہزادی زینب کے دل و جگر کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ مدینہ منورہ میں دل نہ لگا تو دمشق تشریف لے گئیں اور وہاں پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی 62ھ میں انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور یوں یتیمانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی سرپرست، شہدائے کربلا کی یادگار اور دشمنوں کو عذابِ خدا سے ڈرانے والی بے مثال خطیبہ اپنے محبوب اور مظلوم بھائی سے جنت الفردوس میں جا ملیں۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا جیسی جرأت، حوصلہ اور عزم عطا فرمائے اور وہ تمام لوگ خاص کر خواتین جو مشکلات میں گھبرا کر گلہ گوئی شروع کر دیتی ہیں اور پریشانی کے عالم میں ناامید ہو کر توکل کا دامن چھوڑ دیتی ہیں، ان سب کے لیے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شخصیت و کردار اور حیاتِ طیبہ میں رہنمائی ہے۔۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

محترم قارئینِ کرام: حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت 38 ہجری کو مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا نام "علی" رکھا گیا اور کثرتِ عبادت کے سبب سجّاد اور زینُ العابِدین (یعنی عبادت گزاروں کی زِینت) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔
(الاعلام جلد4 صفحہ 277)

آپ رضی اللہ عنہ 2 سال اپنے دادا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی پرورش میں رہے، 10 سال اپنے تایا جان حضرت امامِ حَسَن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی تربیت میں رہے اور پھر تقریبًا 11 سال والدِ ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیرِ نگرانی عُلوم ومَعرِفَت کی منازل طے کیں۔
(شرح شجرہ قادریہ صفحہ 52)

آپ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عقیدت منداور علمِ دین کے بے حد شائق تھے، شبہ والی چیزوں سے دامن بچاتے تھے، آپ کی عادات میں صلۂ رحمی، سخاوت اور پوشیدہ صدقہ کرنا شامل تھا۔
(سیر اعلام النبلاء جلد5 صفحہ 333 تا340، چشتی)

مدینۂ منورہ میں کچھ غریب گھرانے تھے جن کے کھانے پینے کا انتظام راتوں رات ہوجاتا اور دینے والے کا پتا بھی نہیں چلتا تھا۔ وقت گزرتا رہا اور شہرِ مدینہ میں سو(100) کے قریب گھروں کو اَن دیکھے ہاتھوں سے سامانِ زندگی ملتا رہا۔ پھر ایک عظیم ہستی کا انتقال ہوا، ساتھ ہی اُن فقرائے مدینہ کو راشن ملنا بھی بند ہوگیا۔ تب ظاہر ہوا کہ پوشیدہ صدقہ کرنے والے وہ عظیم بزرگ حضرت امام زینُ العابدین علی اوسط رضی اللہ عنہ تھے۔ (حلیۃ الاولیاء جلد3 صفحہ 160)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بہت تقویٰ اور خوفِ خدا کے حامل تھے، جب وضو کرتے توخوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد پڑجاتا تھا، گھر والوں نے پوچھا کہ آپ پر وضو کے وقت یہ کیفیت کیوں طاری ہوجاتی ہے؟ تو فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جارہا ہوں؟۔
(احیاء علوم الدین جلد4 صفحہ 227، چشتی)

ایک مرتبہ کنیز آپ کو وضو کروا رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے برتن چھوٹ کر آپ کے چہرے سے ٹکرایا جس سے چہرہ زخمی ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اُس نے عفو و درگزر کی فضیلت پر مشتمل ایک آیتِ مبارکہ پڑھ دی، جسے سن کر آپ نے نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ ارشاد فرمایا: جا تو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ (تاریخ ابن عساکر جلد 41 صفحہ 387)

آپ رضی اللہ عنہ اپنے اکابرین رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیوں کی چلتی پھرتی تصویر تھے اور خوفِ خدا میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تو خوف کے مارے آپ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ گھر والے دریافت کرتے، یہ وضو کے وقت آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ تو فرماتے: تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں؟۔
(احیاء العلوم کتاب الخوف والرجاء جلد ۴ صفحہ ۲۲۶، چشتی)

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حج کا احرام باندھا تو تلبیہ (یعنی لبیک) نہیں پڑھی۔ لوگوں نے عرض کی، حضور آپ لبیک کیوں نہیں پڑھتے؟ آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا، مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں لبیک کہوں اور اللہ عزوجل کی طرف سے "لَا لَبَّیْکَ" کی آواز نہ آجائے، یعنی میں تو یہ کہوں کہ "اے میرے مالک! میں بار بار تیرے دربار میں حاضر ہوں۔" اور ادھر سے یہ آواز نہ آجائے کہ "نہیں نہیں! تیری حاضری قبول نہیں۔ لوگوں نے کہا، حضور! پھر لبیک کہے بغیر آپ کا احرام کیسے ہو گا؟ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ پڑھا لیکن ایک دم خوفِ خدا سے لرز کر اونٹ کی پشت سے زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آتے تو "لبیک" پڑھتے اور پھر بے ہوش ہو جاتے، اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا۔ (اولیائے رجال الحدیث صفحہ ۱۶۴)

میدانِ کربلا کی طرف جانے والے حسینی قافلے کے شرکاء میں آپ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے
میدانِ کربلا کی طرف جانے والے حسینی قافلے کے شرکاء میں آپ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے مگر

جب 10 محرم الحرام کو بزمِ شہادت سجی تو آپ شدید بیمار تھے۔ چُنانچہ آپ رضی اللہ عنہ حسینی قافلے کے واحد مرد تھے جو اس معرکہ حق و باطل کے بعد زندہ بچے تھے۔ 58 برس کی عمر میں ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دیا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ 94 ھجری میں شہادت کے منصب پر فائز ہو کر مدینہ شریف میں جنت البقیع میں آرام فرما ہوئے۔

ایک مرتبہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اونٹنی نے شوخی کرنا شروع کر دی۔ آپ نے اسے بٹھایا اور کوڑا دکھایا اور فرمایا: سیدھی ہو کر چلو ورنہ یہ دیکھ لو! چنانچہ اس کے بعد اس نے شوخی چھوڑ دی۔
(جامع کرامات اولیاء جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

اسمِ اعظم

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسمِ اعظم " اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ " ہے۔("فتح الباري باب لله مائة اسم غير واحدة جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۹)

حدیث پر عمل کا جذبہ اور سخاوت امام زین العابدین

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمان غلام کو آزاد کرے گا اس کے ہر عضو کے بدلے میں للہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما کو سنائی انہوں نے اپنا ایک ایسا غلام آزاد کیا جس کی قیمت عبدللہ بن جعفر دس 10 ہزار دیتے تھے۔ (صحیح البخاري کتاب العتق باب فی العتق وفضلہ الحدیث: ۲۵۱۷ جلد ۲ صحہ ۱۵۰، چشتی)

نبی کریم صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار "ذوالفقار" حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنو امیہ آپ

سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لیے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجیے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اِس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۳۸ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر کیے گئے اور لوہے کی بھاری قید و بند کا بارِ گراں ان کے تنِ نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعیّن کر دیے گئے، امام زہری علیہ الرحمہ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بارِ مصائب دل پر گوارا نہیں ہے۔ اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکّر ہے اور عذابِ الٰہی عزوجل کی یاد ہے۔ یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیے۔ یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انہیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسایشِ وجود، گھربار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی عزوجل کے لیے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتّع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے آمین۔

(المنتظم سنۃ اربع وتسعین ۵۳۰ علی بن الحسین الخ، جلد ۶ صفحہ ۳۳۰)

حضرت امام زین العابِدین علیہ رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو غیبت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: غیبت سے بچو، کیونکہ یہ انسان نُما کتّوں کا سالن ہے۔ (ذَمُّ الْغِیبَۃِ لِابْنِ اَبِی الدُّنْیا صفحہ ۱۸۱ رقم ۱۶۱)

کُتّوں سے تشبیہ دینے کی وجہ

حضرت امام زین العابدین علیہ رضی اللہ عنہ نے غیبت کرنے والوں کو انسان نُما کتّوں کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں غیبت کو مردار کا گوشت کھانے کی مثل بتایا گیا

ہے اور مردار کا گوشت چبانا اور کھانا کتّوں کا کام ہے لہٰذا غیبت کرنے والے گویا کُتّوں کی مثل ہو کر آدمیوں کی اَقسام سے خارِج ہوئے کیونکہ اگر آدمی ہوتے تو ان میں آدمی کی صفت ہوتی اور انسان کی خصلت ان میں پائی جاتی، کسی کی غیبت نہ کرتے، کسی کا گوشت کُتّوں کی طرح نہ چباتے۔

حضرت محمد بن ہِلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدنا علی بن حسین (یعنی امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما کو سفید عمامہ باندھتے دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ عمامہ کا شملہ اپنی پیٹھ مبارک پر لٹکا تے تھے۔ (تاریخ الاسلام ۴۳۲/۶) (تاریخ ابنِ عساکر، ۳۶۵/۴۱ واللفظ لہ)

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں خیرات کیا اور آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ بہت سے غرباءِ اہلِ مدینہ کے گھروں میں ایسے پوشیدہ طریقوں سے رقم بھیجا کرتے تھے کہ ان غرباء کو خبر ہی نہیں ہوتی تھی کہ یہ رقم کہاں سے آتی ہے؟ مگر جب آپ کا وصال ہو گیا تو ان غریبوں کو پتا چلا کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سخاوت تھی۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد ۵ صفحہ ۳۳۶، چشتی)

حضرتِ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو کسی نے گالی دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا مبارک کُرتا اور ایک ہزار درھم دینے کا حکم دیا۔ تو کسی نے کہا: آپ نے پانچ خصلتیں جمع کرلی ہیں:

(۱) بردباری (۲) تکلیف نہ دینا (۳) اس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینا جو اسے اللہ عزوجل سے دور کردیتی (۴) اسے توبہ وندامت کی طرف راغب کرنا (۵) برائی کے بعد تعریف کی طرف رجوع کرنا۔ آپ نے معمولی دنیا کے ساتھ یہ تمام عظیم چیزیں خرید لیں۔ (احیاء العلوم: ۲۲۱/۳)

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم تابعین مدینہ منورہ میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ عابدین کی زینت، اطاعت گزاروں کے سردار، وفادار عبادت گزار اور مہربان سخی تھے۔
(اللہ والوں کی باتیں جلد 3 صفحہ 193، چشتی)

دنیا میں پانچ حضرات بہت روئے ہیں: حضرتِ آدم عَلَیہِ السَّلَام فراقِ جنت میں، حضرتِ نوح عَلَیہِ

السَّلام و حضرتِ یحییٰ عَلَیۡہِ السَّلام خوفِ خدا میں ، حضرتِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فراقِ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَآلہ وَسَلَّم میں ، حضرتِ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس یاد کرکے ۔ (مراۃ المناجیح جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرے والدِ ماجد حضرت اِمام زینُ العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ قسم کے لوگوں کی نہ تو صحبت اختیار کرنا، نہ ان سے گفتگو کرنا اور نہ ہی سفر میں ان کی رفاقت اختیار کرنا۔ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان وہ کون ہیں ؟ فرمایا: فاسق کی صحبت اختیار نہ کرنا کیونکہ وہ تجھے ایک یا ایک سے کم لقمہ کے بدلے میں بیچ دے گا۔ میں نے عرض کی لقمے سے کم کیا مراد ہے ؟ فرمایا: لقمے کا لالچ کرے گا لیکن اسے حاصل نہیں کر سکے گا۔ میں نے عرض کی دوسرا شخص ؟ فرمایا: بخیل کی صحبت میں نہ بیٹھنا کیونکہ وہ ایسے وقت میں تجھ سے مال روک لے گا جب تجھے اس کی سخت حاجت و ضرورت ہوگی۔ میں نے عرض کی تیسرا کون ہے ؟ فرمایا : جھوٹے کی صحبت میں نہ بیٹھنا کیونکہ وہ سَراب کی طرح ہے جو تجھ سے قریب کو دور اور دور کو قریب کر دے گا۔ میں نے عرض کی چوتھا شخص ؟ فرمایا: اَحمق (بے وقوف) کی صحبت اختیار کرنے سے بچنا کیونکہ وہ تجھے فائدہ پہنچانے کی کوشش میں نقصان پہنچا دے گا۔ میں نے عرض کی پانچواں شخص کون ہے ؟ فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلُّق کرنے والے کی صحبت میں بیٹھنے سے بچنا کیونکہ میں نے کتابُ اللہ میں تین مقامات پر اسے ملعون پایا ہے۔

حضرت امام زینُ العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سخی وہ نہیں جو مانگنے والوں کو دیتا ہے بلکہ سخی وہ ہے جو اللہ کے فرمانبرداروں کے حقوق کی ادائیگی میں پہل کرتا ہے اور اپنی تعریف کا خواہشمند نہیں ہوتا بشرطیکہ بارگاہِ خداوندی سے کامل ثواب کا یقین رکھے۔ (احیاالعلوم جلد 3 صفحہ 739، چشتی)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پھوپھا ہیں، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور سیدتنا ام کلثوم

رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں اور والد کی بہن پھوپھی ہوتی ہے اور پھوپھی کا شوہر پھوپھا ہوتا ہے، چونکہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت سیدتنا اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں لہٰذا وہ آپ کے پھوپھا ہوئے۔ (طبقات کبری، بقیۃ الطبقۃ الثانیۃ من التابعین، ج۵، ص ۱۶۲)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ک

ُنَّا نَعْلَمُ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نُعَلِّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ،

یعنی: ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مغازی کا علم اس طرح حاصل کرتے جس طرح قرآن مجید کی سورتیں سیکھا کرتے تھے۔

(البدایۃ والنھایۃ جلد ۲ صفحہ ۶۴۲) (سبل الھدی والرشاد الباب الثانی اختلاف الناس۔ الخ، جلد ۴ صفحہ ۱۰، چشتی)

شان فاروقِ اعظم بزبان امام زین العابدین رضی اللہ عنہما

حضرت ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام علی بن حسین امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مَا كَانَ مَنْزِلَةُ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ

یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں کیا مقام و مرتبہ تھا؟ فرمایا:

كَمَنْزِلِهِمَا الْيَوْمَ هُمَا ضَجِيْعَاهُ ،

یعنی عہدِ رسالت میں ان کا مقام و مرتبہ وہی تھا جو آج ہے کہ دونوں اس وقت بھی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دوست تھے اور آج مزار میں بھی دونوں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

دوست ہیں۔ (مناقبِ امیر المومنین عمر بن الخطاب الباب العشرون صفحہ نمبر ۴۳، چشتی)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان کی کنیز وضو کروا رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے لوٹا گر گیا جس سے وہ زخمی ہو گئے، انہوں نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس نے عرض کی: اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ

"اور غصّہ پینے والے" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قَدْ كَظَمْتُ غَيْظِيْ، یعنی میں نے اپنا غصّہ پی لیا۔ اس نے پھر عرض کی:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

، اور لوگوں سے در گزر کرنے والے، ارشاد فرمایا: قَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْكِ، یعنی اللہ پاک تجھے معاف کرے۔ پھر عرض گزار ہوئی: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ، اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں، ارشاد فرمایا: اِذْهَبِيْ فَاَنْتِ حُرَّةٌ، یعنی جا تو آزاد ہے۔ (شُعَبُ الْاِیمان جلد ۶ صفحہ ۳۱۷ حدیث ۸۳۱۷)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ سے بے حد پیار کرتے تھے اور اِسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام شہزادوں (یعنی بیٹوں) کے نام "علی" رکھتے تھے۔ بڑے شہزادے (یعنی بڑے بیٹے) کا نام "علی اکبر" ہے۔ اُن سے چھوٹے جو کہ امام زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں مگر اِن کا اَصل نام "علی اَوسط" ہے اور سب سے چھوٹے شہزادے، ننھے ننھے پیارے پیارے "علی اصغر رضی اللہ عنہم" ہیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دونوں شہزادے اپنے ابو جان کے ساتھ "میدانِ کربلا" میں شہید ہو گئے تھے۔

حضرت امام زینُ العابدین علی بن حُسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر جسم بیمار نہ ہو تو وہ اکڑ جاتا ہے اور اکڑنے والے جسم میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ (اللہ والوں کی باتیں، ۱۹۴/۳)

تضمین بر نظم منسوب بہ زین العابدین رضی اللہ عنہ:

ایسا کوئی محرم نہیں پہنچائے جو پیغامِ غم
تو ہی کرم کردے تجھے شاہِ مدینہ کی قسم
ہو جب کبھی تیرا گزر بادِ صبا سوئے حرم
پہنچا مری تسلیم اس جا ہیں جہاں خیر الامم
اِنْ نِّلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمِ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَةً فِیْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَمِ
میں دُوں تجھے ان کا پتہ گر نہ تو پہچانے صبا
حق نے انہی کے واسطے پیدا کیے اَرض و سما
رخسار سورج کی طرح ہے چہرہ ان کا چاند سا
ہے ذات عالم کی پَنہ اور ہاتھ دریا جود کا
مَنْ وَّجْهُهٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّهٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَا تُهٗ نُوْرُ الْهُدٰی مَنْ كَفُّهٗ بَحْرُ الْهِمَمْ
حق نے انہیں رحمت کہا اور شافعِ عصیاں کیا
رتبہ میں وہ سب سے سوا ہیں ختم ان سے انبیا
وہ مَہبطِ قران ہیں ناسخ ہے جو اَدیان کا
پہنچا جو یہ حکم خدا سارے صحیفے تھے فنا
قُرْاٰ نُهٗ بُرْهَانُنَا نَسْخًا لِّاَدْيَانٍ مَّضَتْ
اِذْ جَاءَ نَا اَحْكَامُهٗ لِكُلِّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمِ
یوں تو خلیلِ کبریا اور اَنبیائِ باصفا
مخلوق کے ہیں پیشوا سب کو بڑا رُتبہ ملا
لیکن ہیں ان سب سے سوا دُرِّیتیمِ آمنہ

وہ ہی جنہیں کہتے ہیں سب مشکل کشا حاجت رَوا
یَا مُصْطَفٰی یَا مُجْتَبٰی اِرْحَمْ عَلٰی عِصْیَانِنَا
مَجْبُوْرَۃٌ اَعْمَالُنَا طَمْعًنَا وَّ ذَنْبًا وَّ الظُّلَمِ
اے ماہِ خوبانِ جہاں اے اِفتخارِ مرسلیں
گو جلوہ گر آخر ہوئے لیکن ہو فخر الاولیں
فرقت کے یہ رَنج و عنا اب ہوگئے حد سے سوا
اس ہجر کی تلوار نے قلب و جگر زخمی کیا
وہ لوگ خوش تقدیر ہیں اور بخت ہے ان کا رَسا
رہتے ہیں جو اس شہر میں جس میں کہ تم ہو خسروا
سب اَولین و آخریں تارے ہیں تم مہر مبیں
یہ جگمگائے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں
اَکْبَادُنَا مَجْرُوْحَۃٌ مِّنْ سَیْفِ ھِجْرِ الْمُصْطَفٰی
طُوْبٰی لِاَھْلِ بَلْدَۃٍ فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَم
اے دو جہاں پر رحمِ حق تم ہو شفیع المجرمیں
ہے آپ ہی کا آسرا جب بولیں نَفْسِیْ مرسلیں
اس بیکسی کے وقت میں جب کوئی بھی اپنا نہیں
ہم بیکسوں پر ہو نظر اے رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن
یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن
اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْنِ فَضْلًا وَّ جُوْدًا وَّ الْکَرَم
اس سالکِ بدکار کا گو حشر میں کوئی نہیں
لیکن اُسے کیا خوف ہو جب آپ ہیں اس کے مُعیں

مجرم ہوں میں غفار رب اور تم شَفِيْعُ الْمُذْ نِبِيْن
پھر کیوں کہوں بیکس ہوں یا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن
يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن اَدْ رِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْن
مَحْبُوْسُ اَيْدِى الظَّالِمِيْنَ فِىْ مَرْكَبٍ وَّالْمُزْدَحَم

(دیوان سالک)

تفسیرِ قرآن بزبان امام زین العابدین خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ

۔ (پ۱۴، الحجر: ۴۷)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: یہ آیت مبارکہ بنوہاشم، بنوتمیم، بنوعدی، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت سیدنا ابو جعفر امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہمق سے جو یہ بات منقول ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی درست ہے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ آیت انہیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر ان کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تو پھر کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ پوچھا گیا کہ اس میں تو ان کے کینے کا ذکر ہے حالانکہ ان کے دلوں میں تو ایک دوسرے کے لیے کوئی کینہ نہیں ہے؟ فرمایا: اس کینے سے مراد زمانہ جاہلیت والا کینہ ہے جو ان کے قبائل بنوعدی، بنوتمیم، بنوہاشم میں پایا جاتا تھا جب یہ تمام لوگ اسلام لے آئے، تو کینہ ختم ہوگیا اور آپس میں شیر و شکر ہوگئے، نیز ان کے مابین اس قدر الفت و محبت پیدا ہوگئی کہ

ایک بار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں درد ہوا تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو کو ٹکور کرنے لگے۔ رب تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ (تفسیر الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۸۴۔۸۵، چشتی)

سیدنا علی المرتضی و سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما دونوں کی رشتہ داری

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سیدتنا شہر بانو رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت سیدنا محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ دونوں آپس میں سگی بہنیں تھی ۔ یعنی سیدنا علی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما دونوں کی بہوئیں آپس میں سگی بہنیں تھیں ۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سیدنا حریث بن جابر جعفی رضی اللہ عنہ نے شاہ ایران یزد جرد بن شہریار کی دو بیٹیاں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی تو آپ نے ان میں سے بڑی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرما دیا اور چھوٹی بیٹی کا نکاح حضرت سیدنا محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرما دیا۔ ان سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت سیدنا محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یوں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت سیدنا محمد بن ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہم زلف ہوئے۔

(لباب الانساب والالقاب والاعقاب ابناء علی العلویۃ الجعفریۃ والعقیلیۃ جلد ا صفحہ ۲۲، چشتی)

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والدِ گرامی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ دوستی نہ کرو کیونکہ میں نے قرآنِ پاک میں اسے 3 جگہوں پر ملعون پایا۔ اور پھر انہوں نے سابقہ 3 آیات پڑھیں یعنی قتال والی آیتِ مبارکہ میں صریح

لعنت ہے، سورہ رعد کی آیتِ مبارکہ میں عمومی طور پر لعنت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا اس میں رحم (یعنی رشتہ داری) وغیرہ بھی شامل ہیں اور سورہ بقرہ کی آیتِ مقدسہ میں لازمی طور پر لعنت ثابت ہے کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو خسارے کو لازم ہیں۔ حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی عَلَیۃِ الرَّحمہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے اپنی تفسیر میں صلہ رحمی کے واجب اور قطع رحمی کے حرام ہونے پر امت کا اجماع نقل فرمایا ہے۔ (جہنم میں لے جانے والے اعمال جلد 2 صفحہ 282)

امام زین العابدین ہر شب ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔ (مراۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 6)

آپ کا نام عابد ہے، لقب علی اوسط، خطاب زین العابدین، آپ کی والدہ بی بی شہر بانو بنت یزدگرد شاہ ایران ہیں، شہر بانو ایران کی شاہزادی تھیں جو خلافتِ فاروقی میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آئیں، حضرت عمر نے فرمایا کہ شاہزادی شاہزادے کو دی جاوے گی اور امام حسین سے آپ کا نکاح کر دیا، ان کے شکم سے امام زین العابدین پیدا ہوئے، آپ کے بیٹے گیارہ اور بیٹیاں چھ۔ تفصیل یہ ہے بیٹے: محمد باقر، جعفر، ابوالحسن، زید، عبداللہ، عبدالرحمن، سلیمان، عمر، اشرف، حسن اصغر، حسن اکبر علی۔ بیٹیاں: خدیجہ، زینب، عالیہ، ام کلثوم، ملیکہ، ام الحسن، ام الحسین۔ محمد، باقر، عبداللہ، عمر، اشرف، زید شہید ہوئے۔ (مراۃ المناجیح جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 618، چشتی)

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن لقب امام زین العابدین سادات اہل بیت سے ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کوئی قرشی نہیں دیکھا آپ کی عمر 58 اٹھاون سال ہوئی 94 ھجری میں وفات ہوئی جنت البقیع میں اپنے تایا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہیں، مترجم کہتا ہے کہ امام حسین کے تینوں بیٹوں کا نام علی ہے علی اکبر علی اوسط علی اصغر، حضرت علی اکبر اور علی اصغر تو کربلا میں شہید ہوئے علی اوسط یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہم وہاں سے بچ کر آئے بقیہ زندگی بغیر روئے ہوئے کبھی پانی نہ پیا آپ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔
(مراۃ المناجیح جلد 8 صفحہ 583، چشتی)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں۔(مراۃ المناجیح جلد 8 صفحہ 217)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی روایت

روایت ہے حضرت علی ابن حسین سے (ارسالًا)(1) فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے حضور کی یہی نماز رہی حتی کہ اللہ تعالیٰ سے مل گئی (2)۔(مالک)

شرح: (1) آپ کا لقب زین العابدین ہے، کنیت ابوالحسن، اہل بیت اطہار سے ہیں، 58 سال کی عمر ہوئی، 94 ھجری میں وفات، چونکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو نہ دیکھ سکے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت مرسل ہے۔

(2): یعنی یہ عمل شریف منسوخ نہیں۔(مراہ المناجیح جلد 2 صفحہ 37، چشتی)

حسینی سادات کا سلسلہ آپ ہی سے چلا

حادثہ کربلا سے صرف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہی بچ کر آئے تھے، حسینی سادات آپ ہی کی نسل پاک سے ہیں، امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیانے صاحبزادے ہیں۔

(مراۃ المناجیح جلد 2 صفحہ 907)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی پر کیا دشوار ہے کہ اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے کام کاج کے کپڑوں کے سوا بنالے (1)(ابن ماجہ) اور مالک نے یحیی ابن سعید سے روایت کی۔

شرح

(1) یہ بھی مستحب ہے کہ جمعہ کا جوڑا الگ رکھے جو بوقت نماز پہن لیا کرے اور بعد میں اتار دیا کرے، امام زین العابدین تو نماز پنجگانہ کے لئے جوڑا رکھتے تھے۔(مراہ المناجیح جلد 2 صفحہ 617)

امام زین العابدین کے صاحبزادے کا مقام و مرتبہ

جب استاد کا یہ عالم ہے تو جو قرب زمانہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے قریب ہیں

اور نسب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اور جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ عالم ہے کہ وہ حضور امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاد صاحب ہیں تو۔ ان کے والد کا عالم کیا ہو گا۔ جن کی تربیت کے عظیم شاہکار امام زین العابدین کے صاحبزادے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما۔

امام اعظم کے استاد

سَیِّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ علم دین کے حُصول کے باوُجود امام اعظم رضی اللہ عنہ جیسے علم کے بیکراں سَمُنْدر نے بھی علومِ طریقت، حضرت امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبتِ بابَرَکت و مجالس سے حاصل کیے۔ امامِ اعظم علیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اگر میری زندگی میں یہ دو سال (جو میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارے) نہ ہوتے تو نعمان (رضی اللہ عنہ) ہلاک ہو گیا ہوتا۔ (آدابِ مرشد کامل صفحہ 171 مکتبۃ المدینہ، چشتی)

((الألوسي، محمود شكري، مختصر التحفة الاثني عشرية، ص 8 . ألّف أصله باللغة الفارسية شاه عبد العزيز غلام حكيم الدهلوي، نقله من الفارسية إلى العربية: (سنة 1227 ه-) الشيخ الحافظ غلام محمد بن محيي الدين بن عمر الأسلمي، حققه وعلق حواشيه: محب الدين الخطيب، دارالنشر: المطبعة السلفية، القاهرة، الطبعة: 1373 ه-.

اور دیکھئے: القنوجی البخاری، أبو الطيب السيد محمد صديق خان بن السيد حسن خان (متوفی 1307ھ)، الحطة فی ذکر الصحاح الستة، ج 1 ص 264، ناشر: دار الكتب التعليمية - بيروت، الطبعة: الأولى 1405/1985م)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تابعی ہیں

امام جعفر صادق ہیں، آپ امام زین العابدین کے فرزند ہیں، تابعی ہیں۔
(مراۃ المناجیح جلد 4 صفحہ 577)

امیر معاویہ کی شان بزبان امام زینُ العابدین رضی اللہ عنہما

اہلِ بیت کی خدمت اور حضرت امیر معاویہ سے محبت: شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امام زینُ العابدین رضی اللہ عنہ جب یزید لعین کے پاس سے لوٹ کر مدینۂ مُنَوَّرہ پہنچے تو حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہ رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے اور کہا: اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور حکم دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ان کے لیے دعائے رحمت ضرور کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 480)

امام زینُ العابدین رضی اللہ عنہ کو زین العابدین کہنے کی وجہ

کثرتِ عبادت کے سبب سجّاد اور زینُ العابِدین (یعنی عبادت گزاروں کی زِینت) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ (الاعلام جلد 4 صفحہ 277)

حضرت امام زینُ العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: میں آدم علیہ السَّلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ عزوجل کے ہاں نور تھا۔
(مواہب لدنیہ جلد 1 صفحہ 39)

امام احمد مسند ذی الیدین رضی اللہ عنہ میں ابن ابی حازم سے راوی: قال جاء رجل الی علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال ماکان منزلۃ ابی بکر و عمر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتھما الساعۃ وھما ضجیعاہ، یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت انور میں حاضر ہوکر عرض کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کیا تھا فرمایا جو مرتبہ ان کا اب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کررہے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث ذی الیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۷، چشتی) (فتاوی رضویہ جلد 28 صفحہ 99)

زَیْنُ الْعَابِدِیْن کے معنٰی "عبادت گزاروں کی زینت" ہے، چونکہ حضرت امام علی اَوسط رضی اللہ عنہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے اس لیے لوگوں نے انہیں زَیْنُ الْعَابِدِیْن کا لقب دیا۔ (1) اسی طرح

آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نوافل پڑھتے تھے اور ظاہر ہے نوافل میں سجدے ہوتے ہیں تو یوں سجدوں کی کثرت کی وجہ سے لوگوں نے انہیں سَجَّاد یعنی بہت زیادہ سجدے کرنے والا کہنا شروع کر دیا۔

(2) آپ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی "علی" تھا اور پہچان کے لیے "علی اَوْسَط" کہا جاتا تھا یعنی بیچ والے علی کیونکہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے علی اکبر یعنی بڑے علی تھے اور ایک علی اصغر یعنی چھوٹے علی تھے جبکہ امام زَیْنُ الْعَابِدِیْن رضی اللہ عنہم بیچ والے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو "علی اَوْسَط" کہا جاتا ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خصوصی علم: امام غزالی اپنی زندگی کی آخری کتاب "منہاج العابدین" جو کہ عظیم ترین تصوف کی اور مختصر کتاب ہے تو اس کی وجہ بیان کرنے کے ضمن میں فرماتے ہیں: جب ہم نے اس راہ کو اتنا مشکل پایا تو اسے پار کرنے کے لیے گہرا غور و خوض کیا اور دیکھا کہ بندہ اس میں کن چیزوں کا محتاج ہوتا ہے مثلاً: قوت و طاقت، آلات اور علم و عمل کی تدبیر وغیرہ تو اس امید کے ساتھ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سلامتی کے ساتھ اس راہ کو پار کر جائے اور اس کی ہلاکت خیز گھاٹیوں میں گر کر ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک نہ ہو، لہٰذا ہم نے اس راہ پر چلنے اور اسے پار کرنے کے متعلق چند کتابیں لکھیں جیسے: اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن، اَسْرَارُ الْمُعَامَلَات، اَلْغَایَۃُ الْقُصْوٰی اور اَلْقُرْبَۃُ اِلَی اللہ وغیرہ، یہ کتابیں باریک علمی نکات پر مشتمل ہیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور اسی کم فہمی کی وجہ سے لوگ ان میں عیب لگانے لگے اور جو باتیں پسند نہ آئیں ان میں سرگرمی دکھانے لگے، بھلا اللہ تعالیٰ کے کلام سے بڑھ کر بھی کوئی کلام فصیح و بلیغ ہو سکتا ہے، کہنے والوں نے تو اس کے بارے میں بھی کہہ دیا کہ "یہ تو اگلوں کی داستانیں ہیں۔ کیا تم نے حضرت سیِّدُنا امام زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا یہ فرمان نہیں سنا:

اِنِّیْ لَاَ کْتُمُ مِنْ عِلْمِیْ جَوَاہِرَہٗ کَیْلَا یَرٰی ذَاکَ ذُوْ جَھْلٍ فَیَفْتَتِنَا

وَ قَدْ تَقَدَّمَ فِیْ ھٰذَا اَبُوْ حَسَنٍ اِلَی الْحُسَیْنِ وَوَصّٰی قَبْلَہُ الْحَسَنَا

یَارُبَّ جَوْہَرِ عِلْمٍ لَوْ اَبُوْحُ بِہٖ لَقِیْلَ لِیْ اَنْتَ مِمَّنْ یَّعْبُدُ الْوَثَنَا

وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالٌ مُّسْلِمُوْنَ دَمِیْ یَرَوْنَ اَقْبَحَ مَا یَاْتُوْنَهٗ حَسَنَا

ترجمہ: میں اپنے علمی جواہر پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ جہلا انہیں دیکھ کر فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ (۲) اس کے متعلق اس سے پہلے حضرت ابوحسن علی رضی اللہ عنہ بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو وصیت کر گئے کہ (۳) میرے ایسے کئی پوشیدہ علوم ہیں جنہیں میں ظاہر کر دوں تو مجھے کہا جائے گا تو تو بتوں کی پوجا کرنے والا ہے اور (۴) مسلمان میرے خون کو حلال سمجھ بیٹھیں گے (یعنی مجھے قتل کر دیں گے) اور اس برے کام کو اچھا سمجھیں گے۔

مگر اب حالات کا اربابِ دین سے تقاضا ہے کہ وہ ساری خلق خدا کو نظر رحمت سے دیکھیں اور بحث و مباحثہ ترک کر دیں۔ میں نے اُس کی بارگاہ میں التجا کی جس کے قبضہ میں تمام مخلوق اور ہر معاملہ ہے کہ وہ مجھے ایسی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر سب کا اتفاق ہو اور اسے پڑھ کر لوگ فائدہ اٹھائیں پس اس نے میری التجا قبول فرمائی کیونکہ جب کوئی بے چین و مُضطَر اسے پکارے تو وہ اس کی پکار سنتا ہے، اس نے اپنے فضل سے مجھ پر اس تصنیف کے راز آشکار فرمائے اور ایک ایسی منفرد ترتیب الہام فرمائی جو علومِ دینیہ کے حقائق پر مشتمل میری سابقہ کتب میں نہیں تھی، یہ میری وہ تصنیف ہے جس کی تعریف میں خود کرتا ہوں۔ توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(منہاج العابدین صفحہ 13-14 مکتبہ المدینہ)

اہلِ سنّت کی علامت

امام زین العابدین حضرت ابوالحسن علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کثرت سے درود پڑھنا اہلِ سنّت کی علامت ہے۔

(القول البدیع الباب الاول قول علی زین العابدین علامۃ۔ الخ، صفحہ ۱۳۱، رقم: ۵)

میدانِ کربلا کی طرف جانے والے حسینی قافلے میں آپ رضی اللہ عنہ شامل تو تھے لیکن بیمار تھے، اس لیے یزیدی لشکر آپ کو شہید کرنے سے باز رہا۔ حسینی سادات کی نسل آپ رضی اللہ عنہ سے ہی آگے

بڑھی۔ (تاریخ الاسلام للذہبی جلد 6 صفحہ 432، چشتی)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مختار بن ابی عبید ثقفی پر لعنت کیا کرتے تھے:

امام ابو عبداللہ محمد بن اسحٰق بن العباس المکی الفاکہی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 272ھ) روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: ثنا أَبُو الْمُنْذِرِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: ثنا عِيسَى بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: إِنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ قَامَ عِنْدَ بَابِ الْكَعْبَةِ يَلْعَنُ الْمُخْتَارَ بْنَ أَبِي عُبَيْدٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْحَسَنِ لِمَ تَسُبَّهُ وَإِنَّمَا ذُبِحَ فِيكُمْ؟ فَقَالَ: " إِنَّهُ كَذَّابٌ عَلَى اللهِ تَعَالَى وَعَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: سیدنا امام محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی ابن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہم (ایک دن) کعبہ کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر مختار بن ابی عبید پر لعنت کر رہے تھے تو آپ (رضی اللہ عنہ) سے ایک مرد نے کہا: اے ابوالحسن (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ کیوں اس پر سب کرتے ہیں جب کہ وہ آپ لوگوں کے لیے ہی تو ذبح (قتل) ہوا ہے؟ تو اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر بہت زیادہ جھوٹ بولتا تھا۔

(أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه جلد 1 صفحه 232 رقم الحديث 426) ۔ (اس روایت کی سند حسن صحیح ہے)

وفات و مزار

حضرت امام زینُ العابدین ابوالحسن علی اوسط ہاشمی قرشی علیہ رضی اللہ عنہ شعبان 38 ھجری کو مدینۂ

منورہ میں پیدا ہوئے اور 94 ھجری میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار جنتُ البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے۔ آپ عظیمُ المناقب تابعی، محدث، فقیہ، عابد، سخی، صاحبِ زہد و تقویٰ، جلیلُ القدر، عالی مرتبت ہیں۔ (وفیات الاعیان جلد 2 صفحہ 127)

حضرت امام زینُ العابدین رضی اللہ عنہ نے 14 ربیع الاوّل 94 ہجری کو 56 سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا، مزار مبارک جنّۃ البقیع میں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 5 صفحہ 341)۔

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

ہماری اردو کتابیں:

(1) بہار تحریر۔عبد مصطفی آفیشل

علمی تحقیقی اور اصلاحی تحریروں پر مشتمل ایک گلدستہ جس کے اب تک چودہ حصے شائع ہو چکے ہیں۔ ہر حصے میں پچیس تحریریں ہیں جو مختلف موضوعات پر ہیں۔

(2) اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا کیسا؟۔عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں کئی حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا جائز نہیں ہے۔

(3) اذان بلال اور سورج کا نکلنا۔عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں ایک واقعے کی تحقیق پیش کی گئی ہے جس میں حضرت بلال کے اذان نہ دینے پر سورج نہ نکلنے کا ذکر ہے۔

(4) عشق مجازی (منتخب مضامین کا مجموعہ)۔عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں کئی احباب کے مضامین شامل کیے گئے ہیں جو عشق مجازی کے تعلق سے ہیں، عشق مجازی کے مختلف پہلوؤں پر یہ ایک حسین سنگم ہے۔

(5) گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!۔عبد مصطفی آفیشل

اس مختصر سے رسالے میں گانے بجانے کی مذمت پر کلام کیا گیا ہے اور گانوں کے کفریہ اشعار بیان کئے گئے ہیں جسے پڑھ کر کئی لوگوں نے گانے بجانے سے توبہ کی ہے۔

(6) شب معراج غوث پاک۔عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں ایک مشہور واقعے کی تحقیق بیان کی گئی ہے جس میں حضرت غوث اعظم کی شب معراج ہمارے نبی علیہ السلام سے ملنے کا ذکر ہے۔

(7) شب معراج نعلین عرش پر۔عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں ایک واقعے کی تحقیق پیش کی گئی ہے جس میں معراج کی شب حضور نبی کریم علیہ السلام کا نعلین پہن کر عرش پر جانے کا ذکر ہے۔

(8) حضرت اویس قرنی کا ایک واقعہ۔عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں حضرت اویس قرنی کے اپنے دندان شہید کر دینے والے واقعے کی تحقیق بیان کی گئی ہے اور ساتھ یہ بھی کہ اللہ کے آخری رسول علیہ السلام کے دندان شہید ہوئے تھے یا نہیں اور ہوئے تو اس کی کیفیت کیا تھی اور کئی تحقیقی نکات شامل بیان ہیں۔

(9) ڈاکٹر طاہر اور وقار ملت۔عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ مجموعہ ہے ان فتاوی کا جو حضرت علامہ مفتی وقار الدین قادری علیہ الرحمہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے لیے لکھے ہیں، یہ فتاوی ڈاکٹر طاہر

القادری کی گمراہی ثابت کرتے ہیں۔

(10) مقرر کیسا ہو؟-عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں آپ پڑھیں گے کہ تقریر کرنے کا اہل کون ہے، یہ کس کے لیے جائز ہے اور ایک مقرر کے اندر کون کون سی باتیں ہونی چاہییں۔

(11) غیر صحابہ میں ترضی-عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں کئی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ صحابہ کے علاوہ بھی ترضی (یعنی رضی اللہ تعالی عنہ) کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(12) اختلاف اختلاف اختلاف-عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ اہل سنت میں موجود فروعی اختلافات کے حوالے سے ہے، اس میں اس بات کا بیان ہے کہ جب کبھی علمائے اہل سنت کے مابین کوئی مسئلہ اختلافی ہو جائے تو اس میں کیسی روش اختیار کی جانی چاہیے۔

(13) چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ-عبد مصطفی آفیشل

واقعات کربلا کے حوالے سے اہل سنت میں بے شمار واقعات ایسے آ گئے ہیں جو شیعوں کی پیداوار ہیں، اس رسالے میں ہم نے چند واقعات کی تحقیق پیش کی ہے جو کہ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے، اس تحقیقی رسالے میں کئی علمی نکات مرقوم ہیں۔

(14) بنت حوا (ایک سنجیدہ تحریر)-کنیز اختر

عورتوں کی زندگی میں پیدائش سے لے کر نکاح اور پھر بعدہ کے معاملات کی اصلاح کے لیے اس رسالے کو ایک الگ انداز میں لکھا گیا ہے۔

(15) سیکس نالج (اسلام میں صحبت کے آداب)-عبد مصطفی آفیشل

اسلام میں جنسی تعلقات اور اس حوالے سے جدید مسائل پر یہ رسالہ بڑے ہی عام فہم انداز میں لکھا گیا ہے اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ رسالہ دلائل سے بھی مزین ہے۔

(16) حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے پر تحقیق-عبد مصطفی آفیشل

حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق مشہور واقعات کی تحقیق پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے، کئی حوالوں سے اصل روایات اور ان کی کیفیت کو انبیا کی عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔

(17) عورت کا جنازہ-جناب غزل صاحبہ

عورت کے جنازے کو کون کون دیکھ سکتا ہے؟ کون کون کندھا دے سکتا ہے؟ کیا شوہر کندھا نہیں دے سکتا؟ اور ایسے کئی سوالات کے جوابات آپ کو اس رسالے میں ملیں گے۔

(18) ایک عاشق کی کہانی علامہ ابن جوزی کی زبانی-عبد مصطفی آفیشل

ایک عاشق کی بڑی دل چسپ کہانی ہے جس میں مزاح ہے، تفریح ہے، سبق ہے اور عبرت ہے۔ اس واقعے کو علامہ ابن جوزی کی کتاب ذم الھوی سے لیا گیا ہے۔

(19)آئیے نماز سیکھیں-عبد مصطفی آفیشل

اس کتاب میں نماز پڑھنے اور اس سے متعلق زیادہ سے زیادہ مسائل کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اصطلاحات کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے،اس کے اگلے حصوں پر بھی کام جاری ہے۔

(20)قیامت کے دن لوگوں کو کس کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا-عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں اس بات کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا یا باپ کے نام سے

(21)محرم میں نکاح-عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں بیان کیا گیا ہے کہ ماہ محرم الحرام میں بھی نکاح جائز ہے اور اسے ناجائز کہنا بالکل غلط ہے،محرم میں غم منانا یہ کوئی اسلامی رسم نہیں اور چاہے گھر بنانا ہو یا مچھلی،انڈہ اور گوشت وغیرہ کھانا سب محرم میں جائز ہیں۔

(22)روایتوں کی تحقیق(پہلا حصہ)-عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ اہل سنت میں مشہور روایتوں کی تحقیق پر مشتمل ہے،اس میں روایتوں کی تحقیق بیان کی گئی ہے۔صحیح روایتوں کی صحت پر اور باطل روایتوں کے موضوع و بے اصل ہونے پر دلائل پیش کیے گئے ہیں،اس کے اور بھی حصوں پر کام جاری ہے۔

(23)روایتوں کی تحقیق(دوسرا حصہ)-عبد مصطفی آفیشل

یہ روایتوں کی تحقیق کا دوسرا حصہ ہے،اس کے اور بھی حصوں پر کام جاری ہے۔

(24)بریک اپ کے بعد کیا کریں؟-عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ ان نوجوانوں کے لیے لکھا گیا ہے جو عشق مجازی میں دھوکا کھا کر اپنی زندگی کے سفر کو جاری رکھنے کے لیے راہ تلاش کر رہے ہیں۔

(25)ایک نکاح ایسا بھی-عبد مصطفی آفیشل

یہ ایک سچی کہانی ہے،ایک نکاح کی کہانی،اس میں جہاں اسلامی طریقے سے نکاح کو بیان کیا گیا ہے وہیں اس پر عمل کی کوشش بھی کی گئی ہے،ہے تو یہ ایک کہانی پر اس میں آپ تحقیقی نکات بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

(26)کافر سے سود-عبد مصطفی آفیشل

اس رسالے میں آپ پڑھیں گے کہ ایک کافر اور مسلمان کے درمیان سود کی کیا صورتیں ہیں؟اور ساتھ ہی لون،بینک اور ڈاک سے ملنے والے منافع پر علمائے اہل سنت کی تحقیق بھی شامل رسالہ ہے۔

(27)میں خان تو انصاری-عبد مصطفی آفیشل

اسلام میں قوم،ذات اور برادری وغیرہ کی اصل پر یہ ایک تحقیقی کتاب ہے،اس مساوات کو قائم کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے،کفو کے مسئلے پر تحقیقی مواد بھی شامل کتاب ہے۔

(28)روایتوں کی تحقیق(تیسرا حصہ)-عبد مصطفی آفیشل

یہ روایتوں کی تحقیق کا تیسرا حصہ ہے، اس کے دو حصوں کا ذکر ہم کر آئے ہیں، اس کے چوتھے حصے پر کام جاری ہے۔

(29) جرمانہ-عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ مالی جرمانے کے متعلق لکھا گیا ہے۔ مالی جرمانہ فقہ حنفی میں جائز نہیں ہے اور اسے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

(30) لاالہ الااللہ، چشتی رسول اللہ ؟-عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ اولیا کی ایک خاص حالت کے بیان میں ہے جسے "سکر" اور "شطحیات" وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس تعلق سے اہل سنت کے معتدل موقف کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ان کے لیے دعوت فکر ہے جو افراط وتفریط کے شکار ہیں۔

(31) تحقیق عرفان فی تخریج شمول الاسلام-عرفان برکاتی

یہ اعلی حضرت، امام احمد رضا بریلوی کی کتاب شمول الاسلام پر تخریج ہے۔

(32) اصلاح معاشرہ (منتخب احادیث کی روشنی میں)-عرفان برکاتی

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ کے لیے احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے حوالے سے یہ ایک اچھی کتاب ہے۔

(33) کلام عبید رضا-عبد مصطفی آفیشل

یہ الحاج اویس رضا قادری پاکستانی کے کلام کا مجموعہ ہے۔

(34) مسائل شریعت (جلد 1)-سید محمد سکندر وارثی

اس کتاب میں تقریباً سات سو سوال جواب ہیں۔ روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کثرت سے موجود ہیں۔ فقہ حنفی کی روشنی میں مسائل کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(35) اے گروہ علما کہہ دو میں نہیں جانتا-مولانا حسن نوری گونڈوی

یہ مختصر سا رسالہ ایک اہم پیغام پر مشتمل ہے کہ علما و عوام سب کو چاہیے کہ لاعلمی کا اعتراف کرنے کی عادت ڈالیں اور جہاں علم نہ ہو وہاں تکلف کر کے جواب نہ دیتے ہوئے کہہ دیا جائے کہ میں نہیں جانتا۔

(36) سفرنامہ بلاد خمسہ-عبد مصطفی آفیشل

یہ ایک سفرنامہ ہے، ہندستان کے پانچ بلاد کے سفر کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعے سے جہاں آپ پانچ بلاد کے متعلق معلومات حاصل کریں گے وہیں کئی علمی نکات بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

(37) منصور حلاج۔عبد مصطفی آفیشل

یہ مختصر سا رسالہ حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ کے حالات پر ہے جس میں علمائے اہل سنت کی تحقیق کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت منصور حلاج کے بارے میں رکھے جانے والے نظریات کو پیش کر کے جائزہ لیا گیا ہے۔

(38) مقام صحابہ امام احمد بن حنبل کی نظر میں

اس رسالے میں علامہ وقار رضا القادری المدنی سلمہ الباری نے امام احمد بن حنبل کے صحابہ کرام کے متعلق نظریات کو پیش کیا ہے اور حضرت امیر معاویہ کے حوالے سے بھی کلام کیا گیا ہے۔

(39)مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں۔ مولانا محمد ثقلین ترابی نوری، مولانا محمد سلیم رضوی

یہ کتاب شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند کی سیرت اور کردار پر لکھا گیا ہے۔

(40)سفر نامہ عرب۔ مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی

یہ مفتی خالد ایوب مصباحی کا ملک عرب کے سفر کے دوران لکھا گیا سفر نامہ ہے۔

(41)تحریرات لقمان-علامہ قاری لقمان شاہد

مختلف موضوعات پر مشتمل یہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔اس کتاب کو سیکڑوں کتابوں کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔ یہ اصل میں علامہ لقمان شاہد صاحب کی فیس بک پر تقریبا 8 سال کی گئی پوسٹوں کا مجموعہ ہے۔

(42)من سب نبیا فاقتلوہ کی تحقیق-زبیر جمالوی

یہ رسالہ مشہور روایت "من سب نبیا فاقتلوہ" کی تحقیق پر لکھا گیا ہے جس میں اس روایت کی سند پر تحقیقی کلام کیا گیا ہے۔

(43)ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700 تصانیف کی حقیقت۔ مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی

اس رسالے میں ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700 تصانیف کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس قدر کتابیں ڈاکٹر صاحب نے نہیں لکھی ہیں بلکہ دوسروں کی محنتوں کو اپنے نام کیا ہے۔

(44)فرضی قبریں۔ عبد مصطفی آفیشل

اس کتاب میں علمائے اہل سنت کے 20 سے زائد حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فرضی قبریں، مزارات وغیرہ بنانا اور ان کے ساتھ اصل جیسے معاملات کرنا حرام ہے۔

(45)سنی کون؟ وہابی کون؟۔ عبد مصطفی آفیشل

یہ رسالہ بہت عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ سنی اور وہابی کے درمیان اصل اختلاف کی نوعیت ہر کوئی سمجھ سکے۔

(46)علم نور ہے۔ محمد شعیب جلالی عطاری

اس میں علم دین کے فضائل، علم کے حصول اور علم دین کے فروغ کے حوالے سے قرآن و سنت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

(47)یہ بھی ضروری ہے۔ محمد حاشر عطاری

یہ رسالہ تبلیغ دین کی اہمیت پر لکھا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ "یہ (تبلیغ دین) بھی ضروری ہے"

(48)مومن ہو نہیں سکتا۔ فہیم جیلانی مصباحی

یہ رسالہ تین حدیثوں کی شرح پر مشتمل ہے جو ان الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہیں کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن ہو نہیں

سکتا...الخ"

(49) جہان حکمت ۔ محمد سلیم رضوی

یہ کتاب اولیاے کرام کے اقوال پر مشتمل ہے۔ کئی کتابوں میں سے منتخب اقوال کو اس میں شامل کیا گیا ہے۔ جذبے کو بیدار کرنے کے لیے اور کئی امور میں ان اقوال کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

(50) ماہ صفر کی تحقیق ۔ مولانا محمد نیاز عطاری

اس رسالے میں ماہ صفر کے حوالے سے جو غلط فہمیاں عام ہیں ان کی اصلاح کی گئی ہے۔

(51) فضائل و مناقب امام حسین ۔ ڈاکٹر فیض احمد چشتی

اس کتاب میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ میں واقعۂ کربلا پر بھی بیان موجود ہے۔

(52) شان صدیق اکبر بزبان محبوب اکبر۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

اردو ترجمہ، تشریح اور تخریج ابو حامد عمران رضا عطاری المدنی نے کی ہے۔

DONATE

ABDE MUSTAFA OFFICIAL

TO DONATE :

Account Details :
Airtel Payments Bank
Account No.: 9102520764
(Sabir Ansari)
IFSC Code : AIRP0000001

SCAN HERE



PhonePe G Pay Paytm **9102520764**

OUR DEPARTMENTS:

enikah
E NIKAH MATRIMONIAL SERVICE

SABIYA
SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

BOOKS
ROMAN BOOKS

PS graphics
PURE SUNNI GRAPHICS
GRAPHIC DESIGNING DEPARTMENT

ACAG MOVEMENT
TO CONNECT AHLE SUNNAT



/abdemustafaofficial
for more details WhatsApp on **+919102520764**

ABOUT US

Abde Mustafa Official is a team from **Ahle Sunnat Wa Jama'at** working since 2014 on the Aim to propagate **Quraan and Sunnah** through electronic and print media.

We are :

blogging, publishing books and pamphlets in multiple languages on various topics, running a special matrimonial service for Sunni Muslims.

Visit our official website :

www.abdemustafa.in

about thousands of articles & 240+ pamphlets and books are available in multiple languages.

E Nikah Matrimony

if you are searching a Sunni life partner then **E Nikah** is a right platform for you.

Visit **www.enikah.in**

Or join our Telegram Channel

t.me/enikah (search "E Nikah Service" in Telegram)

Follow us on Social Media Networks :

/abdemustafaofficial

For more details WhatsApp **+91 91025 20764**

info@abdemustafa.in